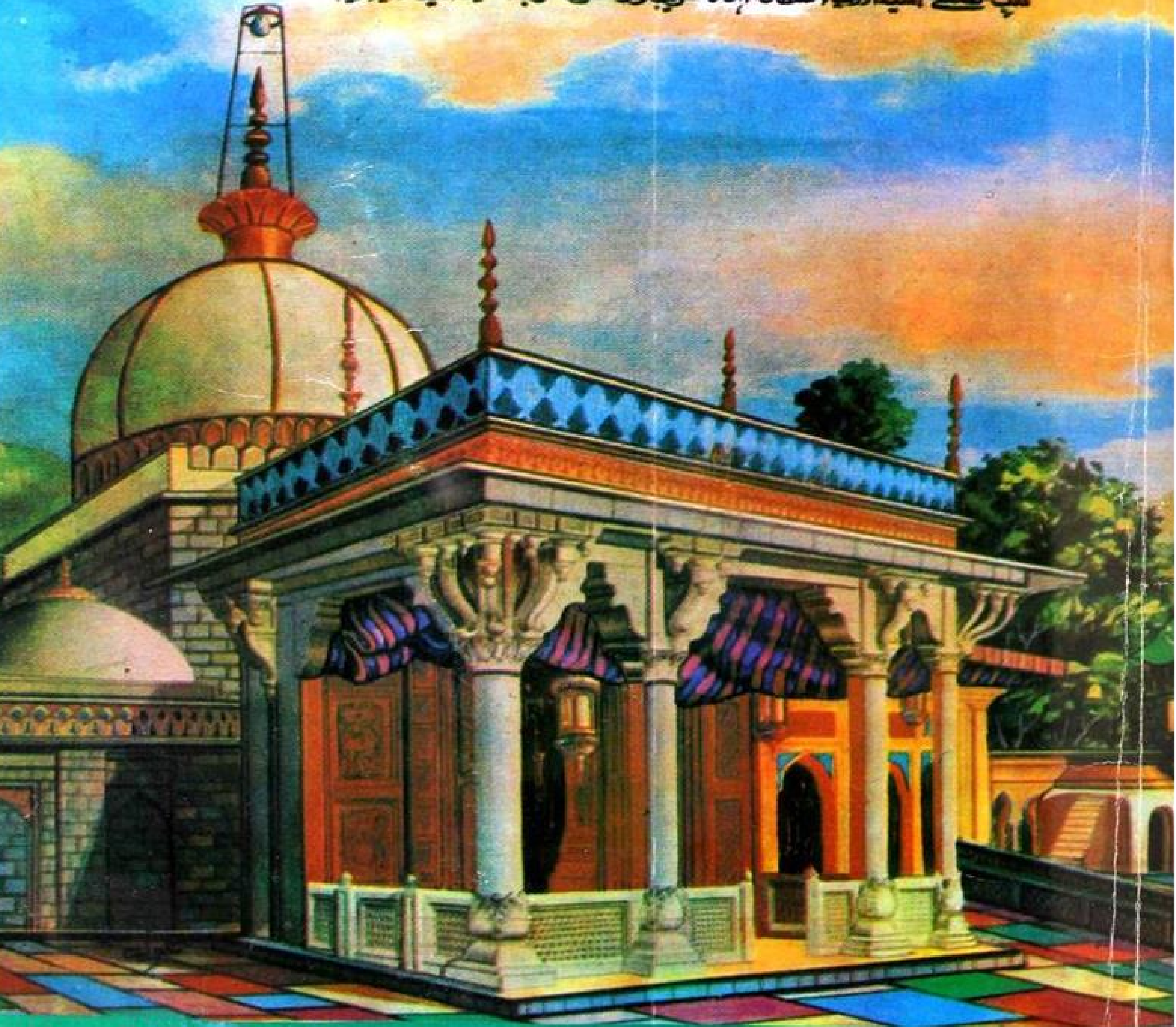
ماهنامہ

اشرفیہ

سلطان الہند خواجہ غریب نواز نمبر

نائب مصطفیٰ، سید الاولیاء سلطان الہند، غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین (اجمیر شریف)



Nov-Dec

1998

Rs. 16.00

مدیر: مبارک حسین مصباحی



وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشۂ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات وخدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com



تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

بیادگار حافظ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ کا ترجمان ماہنامہ اشرفیہ

سلطان الہند خواجہ غریب نواز نمبر

مبارک پور

مسئول مدیر: مبارک حسین مصباحی

معاون مدیر: محمد محبوب عزیزی مصباحی

جلد نمبر ۲۲ — شمارہ نمبر ۱۲،۱۱

نومبر دسمبر ۱۹۹۸ء — رجب شعبان ۱۴۱۹ھ

قیمت خصوصی شمارہ ________ ۱۶/ روپئے

سالانہ ________ ۸۰/ روپئے

بیرونی ممالک ________ ۳۰۰/ روپئے

رابطہ کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور

اعظم گڈھ۔ یوپی پن نمبر ۲۷۶۴۰۴

فون نمبر دفتر۔ ۵۰۱۴۹ — ایس ٹی ڈی ۰۵۴۶۲

الجامعۃ الاشرفیہ:۔ ۵۰۱۴۸

محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ امبیڈکر نگر سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

کاتب تنویر احمد ٹانڈوی

نگارشات

شعراء کرام

از: پیر طریقت مولانا شاہ سید عبدالحق مصباحی گجہڑوی علیہ الرحمہ

منقبت

سلطان الہند کی چوکھٹ پر تقدیر بنانے آیا ہوں
افسانۂ دردو ہجر و الم، رو رو کے سنانے آیا ہوں

ہاں چشمۂ فیضِ رحمت پر، میں پیاس بجھانے آیا ہوں
میں جنت کے میخانے والی صہبا چھلکانے آیا ہوں

کیا بھول ہوئی آخر مجھ سے کیوں خواب میں آنا چھوڑ دیا
روٹھے ہوئے اپنے آقا کو میں آج منانے آیا ہوں

کیا پیش کروں کیا نذر کروں سرکار کسی قابل ہی نہیں
کچھ پھول عقیدت کے ہیں جنھیں تربت پہ چڑھانے آیا ہوں

صدقے میں جنابِ عثماں کے مجھ پہ بھی کرم کی ایک نظر
دھوراجی سے اجمیر نگر فریاد سنانے آیا ہوں

بے تابئ دل بے چین ہے جاں راحت کا کوئی سامان نہیں
جلتا ہے مرا خرمن جس سے وہ آگ بجھانے آیا ہوں

جو بخت کے مارے آتے ہیں کام اُن کے یہاں بن جاتے ہیں
خوابیدہ مقدر ہوں میں بھی تقدیر جگانے آیا ہوں

دیدار کا دل میں شوق لئے حاضر ہے تمہارا یہ سید
سلطان الہند کے جلووں کو آنکھوں میں بسانے آیا ہوں

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کی خصوصی پیشکش

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز نمبر

نذر ہے

ان اساطین علم و معرفت اور داعیان حق و صداقت کی بارگاہوں میں جنھوں نے ـــ

کفرستان برصغیر میں اسلام کا بول بالا کیا

ظلم و ناانصافی کے ماحول میں عدل و انصاف کا چراغ روشن کیا

اونچ نیچ اور ذات پات کے صنم توڑ کر مساوات کا پیغام عام کیا

یعنی

مشائخ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ عزیزیہ

مشائخ سلسلۂ چشتیہ نظامیہ اشرفیہ

مشائخ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

مشائخ سلسلۂ سہروردیہ، سلسلۂ رفاعیہ

اور خاص طور پر ـــ اسلاف کے علوم و معارف کے سچّے وارث اور اپنے عہد میں دینی علوم کی تحریک کے سب سے بڑے قائد، استاذ العلماء، شیخ الشیوخ جلالۃ العلم حضرت حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔

گدائے غریب نواز

مبارک حسین مصباحی

اداریہ

از مبارک حسین مصباحی ایم۔اے

حضرت سلطان الہند غریب نواز

امسال ۶ رجب ۱۴۱۹ھ / ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو اجمیر مقدس میں کشور ولایت کے تاجدار، سلطان الہند غریب نواز خواجہ معین الدین حسن سنجری کا ۷۸۶ واں عرس مبارک پورے تزک واحتشام اور ولولہ وترنگ کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے۔ حکومت کے ایوانوں سے لیکر اہل فرد کے دانش کدوں تک، کاشانوں سے لے کر غریب خانوں تک، مدرسوں سے لے کر خانقاہوں تک خواجہ غریب نواز کے عرس مقدس کی دھوم مچی ہوئی ہے قافلے سوئے اجمیر روانہ ہو رہے ہیں ___ کچھ رخت سفر باندھ رہے ہیں ___ جانے والوں کی پیشانیاں جگمگا رہی ہیں۔ رہ جانے والوں کے دل مچل رہے ہیں ___ برصغیر ہی سے نہیں عالم اسلام سے اہل عشق وارادت کے آنے کی خبریں گرم ہیں، خوش عقیدہ مسلمانوں کے گھروں میں خوشیوں کے چراغ جل رہے ہیں ___ اس تاریخ ساز عرس کے موقع پر سلطان الہند کے آستانے پر قریب ایک کرور فرزندان توحید کے پہنچنے کی توقع ہے اسی اندازے پر انتظامیہ اور حکومت کی جانب سے اہتمام وانصرام کی سرگرمیاں جاری ہیں ___ یہ عرس اہلسنت وجماعت کی خوش عقیدگی اور عظمت وشوکت کی ایک جھلک ہے، یہی جماعت اسلام کی حقیقی علمبردار بھی ہے اور سلطان الہند کے افکار ونظریات کی سچی وارث بھی ___

برصغیر کے محسن اعظم

سلطان الہند محسن ہند ہیں برصغیر میں اسلام کی دلکش بہاریں آپ کی دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کا نتیجہ ہیں ___ اس کفرستان ہند میں اسلام کا چراغ اگرچہ آپ کی آمد سے قبل ہی جل چکا تھا مگر آپ کے گلشن ہدایت کی وہ ہوا چلی کہ بساط ہند میں نور اسلام کا چراغاں ہی چراغاں ہوگیا ___ آپ کی نگاہ کیمیا اثر سے دن بھی بدلے اور دل بھی بدلے ___ آپ کے خلفاء ومتوسلین خاک ہند کے جس خطے پر پہنچے اسلام کا بول بالا ہوتا چلا گیا' ___ نور ہدایت پھیلتا چلا گیا اور کفر کا اندھیرا چھٹتا چلا گیا ___ آپ کی کرامت آثار نگاہ فیض سے بالکل پہلی بار دہلی اور اجمیر کے ایوانوں میں مسلمانوں کی حکومت کا پرچم لہرایا۔

ابوالفضل لکھتا ہے ___

عزلت گزیں باجمیر شد، وفراواں چراغ برافروخت، واز دم گیرائے او گروہا گروہا بہرہ برگرفتند [1]

آپ نے اجمیر میں گوشہ نشینی اختیار کی اسلام کا چراغ خوب جلایا اور آپ کے دم قدم سے گروہ در گروہ لوگوں نے اکتساب فیض کیا ___

سیر الاولیاء کے مصنف امیر خورد کرمانی (م ۷۷۰) رقمطراز ہیں ___

وکرامت دیگر آنکہ مملکت ہندوستان تا حد برآمدن آفتاب

دوسری کرامت یہ ہے اس آفتاب (خواجہ) کے طلوع ہونے

---

[1] آئین اکبری (سرسید ایڈیشن) ص ۲۷۰

ہمہ دیار کفر وکافری وبت پرستی بود ومتمردان ہند ہر یکے دعویٰ " انا ربکم الاعلیٰ " می کردند، وخدائے سا جلّ وعلیٰ شریک می گفتند وسنگ وکلوخ ودار ودرخت وستور وگاو وسرگین ایشاں را سجدہ می کردند و بہ ظلمت کفر قفل دل ایشاں مظلم ومحکم بود ......

بوصول قدم مبارک آں آفتاب اہل یقین کہ بحقیقت معین الدین بود ظلمت ایں دیار بنور اسلام روشن ومنور گشت ۔[1]

ہونے سے قبل پورے ہندوستان میں کفر وبت پرستی کا رواج تھا اور ہند کا ہر سرکش " انا ربکم الاعلیٰ " کا دعویٰ کرتا تھا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا شریک کہتا تھا، وہ پتھر، ڈھیلے، گھر، درخت، چوپایوں اور گائے اور ان کے گوبر کو سجدہ کرتے تھے اور کفر کی تاریکی سے ان کے دلوں کے تالے اور بھی مضبوط ہو رہے تھے ......

اہل یقین کے اس آفتاب کے مبارک قدموں کی برکت سے جو درحقیقت معین الدین تھے اس ملک کی تاریکی اسلام کے نور سے جگمگا اٹھی ـــــ

آپ کی نگاہ ولایت جس پر پڑتی دل کی دنیا بدل جاتی، رہزن آتا رہبر بن جاتا، قاتل آتا محافظ بن جاتا، سرکش آتا غلام بن جاتا، کافر آتا مسلمان بن جاتا، فاسق آتا متقی بن جاتا، دشمن آتا حاشیہ بردار بن جاتا، جادوگر آتا تائب ہو کر عامل قرآن بن جاتا ـــــ

علامہ حسن رضا حسن بریلوی فرماتے ہیں ـــــ

بے سر وش در آغوش ہے شیشہ تیرا ؛ بے خودی چھائے نہ کیوں پی کے پیالہ تیرا
خفتگان شب غفلت کو جگا دیتا ہے ؛ سالہا سال وہ راتوں کو نہ سونا تیرا

ہندوستان کے سب سے بڑے سماجی انقلاب کا یہ بانی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں ایک پھٹی ہوئی دوہتی میں لپٹا بیٹھا رہتا تھا پانچ مثقال سے زیادہ کی روٹی کبھی میسر نہ آتی لیکن سوز دروں کی اثر انگیزی اور نگاہ کی طلسماتی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ ایک نظر جس پر ڈال دیتے اس کی زندگی سے گناہوں کے جراثیم فنا ہو جاتے اور معصیت کے سوتے ہمیشہ کے لئے خشک ہو جاتے ـــــ رسالہ " احوال پیران چشت " کے یہ جملے آج بھی ان کی اس کرامت کا اعلان کر رہے ہیں ـــــ

نظر شیخ معین الدین بر فاسقے کہ افتادے در زماں تائب شدے، باز گرد معصیت نہ کردے ـــــ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی نگاہ جس فاسق پر پڑ جاتی اسی وقت توبہ کر لیتا اور پھر کبھی گناہ کے قریب نہیں بھٹکتا ـــــ

آپ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے یہ کفرستان ہند تکبیر ورسالت کی دلنواز صداؤں سے گونج اٹھا! اس مرد درویش کی چھوٹی سی مجلس رشد وہدایت کی آفاقی اور ہمہ گیر تحریک بن گئی، کفر وشرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہزاروں باشندگان ہند اسلام کے اس چشمۂ شیریں کی جانب دوڑنے لگے اور کفر کے خیمے جام ہدایت پی پی کر اسلام کی سرمستیوں سے سرشار ہونے لگے ـ

حضرت سلطان الہند کی فیض بار مجلس اور ان کی انقلاب آفریں اسلامی تحریک پر روشنی ڈالتے ہوئے خزینۃ الاصفیاء کے مصنف لکھتے ہیں ـــــ

---

[1] سید محمد بن مبارک علوی معروف بہ امیر خرد کرمانی، سیر الاولیاء مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد ص ۴۷

[2] سیر الاولیاء ـــــ سیر العارفین وغیرہ

ہزار در ہزار از صغار و کبار بخدمت آں محبوب کردگار حاضر شدہ مشرف بہ شرف اسلام و ارادت آں حضرت شدند، بلکہ چراغ اسلام در ہند بطفیل ایں خاندان عالی شان روشن گشت ہے

ہزاروں ہزار چھوٹے بڑے افراد اس خدا کے محبوب (سلطان الہند) کی بارگاہ میں آتے اور مشرف بہ اسلام اور ان کے مرید و معتقد ہو جاتے ـــ یہاں تک کہ اسلام کا چراغ ہندوستان میں اسی بلند پایہ خاندان کی برکت سے روشن ہوا ـــ

حضرت سلطان الہند نے ہندوستان میں بلاشبہ کفر شکن تحریک برپا کی تھی جو کام ہزاروں تلواریں نہیں کر سکیں وہ ایک عارف باللہ کی خاموش اور اخلاقی تحریک نے کر دکھایا ایک فارسی داں شاعر نے بڑی سچی تصویر کشی کی ہے ـــ

از فیض او بجائے صلیب و کلیسا ؛ در دار کفر مسجد و محراب و منبر است
آں جا کہ بود نعرہ فریاد مشرکاں ؛ اکنوں خروش نغمہ اللہ اکبر است

مقام عرفانی اور شان غریب نوازی

میر عبدالواحد بلگرامی "سبع سنابل" میں حضرت خواجہ بزرگ کی بافیض نگاہ کی تاثیر بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ـــ

اور شیخ کی نظر جس پر پڑ جاتی "ولی اللہ" ہو جاتا ہے

حضرت سلطان الہند غریب نواز جس راہ سے گزر جاتے مہکنے لگتی اور جس جگہ بیٹھ جاتے مقدس ہو جاتی ـــ آپ کا فیضان کرم ابر باراں کی طرح پورے برصغیر پر برس رہا ہے ـــ اس نور عرفاں کی بارش میں اپنے بھی نہا رہے ہیں اور بیگانے بھی نہا رہے ہیں ـــ ان کے دربار عالی میں جو جاتا ہے من چاہی مرادیں پاتا ہے ـــ سلطان الہند بلاشبہ محبوب الٰہی ہیں ان کے وسیلے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں خالی دامن بھر جاتے ہیں ـــ میرے اس مدعا پر قرآن و سنت اور اقوال علمار کے مستحکم دلائل بھی ہیں اور احوال و وقائع کے سیکڑوں شواہد بھی۔ دربار خواجہ میں ہر روز روز عید ہوتا ہے اور ہر شب شب برأت ہوتی ہے ـــ اس حقیقت سے کون بندہ مومن انکار کر سکتا ہے کہ اللہ کے ولی اپنے مزاروں میں زندہ ہیں اور فیضان کا دریا بہا رہے ہیں ـــ فیضان و تصرفات کی یہ تمام قوتیں اللہ نے خود اپنے پیاروں کو عطا فرمائی ہیں ان کے فیضان کرم کا انکار در اصل عطائے الٰہی کا انکار ہے ان کے تصرفات کا انکار خالق کائنات کے اختیارات کا انکار ہے ـــ

ع خدا کی دین ہے بازار کا سودا نہیں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے کسی نے سوال کیا کہ جو مقبولیت حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز کو حاصل ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں، جو ان کے مزار پرانوار پر جاتا ہے ان پر فریفتہ اور دیوانہ ہو جاتا ہے اس کی وجہ کیا ہے حضرت شاہ صاحب نے قدرے توقف کے بعد یہ حقیقت افروز جواب عنایت فرمایا ـــ

ایں سعادت بزور بازو نیست ؛ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

۱؎ غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیا، جلد ۱ ص ۲۵۹

۲؎ میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل (اردو) رضوی کتاب گھر دہلی ص ۴۳۵

مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی سے سوال کیا گیا حضرت غوث پاک قدس سرہ کو دستگیر کہنا جائز ہے یا نہیں حضرت خواجہ معین الدین سنجری قدس سرہٗ کو غریب نواز کے لقب سے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں امام احمد رضا کے جواب کی تلخیص ملاحظہ فرمایئے —

حضور سید نا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور دستگیر ہیں اور سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز......

... حضرت شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں —

بعد از رحلت ارشاد روز عید بزیارت مزار ایشاں رفتہ و در اثنائے توجہ بمزار التفات تمام روحانیت مقدسہ ایشاں ظاہر گشت ز کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود را بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند واللہ تعالیٰ اعلم [1]

امام احمد رضا اپنی مؤقر تصنیف "حیات الموات فی بیان سماع الاموات" میں فرماتے ہیں

متعصبان طائفہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت غریب نواز کہنے سے بڑھتے ہیں [2]

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ایک مقام پر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے حوالے سے حضرت امیر ابو العلی علیہ الرحمہ کے یہ دل آویز تاثرات بھی نقل فرمائے ہیں —

بمزار فائز الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ متوجہ بودند واز آنجناب دلربائیہا یافتند و فیضہا گرفتند [3]

حضرت خواجہ غریب کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور اس سے دلوں کی تسکین اور فیوض حاصل کئے۔

سچ ہی فرمایا ہے امام احمد رضا کے برادر خورد مولانا حسن رضا حسن بریلوی نے —

خواجہ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا ؛ کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

ہفتاد اولیاء میں ہے —

ایک روز آپ کی خدمت میں ایک عورت روتی ہوئی آئی عرض کیا کہ میرے بیٹے کو حاکم شہر نے ناحق قتل کر دیا آپ کو رحم آگیا اور خدام کو ساتھ لے کر عصا لئے ہوئے قتل گاہ میں جا پہنچے، مقتول کا سر دھڑ سے ملا کر فرمایا کہ اے شخص اگر واقعی تو بے گناہ مارا گیا ہے تو اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو، زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلنا تھے کہ مقتول کی نعش کو حرکت ہوئی مردہ زندہ ہوگیا اور اپنا سر اٹھا کر خواجہ غریب نواز کے پاؤں پر رکھ دیا اور خوش خوش اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا حاکم شہر لرز گیا اور آکر معافی مانگی [4]

اکثر تذکرہ نگاروں نے یہ ایمان افروز کرامت بھی نقل فرمائی ہے —

حضرت سلطان الہند جب پہلی بار دہلی میں تشریف لائے تو ایک قاتل بغل میں چھری لئے قتل کرنے کے ارادے سے سامنے آیا حضرت نے فرمایا سوچتا کیا ہے اپنا کام کر —— یہ الفاظ سنتے ہی وہ تھر تھر کانپنے لگا قدموں پر گرا اور مسلمان ہوگیا یہ منظر دیکھ کر اور بھی بہت سے لوگ داخل اسلام ہوگئے نہ تلوار اٹھائی نہ وعظ و نصیحت کا تبلیغی اجتماع برپا کیا بس ایک نگاہ کیمیا اثر ڈالی اور کفر کے ایوان جل

---

[1] امام احمد رضا۔ فتاوائے رضویہ جلد یازدہم ص ۴۳-۴۴

[2] امام احمد رضا۔ حیات الموات فی بیان سماع الاموات، ص ۱۵۸

[3] امام احمد رضا فتاوائے رضویہ

[4] ہفتاد اولیاء ص ۲۹۳ – ۲۹۴

جل کر خاکستر ہوگئے، جن کے قلب و نظر تجلیات ربانی کے مرکز بن جائیں ان کے حیرت انگیز تصرفات کے دائرہ عمل کی وسعتوں کا اندازہ لگانا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ــــ جہان عرفاں اور مقامات ولایت کی سیر کرنا ہو تو تاجدار ولایت سلطان الہند کے درج ذیل ارشادات دل کی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایئے ــــ

حضرت خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں ــــ

عارفاں را مرتبہ ایست چوں بداں مرتبہ رسند جملگی عالم وانچہ در عالم ست میان دو انگشت خود بہ بینند ــــ فرمود عارف آنست کہ ہرچہ خواہد پیش او آید و یا ہر کہ سخن کند جواب از او بشنود ــــ

اہل عرفاں کا ایک ایسا مقام ہے کہ جب وہ اس مقام پر فائز ہوتے ہیں تو کائنات اور موجودات کائنات کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان ملاحظہ فرماتے ہیں ــــ فرمایا! عارف وہ ہے کہ جس کی خواہش کرتا ہے سامنے آجاتا ہے اور جو کلام کرتا ہے اس کا جواب پالیتا ہے ــــ

فرمود کہ کمترین پایہ و درجہ عارف در محبت آنست کہ صفات حق در وی بود و کمال درجہ عارف در محبت آنست کہ اگر کسے بر وے بدعوی آید آں را بقوت کرامت ملزم گرداند۔[1]

فرمایا ــــ محبت میں عارف کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ تجلیات الٰہی اس میں آشکارا ہو جائیں اور محبت میں عارف کا نقطہ عروج یہ ہے کہ اگر کوئی اس پر چیلنج کرے تو اس کو بزور کرامت گرفتار و سرنگوں کر دے ــــ

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز بلاشبہ عشق و عرفان کے ان تمام مقامات پر فائز تھے ہفتاد اولیاء کے مصنف آپ کا ایک کرامت آثار تصرف نقل فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں ــــ

ایک شخص نے خواجہ فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میری زندگی بڑی تنگ دستی میں گزر رہی تھی میں نے خواجہ غریب نواز کی طرف رجوع کیا خواب دیکھا کہ آپ نے تشریف لاکر مجھے چھ روٹیاں عنایت کیں وہ دن ہے اور آج کا دن ساٹھ برس گزر چکے ہیں ہر روز مجھے ضرورت کے مطابق خرچ مل جاتا ہے میں اور میرے تمام گھر والے آرام اور آسودگی میں زندگی بسر کرتے ہیں ــــ بابا صاحب نے فرمایا کہ وہ خواب نہ تھا فضل الٰہی تھا سر اولیاء نے تجھ پر کرم فرمایا اور تیری عسرت رفع ہو گئی[2]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد گرامی شاہ عبد الرحیم حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کے فیضان روحانی (جو خود ان پر ہوا) کو بیان فرماتے ہیں ــــ

حضرت خواجہ معین الدین کو میں نے دیکھا کہ گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک چراغ روشن ہے لیکن اس چراغ کی بتی حرکت کی محتاج تھی تاکہ تازہ ہو کر روشنی پھیلا سکے، مجھے انھوں نے اس خدمت پر مامور فرمایا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا ــــ اس کے بعد اپنی خاص نسبت مجھے عنایت فرمائی اور اس واقعہ کی تعبیر بھی اجازت طریقہ تھی ــــ[3]

---

[1] شاہ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار ص ۲۳ [2] ہفتاد اولیاء ص ۲۹۷

[3] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، انفاس العارفین (اردو) مکتبۃ الفلاح دیوبند ص ۱۰۵

مفتی اعظم ہند بریلوی کے مرشد طریقت حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں برکاتی مارہروی فرماتے ہیں
غوث اعظم کا ارشاد ہے "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" میرا قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر یہ کلمات
حق حضرت نے اللہ کے حکم سے بحالت ہوش ارشاد فرمائے .... حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مقولہ
جمہور اولیاء اللہ کی تصانیف سے ہم تک پہنچا ہے خصوصاً خواجہ بزرگ سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو بالاتفاق سارے اولیاء ہند سے زیادہ شرف و بزرگی رکھتے ہیں اور فضیلت میں سب سے
ممتاز ہیں ــــ انھوں نے جب حضور غوث اعظم کا مقولہ سنا تو اسی وقت خواجہ بزرگ پر کیفیت طاری ہوئی
اور اس حال میں ارشاد فرمایا حضور کا قدم میرے سر آنکھوں پر ــــ [1]

اس واقعہ سے جہاں حضرت غوث اعظم کی عظمت کا پتہ چلتا ہے وہیں حضرت خواجہ غریب نواز کے بلند پایہ مقام ولایت و روحانیت کا ناقابل شکست ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے حضرت خواجہ غریب نواز ان دنوں نوجوان تھے اور خراسان کی کسی پہاڑی کی غار میں ریاضت و مجاہدہ فرمارہے تھے ــــ [2]

حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنی روحانی قوتوں، دعوت و تبلیغ کی مسلسل کوششوں اور اپنے باکمال خلفاء کی کاوشوں سے ہندوستان کے چپے چپے کو نور اسلام سے روشن و منور کردیا آپ برصغیر میں سلسلہ چشتیہ کے بھی پیش رو اور مربی اعلیٰ ہیں آپ ہی کے دم قدم سے برصغیر میں چشتیہ سلسلہ کی خوشبو پھوٹی اور ہر گوشہ ہند معطر ہوگیا ــــ ہندوستان میں اشاعت اسلام کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ارض ہند میں اشاعت اسلام کا سب سے اہم کارنامہ چشتیہ سلسلہ کے صوفیاء اور مشائخ نے انجام دیا اور ان اساطین چشت کے تاجدار سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز ہیں ــ

سلسلہ چشتیہ کا آغاز و ارتقا

برصغیر میں سلسلہ چشتیہ کے بانی کی حیثیت سے سلطان الہند حضرت خواجہ حسن سنجری متعارف ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلسلہ چشتیہ کی ترویج و اشاعت سب سے زیادہ آپ کے وجود مسعود سے ہوئی لیکن سلسلہ چشتیہ کے حقیقی بانی شیخ ابو اسحٰق شامی متوفی ۳۲۹ھ / ۹۴۰ء ہیں ــ

چشت خراسان کے ایک مشہور شہر کا نام ہے وہاں کچھ اہل دل، ارباب طریقت نے رشد و ہدایت اور اصلاح و تربیت کا مرکز قائم کیا وہ نظام تربیت و ہدایت اس مقام کی نسبت سے سلسلہ چشتیہ کہلانے لگا اس نظام کے سرخیل و مقتدا شیخ ابو اسحٰق شامی تھے اور انھوں نے ہی سب سے پہلے اپنے نام کے ساتھ اس نظام تربیت کی نسبت سے لفظ "چشتی" لکھا بعض روایات کے مطابق آپ کا مولد و مسکن بھی شہر "چشت" تھا ممکن ہے کہ اپنے وطن مالوف کی نسبت سے آپ نے چشتی لکھنا شروع کیا ہو ۔

مولانا رحیم بخش اپنی تصنیف "شجرۃ الانوار" میں لکھتے ہیں ــــ

---

[1] سید شاہ ابوالحسین نوری، سراج العوارف (اردو) المجمع المصباحی مبارکپور ص ۳۹-۱۴۱

[2] عبدالقادر بن محی الدین اربلی، تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر بحوالہ سراج العوارف ص ۴۲

واں دو مقام اندیکے شہریست درمیان ولایت خراسان قریب ہرات — دوچشت دویم دہیست در ولایت ہندوستان درمیان اوچ وملتان — وخواجگان چشت درچشت خراسان بودہ اند — [1]

چشت نام کے دو مقام ہیں ایک شہر ہے جو ہرات کے قریب خراسان میں ہے اور دوسرا ہندوستان میں اوچ اور ملتان کے درمیان ایک گاؤں ہے (اب پاکستان میں) خواجگان چشت خراسان والے چشت کے تھے —

امام احمد رضا بریلوی نے منقبت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی میں اسی خراسان والے چشت کا ذکر کیا ہے

مزرع چشت وبخارا وعراق واجمیر ؛ کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

شیخ ابواسحٰق شامی مشائخ کبار سے گزرے ہیں آپ کی قبر شہر عکہ میں ہے جو مملکت شام میں واقع ہے [2] — آپ مرید ہونے کی غرض سے ملک شام سے شیخ المشائخ حضرت خواجہ علو دینوری کی بارگاہ میں بغداد پہنچے، حضرت خواجہ نے دریافت کیا نام کیا ہے آپ نے جواب دیا مجھے ابواسحٰق شامی کہتے ہیں حضرت نے فرمایا —

از امروز ترا ابواسحٰق چشتی خوانند کہ خلائق چشت ودیار آں از تو ہدایت یابند وہر کہ سلسلہ ارادت تو درآید آنہارا نیز تاقیام قیامت چشتی خوانند [3]

آج سے لوگ تجھے ابواسحٰق چشتی کہیں گے، چشت اور اس کے علاقے کے لوگ تجھ سے رہنمائی پائیں گے اور جو تیرے سلسلہ ارادت میں داخل ہوگا اس کو بھی قیامت تک چشتی کہہ کر پکاریں گے۔

حلقہ ارادت میں داخل فرماکر تربیت کے بعد حضرت شیخ علو دینوری نے آپ کو چشت بھیج دیا اس سے خواجگان چشت اہل بہشت کا ظہور ہوا —

نفحات الانس میں ہے —

شیخ ابواسحٰق شامی چشت تشریف لے گئے تھے اور خواجہ احمد ابدالی نے جو چشت کے مشائخ کبار سے ہیں ان کی صحبت سے فیض اٹھایا ہے اور ان سے تربیت بھی حاصل کی ہے [4]

سیر الاولیاء میں حضرت شیخ ابواسحٰق شامی کی شان میں حسب ذیل اشعار درج ہیں جن سے حضرت ممدوح کی شان عبقریت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

دبہ اقتدی من اهل چشت شیوخهم ؛ کل ولی اللہ فی میلادہ
منهم ابواسحٰق اکبر شیخهم ؛ طود سما من اشمخ اطوادہ
اضحی ھداۃ الدین یتبعونہ ؛ لا یعدلون النهج فی معتادہ [5]

---

[1] مولانا رحیم بخش خلیفہ حضرت فخر الدین دہلوی، شجرۃ الانوار (قلمی) سن کتابت ۱۲۸۱ھ
[2] نفحات الانس اردو مولانا عبدالرحمٰن جامی مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ص۵۵۸
[3] مرآۃ الاسرار اردو ص۳۷۱ مطبوعہ جام نور دہلی، لطائف اشرفی فارسی، خزینۃ الاصفیاء جلد ۱ ص۲۴۰
[4] مولانا عبدالرحمٰن جامی، نفحات الانس اردو مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ص۵۵۸
[5] سیر الاولیاء فارسی ص۴۰

ترجمہ ــــ اہل چشت کے مشائخ میں سے تمام اولیاء اللہ نے ان کے میلاد میں اقتدا کی ــــ ان میں ابو اسحٰق سب سے برگزیدہ ہیں جیسے اونچے پہاڑوں میں سب سے بلند چوٹی پہاڑ، وہ ایسی صبح درخشاں ہیں کہ رہبران دین ان کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی روش سے سرمو انحراف نہیں کرتے ــــ

حضرت خواجہ ابو اسحٰق چشتی مکاشفات کے پوشیدہ رکھنے میں بے حد کوشش فرماتے تھے اس لئے آپ نے صورت صحو اختیار کر رکھی تھی تاکہ عوام آپ کے کمال حال سے مطلع نہ ہوں اور صوفیاء کے نزدیک یہ مقام بہت بلند ہے۔[1]

آپ کی تاریخ وصال ۱۴ ربیع الآخر ۳۲۹ھ / ۹۴۰ء ہے[2]

برصغیر میں سلسلہ چشتیہ کے بانی اور مبلغ اعظم

برصغیر میں سلسلہ چشتیہ کا فیضان سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری کے ورود مسعود سے جاری ہوا آپ نے اپنی حکمت عملی، جانگسل جدوجہد اور خداداد کشف و کرامات کے ذریعہ نور اسلام بھی پھیلایا اور اصلاح حال اور تزکیہ نفس کا حیرت انگیز کارنامہ بھی انجام دیا مسلمانان برصغیر کی گردنیں آپ کے احسانات کے بار گراں سے آج بھی بوجھل ہیں اب ذیل میں پیش خدمت ہے منزل بہ منزل آپ کے سفر حیات کی سرگزشت ــــ

ولادت باسعادت

حضرت سلطان الہند غریب نواز کی ولادت باسعادت ۵۳۷ھ کو بمقام سجستان ہوئی اسی نسبت سے آپ کو سجزی کہا جاتا ہے۔ تذکرہ نگاروں کے درمیان آپ کے سال ولادت میں خاصا اختلاف ہے لیکن اہل تحقیق نے ترجیح ۵۳۲ھ ہی کو دی ہے۔

مقام ولادت سے متعلق تاریخ فرشتہ میں ہے ــــ

تولد او در بلدہ سجستان بود[3]	ان کی ولادت شہر سجستان میں ہوئی

تزک جہانگیری میں ہے ــــ

مولد آں جناب سیستان است ازیں جہت ایشاں را سنجری نویسند کہ معرب سنگری است[4]	حضرت کی جائے پیدائش سیستان ہے اسی نسبت ان کو سنجری لکھتے ہیں جو کہ سنگری کا معرب ہے ــــ

انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں ــــ

---

[1] شیخ عبدالرحمٰن چشتی، مرآۃ الاسرار (اردو) بحوالہ سیر الاولیاء مطبوعہ جام نور دہلی ص ۳۷۴

[2] خزینۃ الاصفیاء، تاریخ مشائخ چشت ص ۱۳۶

[3] تاریخ فرشتہ جلد ۲ ص ۳۷۵ [4] تزک جہانگیری ص ۲

سنجری بکسر سین و سکون جیم و کسر راے معجمہ نسبت بسیستان، سیستان را بزبان عربی سجستان و سنجر گویند و ایں تعریب است و ابدال سین بزا از تغیرات تعریب است [1]

سنجری سین کے کسر، جیم کے سکون اور رائے معجمہ کے کسر کے ساتھ سیستان کی طرف نسبت ہے سیستان کو عربی زبان میں سجستان اور سنجر کہتے ہیں اور یہ تعریب ہے اور سین کا زاے بدلنا تعریب کے تغیرات سے ہے۔

لیکن اردو داں طبقے میں "سنجری" زبان زد عوام و خواص ہے اور یہی مناسب و فصیح بھی ہے۔

جناب وحید احمد مسعود لکھتے ہیں۔

حضرت والا کی جائے ولادت سیستانی سنجر تھا اور اسی پر اجتماع بھی ہے عربی داں حضرات کا سجستان کے اس قصبہ سنجر کو "سجز" کہنا صحیح ہے لیکن ترکوں نے سجرستان کے قصبے کو "سنجر" کہا تو غلط نہیں کہا [2]

لہٰذا صباح الدین عبد الرحمٰن کا بزم اولیاء کے صفحہ ۲۵ کے حاشیہ میں یہ لکھنا کہ "راقم الحروف کے خیال میں سنجری کتابت کی غلطی ہے جو عوام و خواص میں پھیل گئی ہے" بلاشبہ خیال فاسد ہے۔

عہد طفولیت اور سلسلہ نسب

عہد طفولیت خوشحالی اور نیک نامی کے ساتھ گزرا بروایت ہفتاد اولیاء آثار ولایت و عرفاں بچپن ہی سے ناصیۂ سعادت پر نمایاں تھے اللہ تعالیٰ نے دولت و ثروت سب کچھ دے رکھی تھی ناز و نعم کے ساتھ پلے بڑھے تھے دو بھائی تھے [3]

آپ کے والد گرامی خواجہ غیاث الدین علیہ الرحمہ بڑے متقی و پرہیزگار تھے ابھی حضرت سلطان الہند کی عمر پندرہ برس ہی تھی کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا [4] ترکۂ پدری سے ایک پر فضا باغ اور ایک پن چکی حصے میں آئی ان دونوں کی آمدنی ان کا اطمینان بخش ذریعہ معاش تھا لیکن تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں خراسان کی سیاسی حالت انتہائی بدتر تھی بعض روایات کے مطابق آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی لیکن یہ روایت کہ "۹ برس کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کرلیا اور ۱۴ سال کی عمر میں تفسیر و حدیث اور فقہ کی تعلیم سے فارغ ہو گئے" قطعاً بے اصل ہے قابل استناد اور متداول تذکروں میں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی آپ نے باضابطہ تعلیم کا آغاز والد ماجد کے وصال کے بعد کیا ہے اور وقت وصال آپ کی عمر باختلاف روایات بارہ، چودہ یا پندرہ برس تھی اور آخری روایت راجح ہے۔

آپ نجیب الطرفین سید تھے آپ کا نسب نامۂ پدری حسب ذیل ہے۔

خواجہ معین الحق والدین بن غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید احمد حسین بن سید طاہر بن سید عبد العزیز بن سید ابراہیم بن سید محمد مہدی بن امام حسن عسکری بن امام نقی بن امام تقی بن امام موسیٰ رضا بن امام جعفر بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین

---

[1] شاہ ولی اللہ دہلوی، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، مطبع احمدی دہلی ص۸۸

[2] وحید احمد مسعود، سوانح خواجہ معین الدین چشتی ص۴۰

[3] ہفتاد اولیاء ص۲۸۹ [4] شیخ عبد الرحمٰن چشتی مرآۃ الاسرار اردو ص۵۹۳، سیر العارفین، مونس الارواح

بن امام حسین بن حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ بی بی ماہ نور بھی انتہائی عابدہ اور زاہدہ تھیں، ان کی کنیت ام الورع اور لقب خاص الملکۃ تھا

حضرت خواجہ غریب نواز کا نسب نامہ مادری اس طرح ہے۔

خواجہ معین الحق والدین، بن بی بی ماہ نور بنت سید داؤد بن عبد اللہ اسمٰعیل بن سیدنا ہد بن سید مورث بن سید داؤد بن سید موسیٰ بن سید عبد اللہ غنی بن سیدنا حسن مثنیٰ بن امام حسن بن سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ بی بی ماہ نور کا بیان ہے کہ جب معین الدین حسن میرے شکم میں تھے تو بڑے عجیب وغریب خواب دیکھتی تھی گھر میں خیر و برکت تھی میرے دشمن میرے دوست بن گئے تھے، اطمینان وانبساط سے میرا دل معمور ہو گیا تھا [۱]

مثل مشہور ہے کہ "بچے کے پیر پالنے میں معلوم ہو جاتے ہیں" آپ اپنے بچپن کے خوش گوار ایام میں بھی نیک طبع، خوش خلق پیکر صبر و رضا اور شان غریب نوازی کے حامل تھے۔

معین الاولیاء کے حوالے سے عہد طفولیت میں ان کی شان غریب نوازی کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز اپنے عہد طفلی میں ایک مرتبہ عید کے موقع پر نہایت ہی عمدہ لباس زیب تن کئے ہوئے نماز دوگانہ ادا کرنے عیدگاہ کی جانب تشریف لے جارہے تھے، راستے میں آپ کی نگاہ ایک لڑکے پر پڑی وہ لڑکا اندھا تھا اور پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھا آپ اس لڑکے کو دیکھ کر رنجیدہ ہوئے اور فوری طور پر شان غریب نوازی کو جوش آیا آپ نے اپنے کپڑے اتار کر اس غریب اور اندھے لڑکے کو دے دیئے اور خود پرانے کپڑے پہن کر اس لڑکے کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ [۲]

فیضان نظر

حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز اپنے موروثی باغ میں درختوں کو پانی دے رہے تھے وہیں ایک مجذوب ابراہیم قندوزی رہتے تھے حسن اتفاق مجذوب کا گزر ان کے باغ میں ہوا وہ دوڑے اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور درختوں کے سایہ میں بٹھایا، انگوروں کا گچھا ان کی بارگاہ میں پیش کیا اور خود دو زانوں ہو کر انتہائی مؤدب ان کے سامنے بیٹھ گئے درویش ابراہیم قندوزی نے خوش ہو کر اپنی بغل سے تھوڑی سی کھلی نکالی دانتوں سے چبائی اور منہ سے نکال کر اپنے ہاتھ سے حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے منہ میں ڈال دی، جیسے ہی آپ نے وہ کھلی کھائی کہ ایک نور ان کے اندر روشن ہو گیا اور پورے طور پر املاک اور گھر کی جانب سے ہٹ گیا [۳]

حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے کاروان حیات کا یہ سب سے اہم ترین اور انقلاب آفریں موڑ تھا دل کی زمین تو پہلے ہی ہموار اور زرخیز

---

[۲] سید نظیر علی اجمیری، معین الاولیاء چشتیہ پبلیکیشنز اجمیر ص ۳۶-۳۸

[۳] حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین خزینۃ الاصفیاء ص ۳۵

تھی بارشِ کرم کے چند قطرے پڑتے ہی سر سبز و شاداب ہو کر لہلہا اٹھی، دنیاداری کے تمام بندھن ٹوٹ کر بکھر گئے اب خانۂ دل میں نہ گھر کی محبت باقی رہی اور نہ موروثی جائداد کی آب و تصرف۔ بس شوق و ولولہ موجزن تھا کہ جس طرح بھی ہو علوم نبویہ اور معارف ربانی میں کمال حاصل کیا جائے، دو تین روز کے بعد پوری جائداد و املاک فروخت کرکے اس کی رقم درویشوں میں تقسیم فرمائی اور قافلہ شوق اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے جادہ پیما ہوگیا۔

سمرقند و بخارا کی درسگاہوں میں

اس وقت سمرقند و بخارا میں دینی علوم و فنون کی شہرہ آفاق درسگاہیں تھیں حضرت خواجہ غریب نواز نے علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے انھیں مقامات کا انتخاب کیا حامد بن فضل اللہ جمالی کے بقول "وہ ایک زمانے تک سمرقند و بخارا میں رہے، قرآن کریم حفظ کیا اور ظاہری علم پڑھا[1] مرآۃ الاسرار[2] ہفتاد اولیاء[3]، جواہر فریدی، آب کوثر[4] وغیرہ کتب میں علوم ظاہری کی تحصیل کا تو ذکر ملتا ہے لیکن احوال طالب علمی، اساتذہ اور مدت تعلیم کے سلسلہ میں خاموش ہیں ذیل میں عہد طالب علمی اور مبلغ علم ظاہری کے متعلق سے چند عبارتیں پیش خدمت ہیں لیکن ان میں بجائے خود سخت انتشار ہے۔

معین الاولیاء میں ہے۔

اس زمانے میں بغداد، سمرقند اور بخارا اسلامی علوم کے مرکز تصور کئے جاتے تھے، چنانچہ غریب نواز سب سے پہلے خراسان میں رونق افروز ہوئے، خراسان میں ٹھہرنے کے بعد آپ توکل بخدا سمرقند جانے والی سڑک پر چل دیئے اور وہاں کے نامور مولانا شرف الدین سے آپ نے جملہ علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی اور بہت جلد علوم ظاہری پر دسترس حاصل کرلی۔ آپ سمرقند سے بخارا پہنچے اور وہاں کے شہرہ آفاق عالم مولانا حسام الدین بخاری کی شاگردی حاصل کی،...... اکثر روایات کے مطابق سمرقند و بخارا میں حضرت کا زمانۂ قیام مجموعی طور پر پانچ سال ہے[5]

تذکرۃ المعین فی ذکر الکاملین میں ہے۔

بغرض تحصیل علم حقہ راہ خراسان لی وہاں قرآن مجید حفظ کیا، پھر سمرقند ہوتے ہوئے بخارا پہنچے اور مولانا حسام الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چونتیس سال تحصیل علم ظاہری، فقہ و تفسیر اور حدیث میں مشغول رہے[6]

زندگی موڑ مڑتی ہے

جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اصفہان، سمرقند اور بخارا کی درسگاہوں میں علوم نبویہ کی تکمیل کرچکے تو احسان و تصوف

---

[1] حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین اردو

[2] عبدالرحمٰن چشتی، مرآۃ الاسرار (اردو) مکتبہ جام نور دہلی ص ۵۹۴ [3] ہفتاد اولیاء ص ۲۸۹

[4] شیخ محمد اکرام، آب کوثر، ادبی دنیا دہلی ص ۱۹۹ [5] سید نظیر علی ایم۔ اے، معین الاولیاء چشتیہ پبلیکیشنز اجمیر ص ۲۰-۲۱

[6] غلام زین العابدین تذکرۃ المعین فی ذکر الکاملین، مطبع معینیہ اجمیر باب دوم ص ۲

کے درس، مدارج عرفاں اور مقامات ولایت کے حصول کے لیے کسی عارف باللہ، بافیض مقتدر، اور برگزیدہ شخصیت کی تلاش میں رخت سفر باندھا ــــ ان دنوں عراق مرکز روحانیت بنا ہوا تھا اندھیری رات کا مسافر صبح فروزاں کی تلاش میں عراق لے جانے والی ڈگر پر چل دیا، خوشبوئیں ملتی گئیں اور قافلہ شوق کشاں کشاں آگے بڑھتا رہا جب شیخ الشیوخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا شہرہ سنا تو پابہ جولاں قصبہ ہرون لے پہنچے جو نیشاپور کے نواح میں ہے تو دل بے قرار کو قرار مل گیا اور شیخ طریقت، تاجدار ولایت خواجہ عثمان ہارونی کی زیر تربیت عبادت و ریاضت، تزکیہ نفس اور اصلاح حال میں مشغول ہو گئے اور مدارج معارف اور مقامات ولایت کی منزلیں طے کرنے لگے ــــ حضرت خواجہ غریب نواز اپنے مرشد خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں کتنے دنوں تک سفر و حضر میں ساتھ رہے اس سلسلہ میں مختلف روایتیں ہیں ــــ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کی اپنی روایت انیس الارواح میں یہ ہے ــــ

اسی طرح دس سال تک میں خواجہ صاحب کی خدمت میں سفر کرتا رہا پھر وہ بغداد میں گوشہ نشیں ہو گئے اور میں دس سال تک لوٹا اور چادر سر پر لپیٹ کر سفر کرتا رہا پھر میں بھی بغداد آکر گوشہ نشیں ہو گیا اور مجھے حکم ہوا کہ کچھ مدت تک باہر نہیں نکلوں ــــ ۲

اخبار الاخیار میں ہے ــــ

بست سال در خدمت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ بود در سفر و حضر جامہ خواب خواجہ نگاہ داشتی، انگاہ بنعمت خلافت مشرف گردید ــــ ۳

بیس برس تک خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کی خدمت میں رہے اور سفر و حضر میں بستر کی نگرانی کی پھر کہیں خلافت کی نعمت سے شرفیاب ہوئے۔

سبع سنابل ۴ سیر الاولیاء، سیر الاقطاب، مونس الارواح اور سفینۃ الاولیاء میں بھی بیس سال کی روایتیں ہیں اور ہفتاد اولیاء ۵ میں بیس سال چھ ماہ کی مدت تحریر کی ہے لیکن سیر العارفین اور پھر مراۃ الاسرار ۶ میں دو ڈھائی سال کی مدت بتائی گئی ہے بیس سال والی روایتیں زیادہ قوی معلوم ہوتی ہیں اور " انیس الارواح " کی شہادت بھی انھیں کے کھاتے میں جاتی ہے ــــ

---

۱ سیر العارفین میں " ہرون " ہے خیر المجالس میں ہے خواجہ فرمود کہ ہارونی نیست ہرونی است ہرون دیہی است خواجہ در آں دہ بود بحوالہ سیر الاقطاب ص۱۰۲ ــــ لیکن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ ظاہر نزد فقیر آنست کہ نام وطن خواجہ عثمان " ہرنو " است و ہارونی نسبت باوست بخلاف قیاس مشہور، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص۸۸ میرے خیال میں لفظ " ہارونی " کثرت استعمال اور مشہور ہونے کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے ــــ مصباحی

۲ خواجہ معین الدین چشتی ملخصاً انیس الارواح اردو مکتبہ جام نور دہلی ص۳

۳ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار فارسی ص۲۲

۴ میر عبد الواحد بلگرامی، سبع سنابل اردو، رضوی کتاب گھر دہلی ص۴۳۷

۵ ہفتاد اولیاء ص۲۸۸

۶ شیخ عبد الرحمن چشتی، مراۃ الاسرار، مکتبہ جام نور دہلی ص۵۹۴

رسم بیعت وخلافت

یہ امر تو ابھی تحقیق طلب ہے کہ مرشد کی بارگاہ میں اس طویل المیعاد مدت قیام میں خواجہ غریب نواز کو خلافت و اجازت سے کب سرفراز کیا گیا، ابتدائی ملاقات میں، درمیان میں یا وقت رخصت ۔۔۔

چند اہل قلم نے تاریخ بیعت کے سلسلہ میں رائے زنی کی ہے جو ہدیہ قارئین ہے ۔۔۔

سوانح معین الدین چشتی کے مصنف کی رائے ہے کہ بیعت ۵۵۹ھ میں ہوئی[۱] اور مولف معین الارواح کا خیال ہے کہ بیعت ۵۶۲ھ میں ہوئی[۲]

بزم بیعت وخلافت کی مکمل سرگذشت موجود ہے جس کے راوی خود سلطان الہند خواجہ غریب نواز ہیں دل و دماغ کی مکمل یکسوئی کے ساتھ اس محفل ذکر وفکر اور بزم سوز وساز کی کہانی خود پروانۂ شمع محفل کی زبانی سنیئے ۔۔۔

سرزمین عراق پر حضرت جنید بغدادی کی مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی جلوہ فرما ہیں اردگرد ارباب طریقت اور مشائخ اسلام تشریف فرما ہیں میں نے مرشد کی قدم بوسی کی اور سر نیاز زمین پر رکھ دیا ۔۔۔ پھر آپ نے فرمایا دو رکعت نماز ادا کرو میں نے ادا کی، فرمایا قبلہ رو ہو کر بیٹھو میں نے حکم کی تعمیل کی فرمایا سورۂ بقرہ تلاوت کرو میں نے تلاوت کی فرمایا ۔۔۔ بیس بار کلمہ سبحان اللہ پڑھو میں نے حکم کی تعمیل کی ۔۔۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوگئے اور رخ آسمان کی طرف کیا میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا ۔۔۔ آؤ میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں یہ کہہ کر آپ نے اپنے دست مبارک سے قینچی میرے سر پر چلائی اور کلاہ چار ترکی اس فقیر کے سر پر رکھی اور گلیم خاص عطا فرمائی ۔۔۔

فرمایا ۔۔۔ بیٹھ جا میں بیٹھ گیا، پھر فرمایا سورۂ اخلاص ایک ہزار بار پڑھو میں نے تعمیل کی اس کے بعد فرمایا ہمارے سلسلہ میں ایک دن رات کا مجاہدہ ہے آج کا دن اور رات ذکر دی ہدہ میں گزارو، آپ کے فرمان کے مطابق ایک شب و روز ریاضت ومجاہدہ میں بسر کیے ۔۔۔

دوسرے دن حضرت مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوا فرمایا بیٹھ جاؤ ۔۔۔ میں بیٹھ گیا ۔۔۔ فرمایا ۔۔۔ اوپر دیکھو میں نے دیکھا فرمایا کہاں تک نظر جاتی ہے عرض کیا عرش اعظم تک ۔۔۔ فرمایا زمین کی طرف دیکھو میں نے تعمیل کی فرمایا کہاں تک دیکھ رہے ہو عرض کیا تحت الثریٰ تک اس کے بعد فرمایا، ایک ہزار بار سورۂ فاتحہ پڑھو میں نے یہ تعداد مکمل کی فرمایا پھر آسمان کی طرف دیکھو میں نے نظریں اوپر اٹھائیں فرمایا کہاں تک دیکھ رہے ہو میں نے کہا حجاب عظمت تک پھر فرمایا آنکھیں بند کرو میں بند کرلیں فرمایا آنکھیں کھولو ۔۔۔ میں نے کھول دیں پھر آپ نے اپنی دو انگلیاں میرے سامنے کیں فرمایا کیا دیکھتے ہو عرض کیا اٹھارہ ہزار جہان انگلیوں کے درمیان دیکھ رہا ہوں آپ نے فرمایا جاؤ تمہارا کام ہوگیا ۔۔۔

۱؎ وحید احمد مسعود، سوانح معین الدین چشتی ص۸۸ مشہور پریس کراچی ۱۹۶۱ء

۲؎ معین الارواح ص۲۲

حضرت کے سامنے ایک اینٹ پڑی تھی میں نے اینٹ توڑی تو مٹھی بھر سنہرے دینار بن گئے، فرمایا لے جاؤ درویشوں میں صدقہ کر دو۔ [1]

اس کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے آپ کو خلافت بخشی اپنا جانشین بنایا اور مشائخ چشتیہ کے معمولات کی تعلیم دی اس کے بعد ہاتھ پکڑ کر دعا کی، یا الٰہی معین الدین کو قبول فرما اور اپنی بارگاہ کا مقرب بنا آواز آئی اے معین الدین تم ہمارے مقبول بارگاہ ہو ہم نے تمہارا نام اپنے محبوبوں کے دفتر میں لکھا اور تمہیں مشائخ کا سردار بنایا [2]

خزینۃ الاصفیا میں ہے کہ جب مرشد نے خلافت عطا کرتے وقت سر پر چہار ترکی ٹوپی رکھی تو یہ انتہائی فکر انگیز اور نصیحت آمیز کلمات ارشاد فرمائے۔

مراد از کلاہ چہار ترکی چار ترک است اول ترک دنیا، دوم ترک عقبیٰ و سوائے ذات حق مقصود دیگر نداری، سوم ترک خورد و خواب مگر قدرے برائے سد رمق کہ از ضروریات است: چہارم ترک خواہش نفس یعنی ہر چہ کہ بگو خلاف آں کنی، وہر کہ ایں چہار چیز ترک کند پوشیدن کلاہ چار ترکی بوے سزاوار است [3]

چار ترکی ٹوپی کا مقصد چار چیزوں کا ترک ہے پہلی چیز دنیا کا ترک۔ دوسری چیز آخرت کا ترک یعنی ذات رب کے سوا کوئی دوسرا مقصد نہ ہو۔ تیسری چیز کھانے اور سونے کا ترک مگر اتنا کہ زندگی بچ سکے جو ضروری ہے۔ اور چوتھی چیز نفسانی خواہش کا ترک یعنی وہ جس کی جانب ابھارے اس کے خلاف کرے، جو ان چار چیزوں کو ترک کر سکے۔ وہ اس چار ترکی ٹوپی پہننے کا اہل ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں اس طرح ذکر کیا ہے۔

خواجہ معین الدین حسن السنجری عن خواجہ عثمان ہارونی عن الحاج شریف زندنی عن خواجہ قطب الدین مودود الچشتی عن ابیہ خواجہ ابی احمد الچشتی عن ابی اسحٰق الشامی عن الشیخ علو الدینوری عن خواجہ ہبیرۃ البصری عن خواجہ حذیفۃ المرعشی عن السلطان ابراہیم بن ادھم البلخی عن الشیخ فضیل بن عیاض عن الشیخ عبد الواحد بن زید عن الحسن البصری عن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ [4]

مشائخ چشت کے مصنف نے خدا جانے کہاں سے لکھ دیا کہ انتباہ میں شاہ ولی اللہ دہلوی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ سلسلہ خواجہ حسن بصری کے ذریعہ حضرت علی تک نہیں پہنچتا۔

---

[1] خواجہ معین الدین چشتی، انیس الارواح مکتبہ جام نور دہلی

[2] میر عبد الواحد بلگرامی، سبع سنابل اردو رضوی کتاب گھر ص۴۳۶

[3] غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیا، جلد ۱ ص ۲۵

[4] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مطبع مجتبائی دہلی ص۸۸

عام تذکروں میں خواجہ مودود چشتی اور خواجہ ابو احمد چشتی کے درمیان خواجہ ابو یوسف چشتی اور خواجہ ابو محمد بن احمد چشتی کے اسمائے گرامی بھی ملتے ہیں اس سلسلۂ چشتیہ کو عصامی نے فتوح السلاطین میں اس طرح نظم کیا ہے۔

علی چوں ازیں کارواں رخت برد ؛ یکے خرقہ بر پیر بصری سپرد
حسن چوں سفر کرد ازیں کوچگاہ ؛ شرف یافت ازو عبد واحد کلاہ
رسیدہ ازو بر فضیل عیاض ؛ کہ شد تازہ از بوئے خلقش ریاض
وزو خرقہ بر پور ادہم رسید ؛ ملک وار آں حلہ در بر کشید
ازو یافت آں خواجۂ مرعشی ؛ حذیفہ بہ صد فرحت و دلخوشی
پس آں گہ بہ صدق ارادت ربود ؛ ہبیرہ کہ تعریفش از بصرہ بود
ازاں پس بہ خواجہ علوکش عرب ؛ بہ دینور نسبت کند در نسب
وزو خواجہ اسحٰق چشتی نژاد ؛ بہ بر در کشید آں لباس مراد
پس آں خرقہ بو احمد چشت یافت ؛ کہ خورش بہشت و ملائک بیافت
محمد کہ او نیز از چشت بود ؛ ز سودائے خوش کرد از آں مایہ سود
وزو یوسف آں پیر چشتی گرفت ؛ چو روحش ہوائے بہشتی گرفت
وزو یافت آں قطب چشتی سرشت ؛ کہ بو دست مودود مقبول چشت
وزو یافت آں آشرف الدین شریف ؛ کہ شد زندنی نسبت آں حریف
وزو یافت ہارونی عثماں بہر ؛ در آورد آں خلعت خوش بہ بر
وزو در بر آں خرقہ عہدے بعید ؛ معین الدین آں پیر سنجری کشید [1]

یادگار اسفار اور عبرت انگیز ملاقاتیں

ہندوستان تشریف لانے سے قبل حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے جن مقامات کی سیر فرمائی ان مقامات کی نامکمل فہرست یہ ہے ___ اصفہان، ہرون، سمرقند، بخارا، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بغداد شریف، جیل، ہمدان، تبریز، مہنہ، خرقان، استرآباد، ہری، سبزوار، حصار، بلخ، غزنین، کرمان، وغیرہ ان مقامات میں سیر و سیاحت کا تاریخی تسلسل کیا ہے ان مقامات میں سے ہر ایک کی مدت قیام کتنی ہے، مختلف اسفار کے احوال و کوائف کی تفصیلات کیا ہیں سفرناموں کے جدید تقاضوں کے پیش نظر ان اہم اور بنیادی سوالات کے جوابات دینے سے تقریباً تمام سوانح نگار اور تذکرہ نویس خاموش نظر آتے ہیں اور اگر کسی نے کچھ کہنے کی کوشش بھی کی ہے تو اس کی حیثیت محض قیاس آرائی اور رائے زنی کی ہے بلکہ تہ بہ تہ تاریخی تضادات سے مسائل بجائے سلجھنے کے مزید الجھتے ہوئے نظر آتے ہیں ___

---

[1] عصامی ۔ فتوح السلاطین مدراس ص ۸۰۔

ان اسفار کے حوالے سے سوانح و تذکاریں جو بکھرے ہوئے موتی دعوت نظارہ دے رہے ہیں ان میں مقدس آثار و مقامات کی زیارتیں ہیں، اساطین معرفت اور مقتدر شخصیات سے ملاقاتیں ہیں، عبرت انگیز واقعات ہیں اور دلوں کو پگھلا دینے والی رشد و ہدایت کی کیفیات ہیں ــــ ان احوال اسفار کے تناظر میں بڑے اعتماد سے کہا جا سکتا ہے کہ ایک انتہائی لطیف مگر انتہائی مضبوط ڈوری ایسی ہے جو ان مختلف اسفار کے دل آویز موتیوں کو اپنے بندھن میں باندھے ہوئے ہے ــــ اور وہ ہے ان اسفار کے مقصد کی اکائی " رضائے الٰہی اور اسباب رضائے الٰہی کی تلاش " وہ جہاں پہنچتے ہیں اسی ایک نکاتی پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کوشاں اور سرگرداں نظر آتے ہیں ــــ اور اذعان و یقین کی سب سے بلند چوٹی سے یہ اعلان کیا جا سکتا ہے کہ انھیں اپنے اس عظیم اور بلند ترین مقصد میں صد فیصد کامیابی ملی اور سفر ہندوستان انکے مقصد کی تکمیل کا نقطۂ عروج ثابت ہوا ــــ

عباراتنا شتی وحسنك واحد ٭ وکل الی ذاك الجمال یشیر

اب ذیل میں ملاحظہ فرمایئے ان اسفار کی کچھ منتخب سرگزشتیں یعنی ــــ

کہیں کہیں سے محبت کی داستاں سن لو

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ سفر میں ہوں یا حضر میں ہمیشہ اوراد و وظائف اور اپنے اشغال و اذکار میں مصروف رہتے مرآۃ الاسرار کی روایت کے مطابق " ہمیشہ مصروف عمل رہتے، سفر میں اکثر قبرستان و مزارات کے متصل ٹھہرتے روزانہ دو قرآن پاک تلاوت فرماتے جس جگہ ان کی شہرت بڑھ جاتی وہاں سے رخت سفر باندھ لیتے " دوران سفر جہاں مشائخ کبار سے اکتساب فیض فرماتے وہیں طالبان معرفت پر بارش کرم بھی فرماتے جاتے ــــ

آپ قصبہ سنجان پہنچے اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں ڈھائی سال گزارے اور قصبہ جیل ہوتے ہوئے بغداد تشریف لائے اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الملت والدین کے پیر حضرت شیخ ضیاء الدین قدس سرہٗ سے ملاقات کی اور ایک مدت تک ان کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے اس زمانے میں شیخ اوحد الدین کرمانی بغداد میں سلوک کے ابتدائی مراحل طے کر رہے تھے، حضرت مولانا جلال الملت والدین صاحب مثنوی کے خلیفہ شیخ حسام الدین چلپی سے منقول ہے کہ شیخ اوحد الدین کرمانی[1] نے خرقۂ خلافت شیخ المشائخ خواجہ معین الدین چشتی سے حاصل کیا اور شیخ شہاب الدین عمر بھی ابتدائی زمانے میں حضرت خواجہ بزرگ علیہ الرحمہ کی صحبت میں رہے اور درجۂ کمال کو پہنچے ــــ

سیر العارفین کے مصنف شیخ حسام الدین چلپی کی روایت نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ــــ

حضرت خواجہ معین الدین بغداد سے ہمدان آئے اور شیخ یوسف ہمدانی سے ملے وہاں سے تبریز کی جانب روانہ ہوئے اور شیخ جلال الدین تبریزی کے مرشد حضرت شیخ المشائخ ابوسعید تبریزی سے ملاقات کی وہ ایک عالی مجد اور متوکل بزرگ تھے، حضرت نظام الدین اولیاء کے بقول حضرت ابوسعید کے ستر کامل مرید تھے جیسے شیخ جلال الدین تبریزی وغیرہ[2]

---

[1] شیخ اوحد الدین کرمانی (ف ۶۳۴-۵۰) کے لئے دیکھئے نفحات الانس ص ۳۸۶-۳۸۷ خزینۃ الاصفیاء ۲- ص ۲۶۵

[2] حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین اردو

شیخ اوحدالدین کرمانی کی ہم سفری کا ایک عبرتناک واقعہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ دلیل العارفین میں فرماتے ہیں۔
ایک بار ملک کرمان میں شیخ اوحدالدین کرمانی کے ہمراہ سفر میں تھا ایک عمر رسیدہ عابد شب زندہ دار کو دیکھا میں نے ان جیسا کوئی عابد و ذاکر نہیں دیکھا، میں نے انھیں سلام کیا اور دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کے بدن میں صرف روح ہی روح ہے گوشت پوست بالکل نہ تھا ہم نے ان کی اس حالت کے بارے میں دریافت کرنے کا ارادہ کیا تو وہ اپنی روشن ضمیری سے ہمارے ارادے سے باخبر ہو گئے اور ہمارے سوال کرنے سے قبل اپنا جواب شروع کر دیا۔

اے درویش! ایک روز ہم اپنے دوست کے ساتھ قبرستان پہنچے اور یہ دو نفری قافلہ ایک قبر کے پاس ٹھہر گیا، دوست سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی کہ میں قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ قبر سے آواز آئی۔ اے غافل! جس کو ایسا مقام درپیش ہو اس کا حریف ملک الموت ہو اور اس کا غمخوار زیر خاک سانپوں اور بچھوؤں کے جنگل میں گرفتار ہو اسے ہنسنے ہنسانے سے کیا سروکار۔ میں نے یہ (عبرتناک) بات سنی تو آہستہ سے اٹھا دوست کا ہاتھ چوم کر اسے رخصت کیا وہ اپنے گھر گیا اور میں بہ نیت عبادت اس غار میں گوشہ نشین ہو گیا، اس دن سے مجھ پر ایک ہیبت کا عالم طاری ہے اور خوف سے میری جان گھلتی جا رہی ہے۔ آج چالیس برس ہونے کو آئے اس دوران نہ میں ہنسا ہوں اور نہ شرمندگی سے سر آسمان کی جانب اٹھایا ہے کہ کل روز محشر کیا منہ دکھاؤں گا۔[1]

دلوں کو پگھلا دینے والی ایک ملاقات کی سرگزشت

خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں
ایک روز ہم اپنے مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ سیوستان کے سفر میں تھے ایک کٹیا میں پہنچے جہاں ایک درویش شیخ صدرالدین محمد احمد سیوستانی رہتے تھے وہ حد سے زیادہ یاد الٰہی میں مستغرق رہتے، میں کئی روز ان کی خدمت میں رہا، جو ان کی جھونپڑی میں آتا محروم نہ جاتا، عالم غیب سے کچھ نہ کچھ ضرور عنایت کرتے۔ فرماتے! میرے حق میں دعائے خیر کرو کہ میں اپنا ایمان قبر تک سلامت لے جاؤں یہ میری سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔ وہ بزرگ جب موت اور قبر کی ہیبت ناک باتیں سنتے تو بید کی طرح کانپنے لگتے اور روتے روتے ان کی آنکھوں سے خون بہنے لگتا جیسے کسی چشمہ سے پانی بہ رہا ہو، یہ گریہ سات سات دن تک بند نہ ہوتا، آسمان کی طرف دیکھ دیکھ کر روتے ان کے رونے سے رونا آتا۔ جب رونے سے فارغ ہوئے تو میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

اے عزیز! جسے موت آنی ہے اور ملک الموت اس کا حریف ہے اور قیامت اس کے سر سے گزرتی ہے اسے سونے، ہنسنے اور مطمئن اور خوش دل رہنے سے کیا کام۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا!
اے عزیز! اگر تمہیں ان لوگوں کا ذرا بھی حال معلوم ہو جو زیر خاک قبر کی کوٹھری میں ہیں اور چیونٹیوں اور سانپوں کی

---

[1] خواجہ معین الدین چشتی، دلیل العارفین مجلس چہارم ص۱۵

گرفت میں ہیں تو کھڑے کھڑے نمک کی طرح پگھل کر پانی بن جاؤ، جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے ___ اس کے بعد فرمایا اے عزیزو! میں نے سیر بصرہ کے دوران ایک بزرگ کو دیکھا جو یاد الٰہی میں ڈوبے ہوئے تھے، میں ان کے ساتھ قبرستان گیا وہ صاحب کشف تھے ایک قبر کے پاس ہم دونوں بیٹھ گئے نظریں اٹھائیں تو دیکھا کہ فرشتے اس مردے کو سخت عذاب دے رہے ہیں وہ بزرگ دیکھتے ہی نعرہ مار کر گر پڑے، نبضیں ٹٹولیں تو معلوم ہوا کہ روح کا پرندہ قفس عنصری سے پرواز کر چکا ہے اور چند ساعتوں میں ان کا بدن نمک کی طرح پگھلا اور غائب ہو گیا، خوف الٰہی کی یہ کیفیت جو اس بزرگ میں ہم نے دیکھی آج تک نہ کہیں دیکھی اور نہ سنی ___ [1]

سفر بغداد میں ایک تارک الدنیا بزرگ سے ملاقات

حضرت سلطان الہند فرماتے ہیں ___

قیام بغداد کے دوران ایک روز میں دجلہ کے کنارے ایک جھونپڑی میں گیا، اس میں ایک بزرگ مقیم تھے، میں نے سلام کیا انھوں نے اشارے سے جواب دیا اور بیٹھ جانے کو کہا تھوڑی دیر بعد میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا ___

پچاس سال ہوئے دنیا سے کنارہ کش ہو کر گوشہ تنہائی میں بیٹھا ہوں میں بھی تمہاری طرح سفر کرتا پھرتا تھا سفر کے دوران میرا گزر ایک شہر سے ہوا اور ایک دنیا دار شخص کو دیکھا جو بازار میں کھڑا ہوا لین دین کرتا اور خریداروں سے بڑی سختی سے پیش آتا میں نے اس مالدار شخص سے کچھ نہ کہا اور اپنی راہ لی ___ ندا آئی، اگر تو اس شخص کو مردار دنیا سے باز رکھتا اور کہہ دیتا کہ اللہ سے ڈر اور خلق خدا پر ظلم نہ کر تو شاید وہ بیڑا کہا مان جاتا، لیکن تو اس بات سے ڈر گیا کہ وہ دنیا دار شخص جو تجھ پر مہربانی کرتا ہے پھر شاید نہ کرے ___

جب سے میں شرمندہ ہوں اور خوف خدا سے اس خانقاہ میں گوشہ نشین ہوں اور قدم باہر نہیں نکالا ہے مجھے یہ خوف ہے کہ قیامت کے دن جب مجھ سے اس معاملہ کے بارے میں پوچھا جائے گا تو میں کیا جواب دوں گا، اس کے بعد سے میں نے قسم کھالی ہے کہ قدم باہر نہیں نکالوں گا کہ کسی (غلط) چیز پر نظر نہ پڑے اور کہیں میں شہادت میں پکڑا نہ جاؤں [2]

چند اسفار کا اجمالی تذکرہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے اپنے مرشد کے ہمراہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین سے شرف ملاقات حاصل کیا ___ اور انھوں نے خواجہ غریب نواز کو نصیحت فرمائی ___

تمہیں روپیہ پیسہ جو کچھ بھی ملے اپنے پاس نہ رکھنا، خدا کی راہ میں لٹا دینا تاکہ اللہ کے دوستوں میں تمہارا

[1] خواجہ معین الدین چشتی، دلیل العارفین مجلس چہارم ص۱۶

[2] خواجہ معین الدین چشتی دلیل العارفین مجلس چہارم ص۱۸

نام ہوئے ؎۱

آپ اصفہان تشریف لے گئے، تو شیخ محمود اصفہانی کی خدمت میں پہنچے یہ وہاں کے بزرگ ترین مشائخ میں تھے، خواجہ قطب الدین کاکی کا اس وقت یہ ارادہ تھا کہ شیخ محمود اصفہانی سے بیعت کرلیں لیکن جب خواجہ غریب نواز کے جمال احوال کا مشاہدہ کیا تو بے اختیار ہو کر خواجہ صاحب سے بیعت کرلی' خواجہ غریب نواز کے لئے ان سے بہتر کوئی محرم راز نہ تھا، جیسے خواجہ عثمان ہارونی کے لئے خواجہ غریب نواز سے بہتر کوئی مرید نہ تھا ؎۲

سیر العارفین، سیر الاقطاب اور خزینۃ الاصفیاء وغیرہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے ــــ کہ حضرت خواجہ غریب نواز اصفہان سے استرآباد آئے، استرآباد میں شیخ ناصر الدین استرآبادی کی صحبت سے مشرف ہوئے اس وقت ان کی عمر ۱۲۷ برس کی تھی۔ استرآباد سے ہری ہوتے ہوئے خواجہ غریب نواز سبزوار پہنچے اس وقت وہاں کے سلطان حاکم محمد یادگار تھے جو انتہائی سخت مزاج، کج طبع، فاسق وفاجر اور بدعقیدہ تھے ــــ حضرت سلطان الہند نے ان پر ایک نگاہ کیمیا اثر ڈالی اور دل کی دنیا بدل دی محمد یادگار نے سلطنت کو ٹھوکر ماری اور دنیاداری سے کنارہ کش ہو کر توبہ کی، بیعت ہوئے اور ایک خادم کی حیثیت سے حضرت خواجہ غریب نواز کے ساتھ ہوگئے اور کچھ ہی دنوں میں عارف باللہ اور صاحب ارشاد ہوگئے ــــ جب حضرت سلطان الہند حصار شادماں پہنچے تو محمد یادگار کو وہاں مسند ارشاد پر بیٹھا دیا اور پورا علاقہ ان کے حوالے کردیا سیر العارفین کے مصنف لکھتے ہیں کہ میں نے حصار شادماں جاکر محمد یادگار کے مزار کی زیارت کی ہے بڑی پرفضا جگہ پر ہے وہاں سے حصار میں قیام کرتے ہوئے بلخ آئے اور عرصے تک شیخ احمد خضرویہ کی خانقاہ میں مقیم رہے ــــ

اور کارواں جانب حجاز چلا

ان درجنوں مقامات کی سیر وسیاحت اور مشائخ کبار کی صحبتوں سے دل عشق وعرفان کا مدینہ اور انوار وتجلیات کا گنجینہ بن گیا تو اپنے مرشد کی رہنمائی میں یہ کاروان شوق جانب حجاز چل پڑا اور وہاں پہلے مکہ معظمہ حاضر ہوئے خانۂ کعبہ کا طواف کرتے اور ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے ــــ

سبع سنابل کے مصنف حضرت معین الدین چشتی کی یہ روایت نقل فرماتے ہیں ــــ

نقل ہے کہ خواجہ معین الدین نے فرمایا کہ میں حرم کعبہ میں مشغول (ذکر) تھا ہاتف نے آواز دی کہ معین الدین "ہم تم سے راضی ہیں ہم نے تمہیں اور تمہارے اہلبیت کو بخشا" میرے لئے مبارک وقت تھا میں نے عرض کیا الٰہی! میری آرزو اور بھی ہے ندا آئی طلب کرو کہ ہم بخشیں" میں نے عرض کیا کہ خدایا جو شخص معین الدین اور اس کے مریدوں کے مرید ہوں انھیں بھی بخش دے ــــ ہاتف نے آواز دی کہ معین الدین جو تمہارا اور تمہارے مریدوں کا مرید ہے قیامت تک ہم نے سب کو بخشا ؎۳

؎۱ خواجہ قطب الدین، فوائد السالکین مجلس سوم

؎۲ شیخ عبدالرحمٰن چشتی، مرآۃ الاسرار۔ مکتبہ جام نور دہلی ص ۵۹۵

؎۳ میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل اردو رضوی کتاب گھر دہلی ص ۴۳۵ ــ ۴۳۶

دیوبندی مکتب فکر کے مشہور قلم کار صباح الدین عبدالرحمٰن نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب شیخ عثمان ہارونی نے حرمین طیبین میں خدا اور اس کے رسول کی بارگاہ میں خواجہ معین الدین کے لیے دعا کی تو ندا آئی ـــــ

معین الدین دوست ماست اورا قبول کردم وبرگزیدم لے ـــــ معین الدین ہمارا دوست ہے اس کو ہم نے شرف قبول سے نوازا اور بزرگی عطا کی ـــــ

حضرت خواجہ غریب نواز ایک سچے عاشق رسول تھے پوری زندگی عشق الٰہی میں وارفتہ اور عشق رسول کے نشے میں سرشار رہی، اپنے ملفوظات میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں فرماتے۔ احادیث نبویہ بیان کرتے وقت اکثر اشک جاری ہوجاتے ـــــ اپنے ملفوظات میں ایک مقام پر فرماتے ہیں ـــــ

انسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے دن آپ سے شرمندہ ہوگا، اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا جو آپ سے شرمسار ہوگا وہ کہاں جائے گا یہ فرما چکے تو ہائے ہائے کرکے رو پڑے ؎

اپنے مرشد کے ساتھ لرزاں وترساں باادب سرجھکائے ہوئے بارگاہ رسول میں حاضر ہوئے ـــــ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر ⁂ نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اور عشق ومحبت میں ڈوب کر صلاۃ وسلام کا نذرانۂ عقیدت پیش کیا بارگاہ رسول سے جواب ملا ـــــ وعلیکم السلام یا قطب المشائخ ـــــ بارگاہ رسول کی اس عطائے خسروانہ پر حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے سجدہ شکر ادا کیا ـــــ اور خواجہ غریب نواز سے فرمایا اب تو درجہ کمال تک پہنچ گیا ـــــ

سیر الاقطاب میں ہے کہ بارگاہ رسول سے یہ ندا بھی آئی ـــــ

معین الدین مجھے پیارا ہے میں نے اسے قبول کیا اور اپنا بنایا ؎

تذکرۃ المعین میں ہے ـــــ

باادب صلاۃ وسلام پڑھتے در دولت پر حاضر ہوئے ندا آئی اے معین الدین اندر آ دست دیے خود ہوکر حاضر دربار ہوئے، جمال جہاں آرائے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے ؎

تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ آپ کو اجمیر کی ولایت بھی بارگاہ رسول سے ہی عطا ہوئی ہے جب آپ کو مراقبہ میں یہ بشارت ملی تو بہت خوش ہوئے اس وقت تک آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اجمیر کون ملک اور کس مقام پر واقع ہے اور کس طرح وہاں پہنچا جائے گا آپ آرام فرمانے کے لئے لیٹے تو خواب میں سرور کائنات نے جلوہ فرمایا اور وادی اجمیر کا قلعہ اور شہر دکھاکر تسلی و تشفی فرمائی اور اسی روز سے حضرت خواجہ غریب نواز نے سفر ہند کی تیاریاں شروع کردیں ـــــ

لے صباح الدین عبدالرحمٰن، بزم اولیاء دار المصنفین ص ۳۹

؎ خواجہ معین الدین چشتی، دلیل العارفین مجلس دوم

؎ سیر الاقطاب ص ۱۰۳

؎ غلام زین العابدین تذکرۃ المعین فی ذکر الکاملین، مطبع معینیہ اجمیر باب دوم ص ۱۲

حضرت خواجہ غریب نواز کے سلطان الہند ہونے کی پیشین گوئی غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے بھی فرمائی تھی۔ حضرت غوث اعظم کا ارشاد گرامی یہ ہے ـــ

اِنَّ ولد غیاث الدین سَبَقَ فِی وَضْعِ رقبة اولیاء اللہ و احبابه، فبتوضعه وحسن ادبه صار محبوبًا باللہ و رسوله وسیعطی زمام لتصرف الہند ۱؎

اولیاء کے مجمع میں حضرت غوث اعظم نے ارشاد فرمایا کہ غیاث الدین کے بیٹے (خواجہ غریب نواز) نے ہمارے قدم کے نیچے گردن جھکانے میں دیگر اولیاء اور اللہ کے دوستوں سے سبقت کی ـــ تو وہ اپنی انکساری اور حسن ادب کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہوگیا اور عنقریب اسے ہندوستان میں تصرفات کا منصب عطا کیا جائے گا۔

مدینہ شریف سے تاجدار کائنات کا حکم ہوا شہنشاہِ بغداد نے مملکت ہند کی قطبیت و سلطانیت کا مژدہ جانفزا سنایا اور سلطان الہند خواجہ غریب نواز انقلابات و تصرفات کی خداداد صلاحیتوں سے لیس ہوکر کفرستان ہند کی جانب عازم سفر ہوئے ـــ

حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنی گیارہویں مجلس میں عارف کی صفات بیان کرتے ہوئے اچانک اشکبار ہوکر ارشاد فرمایا "اب میں اس مقام کا سفر کرتا ہوں جہاں میرا مدفن ہے ـــ یعنی اجمیر پھر تمام لوگوں کو رخصت کیا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو ساتھ لیا ـــ اور لاہور و دہلی ہوتے ہوئے راجہ پرتھوی راج کے عہد حکومت میں اجمیر میں رشد و ہدایت کا دربار درویشی سجادیا ـــ

تصانیف

سلطان الہند حضرت غریب نواز علیہ الرحمہ حافظ قرآن اور متبحر عالم دین تھے بعض روایات میں ان کے درس حدیث کا ذکر بھی ملتا ہے ـــ تذکرہ نگاروں نے ان کی تصانیف اور شعری دیوان کا ذکر بھی کیا ہے ـــ

میر عبدالواحد بلگرامی اپنی مشہور کتاب "سبع سنابل" میں فرماتے ہیں ـــ

خواجہ معین الحق والدین حسن سنجری علم کامل رکھتے تھے، آپ کی تصانیف خراسان کے اطراف و نواح میں بہت ملتی ہیں ـ ۲؎

لیکن بعض اہل علم اور اہل قلم نے سرے ہی سے ان کی تصانیف کا انکار کیا ہے صباح الدین عبدالرحمن "بزم اولیاء" میں لکھتے ہیں ـــ

خواجہ صاحب نے کوئی مستقل تصنیف نہیں چھوڑی ۳؎

۱؎ سید شاہ ابوالحسین نوری، سراج العوارف فی الوصایا والمعارف مطبع وکٹوریا پریس بدایوں ص۱۶

۲؎ میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل اردو ناشر رضوی کتاب گھر دہلی ص۳۵

۳؎ صباح الدین عبدالرحمن، بزم اولیاء دارالمصنفین اعظم گڑھ ص۵۳

اس کی بنیاد اولیاء کرام کی شان میں ان کی اپنی روایتی گھڑی ہے یا لے دے کر حضرت نظام الدین اولیاء کی جانب منسوب یہ قول ــــ

شیخ نظام الدین می فرمود کہ من ہیچ کتابے نہ نوشتہ ام زیرا کہ شیخ الاسلام فریدالدین و شیخ الاسلام قطب الدین و از خواجگان چشت ہیچ شخصے تصنیف نہ کردہ است [1]

پہلی بات تو یہ ہے کہ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کی تصانیف کا ذکر کیا ہے جبکہ حضرت خواجہ غریب نواز کی تصانیف کا انکار کسی قلم کار نے نہیں کیا نیز بعض کتب مطبوعہ اور متداول بھی ہیں اور بعض کے قلمی نسخے بھی لائبریریوں میں محفوظ ہیں اس تناظر میں اس روایت کا پایہ استناد بجائے خود مشتبہ ہے ایسی صورت میں اکثر روایات کو نظر انداز کرکے صرف ایک روایت کی بنیاد پر نادر شاہی فرمان جاری کر دینا کہاں کی دانش مندی ہے ــــ اور اگر حضرت نظام الدین اولیاء کی جانب منسوب یہ قول مستند بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس میں شیخ الاسلام فریدالدین و شیخ الاسلام قطب الدین کی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا ذکر نہیں ہے جبکہ ایسی صورت میں سرفہرست حضرت خواجہ غریب نواز کا ذکر ہونا چاہیئے تھا ــــ اور اگر "خواجگان چشت" میں شامل مانا جائے تو کیا "خواجگان چشت" عرب و عجم کے تمام مشائخ چشتیہ شامل ہیں بصورت اثبات یہ مراد عقلاً نقلاً باطل تاریخ و سیر پر نظر رکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ بہت سے مشائخ چشت کی تصانیف موجود ہیں اور بعض مراد لینے کی صورت میں حضرت خواجہ غریب نواز کی شمولیت اس قول میں کیا ضروری ہے جبکہ ارباب علم و دانش انکی تصانیف ملفوظات اور مکتوبات کا مسلسل ذکر کرتے چلے آرہے ہیں ــــ

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء کا یہ ارشاد کسی خاص پس منظر میں صادر ہوا ہو یعنی مجلس میں کسی موضوع کے خاص مسئلہ پر گفتگو چل رہی ہو تو اسی موضوع کی جانب اشارہ کرکے فرمایا ہو کہ خواجگان چشت نے اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں چھوڑی یا یہ مراد ہو کہ تصوف کے نظریاتی مباحث پر کوئی مبسوط کتاب نہیں چھوڑی جیسا کہ پروفیسر نثار احمد فاروق اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں ــــ

اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ چشتی بزرگوں نے تصوف کے نظریاتی مباحث پر ایسی کوئی تصنیف نہیں چھوڑی جیسی مرصاد العباد، قوت القلوب، کشف المحجوب، التعرف، عوارف المعارف یا آداب المریدین وغیرہ ہیں ــــ [2]

یہ مسلم ہونے کے باوجود کہ حضرت خواجہ غریب نواز مصنف اور شاعر تھے اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انکے سرمایہ قلم میں الحاقات بھی ہوئے ہیں اور کچھ چیزیں ان کی جانب غلط منسوب بھی ہوئی ہیں اور نادان یا شاطر مہربانوں کی یہ کرم فرمائی شاہ ولی اللہ دہلوی اور بعض دیگر باکمال علماء و مشائخ کے ساتھ بھی رہی ہے لیکن تاریخ میں اس سے بھی بدتر عمل یہ ہو چکا ہے کہ بعض لوگوں نے اپنی زندگی میں ہی دوسروں کی کتابیں اپنی جانب منسوب کر لیں جیسا کہ مولوی اشرف علی

---

[1] خواجہ نصیر الدین محمود اودھی ملقب بہ چراغ دہلی، خیر المجالس
[2] پروفیسر نثار احمد فاروقی، ضیاء وجیہ جنوری، فروری ۱۹۹۳ء رامپور ص ۱۲

تھانوی نے غلام احمد قادیانی کی ایک کتاب اپنے نام سے شائع کر دی جس پر قادیانیوں نے خوب واویلہ مچایا اور بعض نقادوں نے بھی خوب کھری کھری سنائیں ــــ

اب بحث و تحقیق کو نظر انداز کرتے ہوئے پیشِ خدمت ہے حضرت خواجہ غریب نواز کی تصانیف، تالیفات اور مکتوبات کا اجمالی جائزہ ــــ

(۱) انیس الارواح

یہ کتاب حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنے مرشد کے حکم سے بغداد میں جمع فرمایا تھا خواجہ عثمان ہارونی اپنے لبہائے مبارک سے تصوف کے اسرار و رموز بیان فرماتے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اپنے نوک قلم سے تحریر کی صدا بہار لڑیوں میں پروتے جاتے اس طرح اسلام کی اخلاقی اور عرفانی تعلیمات کا ایک بیش بہا گلدستہ محفوظ ہو گیا اس کی عطر بیز خوشبوؤں سے ایک عالم ہمیشہ مہکتا رہے گا یہ مجموعۂ ملفوظات اٹھائیس مجالس پر مشتمل ہے اردو داں طبقے میں اس کا اردو ترجمہ مرزجاں بنا ہوا ہے ــــ انیس الارواح کا نام دونوں بزرگوں کے اکثر تذکروں میں موجود ہے ــــ

(۲) کشف الاسرار

حضرت خواجہ غریب نواز کی یہ کتاب فارسی زبان میں تصوف کے موضوع پر ہے اس کتاب کا دوسرا نام "معراج الانوار" بھی ملتا ہے اس کتاب میں چہار دہم، حبس دم، اور ذکر خفی پر بحث کی گئی ہے ــــ

(۳) کنز الاسرار

یہ بھی فارسی میں ہے بعض تذکرہ نگاروں کی روایات کے مطابق یہ کتاب حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنے مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے حکم سے سلطان شمس الدین التمش کی تعلیم و تلقین کے لئے لکھی تھی یہ کتاب حضرت خواجہ غریب نواز کے قیام دہلی کی یادگار ہے اس کی تصنیف کا زمانہ سنہ ۶۱۱ھ اور سنہ ۶۱۵ھ کے درمیان کا ہے موضوع تصوف ہے اس کو "گنج الاسرار" کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے ــــ

(۴) رسالہ آفاق و انفس

خواجہ غریب نواز کی یہ کتاب بھی فارسی میں قلمی ہے اس میں تصوف کے بعض نکات پر بحث کی گئی ہے

(۵) حدیث المعارف

ــــ یہ کتاب نادر الوجود ہے

شعر و سخن

حضرت خواجہ غریب نواز کے دیوان کے سلسلہ میں اہل علم و تحقیق کا اختلاف ضرور ہے لیکن استناط شدہ ہے کہ آپ فارسی

کے ایک بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ کے اشعار کی تعداد سات آٹھ ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے ــــ

سیر السالکین کے مصنف لکھتے ہیں ــــ

حضرت ایشاں در زمرۂ شعرائے نامور از مغتنمات روزگار اند، و در اصناف شعر قصیدہ و غزل مرعی دارند، مجموعہ کلام عرفاں آنحضرت کہ گنجینہ بیش از ہفت ہشت ہزار بیت بودہ از دست دوراں نامہرباں از میاں رفت و اندکے کہ ازاں ماندہ ــــ

حضرت خواجہ غریب نواز زمانہ کی خوش بختیوں سے نامور شعراء کی صف میں ہیں قصیدہ و غزل کی اصناف میں دستگاہ رکھتے ہیں حضرت کا صوفیانہ کلام سات آٹھ ہزار اشعار کا بیش بہا خزانہ تھا مگر زمانہ کی دست درازیوں سے محفوظ نہ رہ سکا اس میں سے جو کچھ بچ سکا وہ بہت مختصر ہے ــــ

فارسی شعراء کے مشہور تذکرہ "آتش کدہ" میں آپ کی یہ دو رباعیاں نقل کی گئی ہیں ــــ

عاشق ہر دم فکر رخ دوست کند ؛ معشوق کرشمہ کہ نکوست کند
ما جرم و گنہ کنیم و او لطف و عطا ؛ ہر کس چیزے کہ لائق اوست کند

اے باج نبی بر سر تو تاج نبی ؛ اے دادہ شہاں ز تیغ تو تاج نبی
اے تو کہ معراج تو بالاتر شد ؛ یک قامت احمدی ز معراج نبی

"رسالہ تصوف" منظوم قلمی ہے اس میں تصوف کے مسائل و اسرار کو نظم کیا گیا ہے یہ بھی حضرت خواجہ غریب نواز کی جانب منسوب ہے ــــ

دیوان معین

یہ دیوان حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی بلند پایہ شاعری کا گرانقدر نمونہ ہے اس میں آپ کی اعلیٰ شاعری کے نمائندہ قطعات رباعیات اور نعت و حمد ہیں اس دیوان کے متعلق اہل قلم نے بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہے بعض نے اسے صاحب معارج النبوۃ مولانا معین الدین کاشفی کا دیوان بتایا ہے لیکن پروفیسر عبدالغنی نے اپنی کتاب "ہسٹری مغل پرشین ان انڈیا" میں اس کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا دیوان ثابت کیا ہے ذیل کی مشہور رباعی کو ڈاکٹر اقبال نے بھی خواجہ معین الدین چشتی کی جانب منسوب کی ہے۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین ؛ دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید ؛ حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

ان اشعار کے سلسلہ میں اکثر اہل نقد اور اہل فکر کی رائے یہی ہے کہ یہ حضرت معین الدین چشتی کا کلام ہے اس کلام کا "دیوان معین" میں ہونا اس مدعا کو مزید تقویت بخشتا ہے کہ یہ "دیوان" معین الدین چشتی کا ہے ــــ اب رہا پروفیسر محمود شیروانی اور پروفیسر ابراہیم ڈار کی تحقیقات کا حاصل کہ مولانا معین الدین کاشفی کی تصنیف "معارج النبوۃ"

میں بہت سی ایسی غزلیں ہیں جو "دیوان معین" میں موجود ہیں اس لئے زیر بحث دیوان مولانا معین الدین کاشفی کا ہے یہ بات یقیناً غور طلب ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے مولانا معین الدین کاشفی نے اپنی تحریروں کو مبرہن کرنے یا بطور برکت اور قارئین کی دلکشی کے لئے حضرت خواجہ غریب نواز کا کلام دلسوز جا بجا نقل کیا ہو اور نثری کتابوں میں دوسروں کے منتخب اشعار نقل کرنا کوئی معیوب بھی نہیں ـــــ تاہم یہ احتمال باقی ہے کہ مرتب کو تخلص "معین" دیکھ کر غلط فہمی ہوئی ہو اور بلا تحقیق دونوں بزرگوں کا کلام جمع کر کے شاعر کا نام معین الدین لکھ دیا ہو اور بعد والوں کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہو گیا کہ یہ معین الدین چشتی ہیں یا کاشفی لیکن یہ صرف احتمال ہے ورنہ یہ مجموعہ برسوں سے حضرت معین الدین چشتی ہی کے نام سے چھپ رہا ہے۔

سفر آخرت

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کا وصال پر ملال ۶۳۳ھ میں ہوا، وقت وصال آپ کی مقدس پیشانی پر یہ نقش جمیل ظاہر ہوا ـــــ

حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ [۱]

کہتے ہیں کہ جس رات حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری کا انتقال پر ملال ہوا، چند بزرگوں نے خواب میں سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ فرما رہے تھے، خدا کا دوست معین الدین سنجری آرہا ہے ہم اس کے استقبال کے لئے آئے ہیں، حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کا مزار مقدس اجمیر شریف میں مرجع خلائق ہے۔ اس مزار پاک کی خاک دردمندوں کے دل کی دوا ہے ـــــ [۲]

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلاشبہ اولیاء ہند کے سرتاج اور ولایت ہند کے بے تاج بادشاہ ہیں ـــ قطب مارہرہ مطہرہ حضرت سید ابوالحسین نوری میاں قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں ـــــ

خواجہ بزرگ "سلطان الہند" خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالاتفاق از جمیع "اولیاء ہند" زیادہ شرف و بزرگی دارند و از ہمہ ایشاں در فضل ممتاز اند [۳]	سلطان الہند خواجہ غریب نواز بالاتفاق ہندوستان کے تمام اولیاء پر شرف و بزرگی رکھتے ہیں اور فضل و کمال میں ان تمام سے ممتاز ہیں ـــــ

دربار خواجہ میں سلاطین ہند کی حاضری اور نذر و نیاز

تاریخ ہند شاہد ہے کہ ہر دور کے خوش عقیدہ مسلمان اس مقدس دربار گوہر بار میں حاضر ہوتے رہے ہیں اور انکے وسیلے

۱؎ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار ص۲۲ سیر الاولیاء اردو ص۵۷ ادبی دنیا دہلی
۲؎ سید محمد بن مبارک کرمانی، سیر الاولیاء
۳؎ سید ابوالحسن نوری میاں، سراج العوارف، مطبع دکٹوریا پریس بدایوں ص۱۵

سے دل کی مرادیں پاتے رہے ہیں ــــ اس بارگاہ میں سلاطین ہند بھی پا پیادہ حاضر ہوئے ہیں اور مشائخ طریقت بھی گردنیں خم کرتے رہے ہیں ــــ اساطین علم و دانش بھی باادب آتے رہے ہیں اور کجکلاہان زمانہ بھی سرخمیدہ نظر آتے رہے ہیں ــــ

آپ کا مزار مقدس ابتداً اینٹوں سے بنایا گیا تھا پھر اسے اسی طرح باقی رکھ کر پتھر کا ایک صندوق اس پر رکھا گیا ۱۴۴۶ء میں حضرت خواجہ حسین ناگوری نے تعمیر کرایا اس کے اخراجات مالوہ کے بادشاہ سلطان محمود خلجی نے ادا کئے تھے، ۱۵۷۰ء میں شہنشاہ اکبر نے درگاہ میں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی اور خود زیارت کے لئے بارہا حاضر ہوا اور جب شیخ سلیم چشتی کی دعاؤں سے شہزادہ سلیم پیدا ہوا تو اکبر خوشی میں آگرہ سے اجمیر شریف تک پا پیادہ گیا، راستے میں روپے اور اشرفیاں لٹاتا ہوا بارگاہ خواجہ میں حاضر ہوا ــــ اور وہاں شاہانہ طریقہ پر خیرات تقسیم کرائی اور لنگر جاری کرایا، مسجد اور خانقاہ کے لئے کئی عمارتیں بنوائیں ــــ مراد کی پیدائش پر بھی اکبر نے بارگاہ غریب نواز میں حاضری دی اس کو جب بھی امور مملکت سے فرصت ملتی تو بارگاہ خواجہ میں حاضر ہوتا ــــ

جہانگیر ایک زمانے تک اجمیر مقدس میں مقیم رہا اور نو مرتبہ زیارت کے لئے حاضری دی جہانگیر اپنے آٹھویں سال میں اجمیر شریف گیا اس جلوس چادر کی رقت انگیز روداد خود اسی کے قلم سے پڑھئے ــــ

دوشنبہ کے روز ۵، شوال مطابق ۲۶ شعبان کو اجمیر میں داخل ہونے کی ساعت قرار پائی، اس روز صبح کو میں شہر کی طرف بڑھا جب قلعہ اور حضرت بزرگوار کا روضہ نظر آنے لگا تو ایک کوس پہلے ہی میں پا پیادہ ہو گیا ــــ [۱]

اس سفر میں جہانگیر نے خوب نذر و نیاز کی اور غربا اور مسکینوں پر خوب خوب داد و دہش کی ــــ ۱۰۲۵ء میں جہانگیر نے ایک لاکھ دس ہزار روپیہ صرف کرکے مزار مبارک کے گرد ایک طلائی محجر تیار کرایا تھا جواب نہیں رہا [۲]

شاہ جہاں بھی بے پناہ عقیدت مند تھا اس نے سفید سنگ مرمر کی ایک خوبصورت جامع مسجد تعمیر کرائی، نقارخانہ میں ایک بلند دروازہ کا اضافہ کیا اور روضہ اطہر کا شاندار گنبد بھی تعمیر کیا ــــ اس کی بیٹی جہاں آرا بیگم بھی حضرت خواجہ سے بے پناہ عقیدت اور والہانہ محبت رکھتی تھی اس نے خواجگان چشت پر "مونس الارواح" کے نام سے ایک کتاب بھی تصنیف کی ــــ جس میں اس کے سفر اجمیر کی انتہائی مؤثر اور دل آویز روداد بھی ہے ــــ

مزار خواجہ پر حاضری بدعت یا سعادت

آج ایک طبقہ بڑی شدت کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ مزارات اولیاء پر جانا اور ان کے وسیلے سے دعائیں مانگنا شرک و بدعت ہے اس قسم کی باتیں بلاشبہ الحاد و بے دینی ہیں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے مزاروں سے توسل و استعانت کا ثبوت و عمل عہد رسالت سے آج تک مسلسل اور متوارث چلا آرہا ہے یہ مضمون اس بحث کا متحمل نہیں پھر بھی تسکین خاطر کے لئے چند شواہد پیش خدمت ہیں ــــ

---

[۱] جہانگیر، تزک جہانگیری ص ۱۲۵

[۲] جہانگیر، تزک جہانگیری

حضرت امام غزالی احیاء علوم الدین میں فرماتے ہیں ـــــ

ویدخل فی جملتہ زیارۃ قبور الانبیاء علیہم السلام وزیارۃ قبور الصحابۃ والتابعین وسائر العلماء والاولیاء ـــــ وکل من یتبرک بمشاھدتہ فی حیاتہٖ یتبرک بزیارتہ بعد وفاتہ ویجوز شد الرحال لھٰذا الغرض [1]

سفر کی دوسری قسم میں انبیاء کرام علیہم السلام صحابہ، تابعین اور دیگر علماء و اولیاء کے مزارات کی زیارت بھی داخل ہے زندگی میں جس کی زیارت سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے وصال کے بعد بھی اس کی زیارت سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے ـــــ

امام ابن الحاج "المدخل" میں انبیاء اور اولیاء کی قبروں سے توسل و استعانت کے جواز کی تفصیلی بحث رقم فرماکر امام عبداللہ بن نعمان رحمۃ اللہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں ـــــ

تحقق لذوی البصائر والاعتبار اَنّ زیارۃ قبور الصالحین محبوبۃ لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جاریۃ بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم ـــــ والدُّعاءُ عِندَ قبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ علمائنا المحققین من ائمۃ الدین [2]

ارباب بصیرت و اعتبار کے نزدیک ثابت ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت، برکت حاصل کرنے کیلئے محبوب ہے، کیونکہ اولیاء کرام کی برکت ان کی ظاہری زندگی کی طرح وصال کے بعد بھی جاری ہے ـــــ اولیاء کرام کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا ہمارے علماء دین محققین ائمہ دین کا معمول ہے ـــــ

حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز کا مزار پرانوار فیوض و برکات کا سرچشمہ اور رشد و ہدایت کا مرکز بنا ہوا ہے ارباب طریقت، علماء اہلسنت، سلاطین مملکت اور عز بار ملت ہر عہد میں یہاں کی حاضری کو سرمایہ افتخار تصور کرتے رہے ہیں کسی دور کے علماء حق نے اس مرقد انور کی حاضری کو ناجائز نہیں لکھا لیکن جب انگریز سامراج نے قوم مسلم کے درمیان اختلاف و انتشار کا بیج بویا تو کچھ نام نہاد مولویوں نے اپنے انگریز آقاؤں کی شہ پر اسے ناجائز و حرام لکھا اور کہا حالانکہ اہل حق پر مخفی نہیں کہ یہ نظریہ اسلام کی بنیادی اقدار کے مخالف اور اسلام میں بدعت سیئہ کی تخم ریزی ہے ـــــ

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی پروفیسر جامعہ ملیہ لکھتے ہیں

حضرت خواجہ اجمیری جنھیں عوام عقیدت و محبت سے "غریب نواز" اور "سلطان الہند" کہتے ہیں آخر عمر میں اجمیر شریف تشریف لائے تھے اور آپ جس حجرے میں رہتے تھے اسی میں دفن کیے گئے ـــــ اس وقت سے آج تک یہ متبرک مقام لاکھوں عقیدت مندوں کا قبلہ بنا ہوا ہے ایام عرس کے علاوہ بھی ہر سال لاکھوں زائرین یہاں آستاں بوسی کے لیے آتے ہیں۔ ـــــ [3]

---

[1] ابو حامد محمد بن محمد الغزالی۔ احیاء علوم الدین، دار المعرفۃ بیروت جلد ۲ ص ۲۴۷

[2] ابن الحاج امام المدخل جلد ۱ ص ۲۴۹

[3] پروفیسر نثار احمد فاروقی، مضمون ماہنامہ ضیاء وجیہ رامپور، جنوری، فروری ۱۹۹۳ء

اس دربار میں امیر و غریب، شاہ و گدا سب حاضر ہوتے ہیں اور مقام حیرت و تعجب یہ ہے کہ جو مزارات اولیاء پر حاضری کو شرک و بدعت اور وسیلہ اولیاء کو حرام کہتے ہیں بگڑے حالات میں انھیں بھی گریہ و زاری کرتے دیکھا گیا ہے، لیکن بعض بدعقیدہ لوگ وہاں صرف تماشہ گیری کی حیثیت سے جاتے ہیں ـــــ عقیدت مندوں کے خلاف جملے کستے ہیں ـــــ

امام احمد رضا محدث بریلوی اسی قسم کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں ـــــ

بھاگلپور سے ایک صاحب ہر سال اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے، ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی اس نے کہا میاں ہر سال کہاں جاتے ہو، بیکار اتنا روپیہ صرف کرتے ہو، انھوں نے کہا چلو انصاف کی آنکھ سے دیکھو پھر تم کو اختیار ہے ـــــ

خیر ایک سال وہ ساتھ آیا دیکھا کہ ایک فقیر سوٹا لئے روضہ شریف کا طواف کر رہا ہے اور یہ صدا لگا رہا ہے ـــــ

"خواجہ پانچ روپیہ لوں گا، اور ایک گھنٹہ کے اندر لوں گا اور ایک ہی شخص سے لوں گا"ـــــ

جب اس وہابی کو خیال آیا کہ اب بہت وقت گذر گیا ایک گھنٹہ ہو گیا ہو گا اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا۔ جیب سے پانچ روپے نکال کر ان کے ہاتھ پر رکھے اور کہا، لو میاں، تم خواجہ سے مانگ رہے تھے بھلا خواجہ کیا دیں گے لو ہم دیتے ہیں فقیر نے وہ روپئے تو جیب میں رکھے اور چکر لگا کر زور سے کہا ـــــ خواجہ تورے بلہاری جاؤں دلوائے بھی تو کیسے خبیث منکر سے ـــــ [1]

مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو منکرین اولیاء کی فتنہ سامانیوں سے محفوظ رکھے اور حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی تعلیمات اور فیوض و برکات سے بہرہ ور فرمائے ـــــ

لے خاک در خواجہ آنکھوں سے لگا بیکل ۞ بینائی بتاتی ہے اکسیر نرالی ہے

---

[1] مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا بریلوی، الملفوظ مطبوعہ میرٹھ ص ۴۳

ارشاد گرامی ـــــ حضور حافظ ملت

حرمین طیبین کی حاضری سے قبل میں کہا کرتا تھا کہ میری زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی وقت زمانہ طالب علمی کا نو سالہ دور ہے جو اجمیر مقدس بارگاہ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ میں گزرا ـــــ لیکن
اب میں کہتا ہوں کہ میری زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی اور پر کیف وقت وہ گیارہ ایام ہیں جو بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرے ـــــ

کلام حضرت سلطان الہند غریب نواز

ادارہ

کارے کہ حسین اختیارے کردی || در گلشن مصطفٰے بہارے کردی
از ہیچ پیمبراں نیا بد ایں کار || واللہ اے حسین کارے کردی

اوصاف علی بگفتگو ممکن نیست || گنجائش بحر در سبو ممکن نیست
من ذات را بو اجبی کے دانم || الا دانم کہ مثل او ممکن نیست

شاہ است حسین بادشاہ است حسین || دیں است حسین دیں پناہ است حسین
سرداد نداد دست در دست یزید || حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

اے باج نبی برسر تو تاج نبی || اے داد شہنشاہ زتیغ تو باج نبی
اے تو کہ معراج تو بالاتر شد || یک قامت احمدی ز معراج نبی

از مطلع دل زد علم یک لمحے از رخسار او || شد ذرہ ذرہ ہیستم در پرتو دیدار او

گر آہ آتش بار من یک شعلہ بر بیروں زند || خرمنہا ست براید ز نقد علم و ادب

ایں آتش پنہاں علم بر گنبد گردوں زند || کجاست آہ سحر گاہ نالہ دل شب

آپ ہیں واقعی غریب نواز

عارف زندگی غریب نواز || آبروئے دیں کی غریب نواز
ہند میں آپ ہی نے پھیلائی || دیں کی روشنی غریب نواز
یہ بتاتی ہے آپ کی سیرت || آپ ہیں واقعی غریب نواز
آپ ہی نے دیا مسلماں کو || درس خود آگہی غریب نواز

آپ ہیں ایک مرشد کامل || حق پرستوں میں آپ ہیں شامل

عاشق سرورانام ہیں آپ || معرفت کے مہ تمام ہیں آپ
آپ ہیں عزم کی سپر بے شک || صبر کی تیغ بے نیام ہیں آپ
آپ شیر خدا کے پیرو ہیں || سالک جادۂ امام ہیں آپ
سرفرازی ہے آپ کا حصہ || سربسر عظمتوں کا بام ہیں آپ

آپ سرچشمہ ہیں شریعت کا || اور اک باب ہیں طریقت کا

آپ ہیں گلشن یقیں کی بہار || روح ایماں ہے آپ کا کردار
آپ آل رسول اعظم ہیں || کیوں نہ اونچا ہو آپ کا معیار
آرزو ہے ادیب کی آقا || جاکے دیکھوں میں آپ کا دربار
مجھ کو کافی ہیں رہبری کے لئے || خواجہ اجمیری آپ کے افکار

اک شعاع عمل مرے خواجہ || اپنے خادم کو کیجئے گا عطا

از ـ

ڈاکٹر شمشاد ادیب

انداز تبلیغ

اے خوشا تابانیٔ روئے معین الدین حسن — جس سے پھوٹی ہند میں اسلام کی پہلی کرن
حسنِ اخلاق و نظر سے دل مسخر کر لئے — کر دیا ویران سینوں کو محبت کا چمن
دیکھ کر انداز تبلیغ مبارک کا کمال — بن گئے شیخ حرم ہو کر مسلماں برہمن
قُل ھُوَ اللہ احد کے نغمۂ توحید سے — آگئی خود بت پرستوں میں ادائے بت شکن
واقعہ ہے کر کے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن پر عمل — نوعِ انساں کو سکھائی راہ ربطِ جان و تن
اللہ اللہ فقر کی معراج کا اعلیٰ مقام — سر خمیدہ آج تک آتے ہیں شاہانِ زمن
مجھ کو بھی اتو رہے اُن کی نسبت کاملہ پہ ناز — روح نے بخشی ہے جن کی مجھ کو تاثیرِ سخن

از حضرت الوریٰ

یہی تو وقت ہے چشم کرم غریب نواز

کچھ اتنی تلخ ہے روداد غم غریب نواز — بیان کر نہیں سکتے ہیں ہم غریب نواز
یہی تو وقت ہے چشم کرم غریب نواز — نہ توڑ دے کہیں بیمار دم غریب نواز
کسی نے لوٹ لیا کاروان فکر و شعور — نہیں تمیز وجود و عدم غریب نواز
غم حیات، غم دوست اور غم دوراں — ذرا سی جان پہ اتنے ستم غریب نواز
شکستہ کشتی ہے برگشتہ ناخدا بھی ہے — اُٹھ کے آیا ہے طوفان غم غریب نواز
ترے کرم نے نوازا ہے حسب حال مجھے — نہیں ہے تنگیٔ داماں کا غم غریب نواز
عطا ہو ساغر کیف حیات کیفی کو — نہیں ہے آرزوئے جام جم غریب نواز

از فضل الرحمٰن کیفی ایوبی

امیر کشورِ کون و مکاں معین الدین رحمۃ اللہ علیہ

امام دیں شہ دوجہاں معین الدین — امیر کشورِ کون و مکاں معین الدین
برائے اہلِ نظر کعبہ حقیقت ہے — حضور آپ ہی کا آستاں معین الدین
بحقِ خواجۂ عثماں نگاہِ لطف و کرم — ادھر بھی ہو پئے قطب جہاں معین الدین
تمہیں سہارا ہو دنیا میں بے سہاروں کا — تمہیں غریبوں پہ ہو مہرباں معین الدین
یہ آرزو ہے کہ چوکھٹ پہ دم نکل جائے — میری جبیں ہو، تیرا آستاں معین الدین
تیرا دیار، دیارِ حبیب حق لاریب — اور آستاں ہے جنت نشاں معین الدین
ازل سے آپ کا عنبر غلام ہے شاہا — کرم ہو مجھ پہ شہِ دوجہاں معین الدین

از عنبر

از: فقیہ عصر مفتی محمد شریف الحق امجدی ★

فتاوائے اشرفیہ

کیا غریب نواز کی ملاقات غوث اعظم سے ہوئی؟

حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری اجمیری قدس سرہٗ کی ملاقات سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی ہے یا نہیں؟

ایک بہت مستند عالم نے اپنی تقریر میں یہ بیان کیا ہے کہ وہ کاسہ مبارک جس میں اناساگر کا سارا پانی آگیا تھا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطیہ تھا اور بعض چشتی حضرات بیان کرتے ہیں کہ حضرت غریب نواز بغداد سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی ضیافت روحانی کے لیے سماع کا انتظام فرمایا اور جب حضرت غریب نواز کو وجد طاری ہوا تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوکر اپنے عصائے مبارک سے زمین کو بقوت دبائے رہے لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا کہ میرے بھائی معین الدین کو وجد طاری ہوا ہے اور اتنا قوی ہے کہ اگر میں زمین کو دبائے نہ رکھوں تو زمین بھی وجد کرنے لگے گی اور زلزلہ آجائے گا اور مخلوق تباہ و برباد ہوجائے گی۔ کیا یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں؟

الجواب

پہلی گزارش یہ ہے کہ کسی بھی مقرر سے کوئی بات سنیں اور اس پر آپ کو کچھ خلجان ہو تو خود اسی مقرر سے دریافت کرلیں اور انکی بیان کی ہوئی کسی روایت پر آپ کو کوئی شبہ ہو تو انھیں سے دریافت کرلیں کہ یہ روایت کس کتاب میں ہے کیونکہ جب انھوں نے بیان کیا ہے تو جس کتاب میں دیکھ کر انھوں نے بیان کیا ہوگا انھیں یاد ہوگا آسانی سے بتادیں گے اور میرے لیے دشواری یہ ہے کہ نہ تو یہاں ساری دنیا کی سب کتابیں ہیں اور جو ہیں بھی ان سب کو میں نے پڑھا نہیں اسلیے ایک مجہول روایت کو کہ کسی کتاب میں ہے یا نہیں ہے بتانا میرے لیے مشکل ہے میں نے ان دونوں حضرات کے حالات پر جتنی معتبر کتابیں پڑھی ہیں کسی میں مجھے نہ تو یہ ملا کہ ان دونوں حضرات کی آپس میں ملاقات ہوئی ہے اور نہ ہی ان دونوں روایتوں میں سے کوئی روایت ملی۔ ان دونوں روایتوں کا حال یہ ہے کہ کسی معتبر تو معتبر غیر معتبر کتاب میں بھی نہیں ملی ـــ ہاں بعض غیر معتبر کتابوں میں ملاقات کا ذکر ہے مگر وہ بھی بغداد شریف میں نہیں بلکہ سرکار غوث اعظم کے مولد شریف جیلان میں، لیکن میں نے اب تک جو سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات نہیں ہوئی اس کی تفصیل یہ ہے ـــ اس پر سارے مورخین کا اتفاق ہے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۵۶۱ھ میں ہوا ہے۔ "کمال عشق" مادہ تاریخ وصال ہے اور اس پر مورخین کا قریب قریب اتفاق ہے کہ حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۵۳۷ھ ہے اور اس پر بھی سب مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت غریب نواز کا ۱۵ سال کی عمر میں حضرت ابراہیم قندوزی مجذوب کے تبرک کھالینے کے بعد دنیا سے دل اچاٹ ہوگیا اور طلب مولیٰ کی آگ بھڑکی اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ اپنے والد ماجد سے جو ترکہ ملا تھا باغ مکان وغیرہ اس کو فروخت کرکے ایک مدت تک سمرقند و بخارا وغیرہ میں جاکر قرآن مجید حفظ کیا اور علوم ظاہری میں کمال حاصل کیا۔ علم ظاہری کی تکمیل کے بعد مرشد کی تلاش میں نکلے اور قصبہ ہارون میں جاکر حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ سے مرید ہوئے اور بیس سال تک مرشد

★ صدر شعبہ دارالافتاء مبارکپور

کی خدمت میں حاضر رہے بیس سال کے بعد خلافت سے سرفراز فرمائے گئے پھر مدینہ منورہ سرکار اعظم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے سرکار نے ہندوستان کی ولایت عطا فرمائی اور ہندوستان روانہ فرمایا۔

اب آپ لوگ خود حساب لگائیں ۱۵ سال کی عمر تک سنجر اپنے مولد پاک میں رہے ــــ وقائع شیخ معین الدین میں ہے کہ بیس سال تک علم ظاہر طلب فرماتے رہے تو یہ ۳۵ سال ہوگئے ۵۳۷ھ میں ولادت ۳۷ اور ۳۵، ۷۲ ۔ اس سے ثابت ہوا کہ ۵۷۲ھ میں غریب نواز نے عراق کا رخ کیا جب کہ ۱۱ سال پہلے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوچکا تھا پھر ملاقات کیسے ہوئی اور جب ظاہری ملاقات نہیں ہوئی تو کاسہ مبارکہ عطا فرمانے اور محفل سماع سے ضیافت کرنے کا سوال ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے واعظین پر رحم فرمائے ان کا مقصود عوام سامعین سے داد و تحسین ہوتا ہے ان کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ بات کیسی ہے اور یہ بات آج ہی سے نہیں بلکہ متقدمین کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات کبیر میں ایک حکایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت امام شعبی جو اجلۂ تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گیا تو دیکھا کہ ایک لمبی داڑھی والے شیخ وعظ بیان کر رہے ہیں انھیں لوگ گھیرے ہوئے ہیں اس نے بیان کیا کہ مجھ سے فلاں نے حدیث بیان کی ان سے فلاں نے حدیث بیان کی یہاں تک کہ کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو صور پیدا فرمایا ہے ہر صور میں دو بار پھونکا جائے گا۔ ایک بیہوشی کے لئے ایک قیامت کے لئے امام شعبی نے فرمایا کہ میں ان واعظ صاحب کے پاس گیا اور کہا اللہ سے ڈر، اور جھوٹی حدیث مت بیان کر، اللہ تعالیٰ نے صرف ایک صور پیدا کیا ہے جس میں دو بار پھونکا جائے گا تو اس نے کہا کہ اے بدکردار تو میرا رد کرتا ہے اور اپنا جوتا اٹھا کر مجھے مارنا شروع کیا پھر پورے مجمع نے میری پٹائی شروع کی اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک میں نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دو صور پیدا کیا ہے تو ان لوگوں نے میری جان بخشی۔

میرے ساتھ اس حد تک تو نہیں مگر اس کے قریب قریب کئی حادثے ہوچکے ہیں ایک بہت مشہور معروف مقرر نے بیان کیا کہ جو یہ کہے کہ قبر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ پیش کی جائے گی وہ کافر ہے بعد تقریر میں نے ان کو ٹوکا تو وہ لڑ پڑے سامعین اور اراکین بھی انھیں کے ہمنوا رہے اور وہ میرے مستقل مخالف بن گئے اور اب بھی ہیں اور اب تو مقررین نے آپس میں یہ معاہدہ کرلیا ہے کہ اگر منبر پر شریف الحق رہے گا تو ہم لوگ تقریر نہیں کریں گے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جو شخص بھی غائر نظر سے حضرت غریب نواز قدس سرہٗ کے سوانح کا مطالعہ کرے گا اسے ماننا پڑے گا کہ حضرت غریب نواز قدس سرہٗ اور حضور غوث اعظم قدس سرہٗ کی باہمی ظاہری ملاقات نہیں ہوئی ہے بعض میاں بابا لوگ اپنی نجی مجلسوں میں فرماتے ہیں کہ میاں ان لوگوں کو کیا خبر؟ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت کے لئے ایک بار جیلان گئے تھے اور حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف رکھتے تھے تو ملاقات ہوئی تھی۔ اب اس کا تجزیہ کیجئے والدہ ماجدہ کی عمر مبارک جب ساٹھ سال کی ہوگئی تو سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سنہ ۴۷۰ھ میں ہوئی سرکار کا مادہ ولادت "عشق" ہے ــــ اور حضرت غریب نواز قدس سرہٗ کی ولادت کے وقت سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ اگر باحیات رہی ہوں گی تو ان کی عمر مبارک ایک سو ستائیس سال کی ہوئی ہوگی اب ظاہر ہے کہ اگر سرکار غریب نواز قدس سرہٗ کسی حاجت سے تنہا یا والدین کریمین کے ساتھ جیلان گئے ہوں گے تو سنہ ۵۳۷ھ کے بعد ہی گئے ہوں گے عقلاً تو ممکن ہے کہ اس وقت تک سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ باحیات رہی ہوں مگر عادۃً مستبعد ہے ــــ پھر میاں بابا لوگ یہ نہیں کہتے کہ دودھ پیتے بچے تھے جب گئے تھے وہ یہ کہتے ہیں کہ جب سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ ماجدہ سے ملاقات کے لئے گئے تھے تو حضرت غریب نواز وہاں چلہ کر رہے تھے اب آپ لوگ خود ہی سوچ لیجئے کہ ۵۳۷ھ میں پیدائش ۱۵ سال گھر رہے ۲۰ سال علم ظاہر حاصل

کرتے ہے چلہ کشی کی ابتدا مرید ہونے کے بعد کی ہوگی لیکن تمام مورخین متفق ہیں کہ ۲۰ سال تک اپنے مرشد کی خدمت میں شب و روز بے تاب گیلان گئے ہوں گے تو خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد یعنی سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے ۳۲ سال بعد غرض کہ یہ قول کسی طرح نہیں بیٹھتی ــــ ہاں یہ روایت صحیح ہے کہ جب سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" تو حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا بل علیٰ عینی و راسی " بلکہ میری آنکھ پر اور میرے سر پر ــــ لیکن یہ بغداد میں موجود ہوتے ہوئے نہیں فرمایا تھی جہاں کہیں بھی تھے وہیں سے سنا اور وہ عرض کیا۔ اب جبکہ ملاقات ہی ثابت نہیں تو کاسہ عطا کرنے اور سماع سے ضیافت کرنے کا سوال ہی ساقط ــــ

ان عقلی شواہد سے ہٹ کر صحیح یہی ہے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغداد آنے کے بعد ان کی والدہ ماجدہ سے ملاقات نہیں ہوئی ــــ بہجۃ الاسرار شریف ص۸۹ پر ہے کہ والدہ ماجدہ نے رخصت ہوتے وقت فرمایا تھا ــــ اذھب قد خرجت عنک للہ عزوجل فھذا وجہ لا اراہ الیٰ یوم القیٰمۃ جاؤ اللہ عزوجل کے لئے میں اپنے حق سے دست بردار ہوئی ــ اس چہرے کو میں قیامت تک نہیں دیکھوں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا بی بی نصیبہ غوث اعظم کی بہن تھیں؟

مولانا .... مصباحی نے جامعہ اشرفیہ سے فارغ ہیں اور ذات کے نقیر ہیں مگر اب اپنے آپ کو سید مشہور کر رہے ہیں اپنی تقریر میں بیان کیا کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بہن تھی بی بی نصیبہ جن کی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ انھوں نے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا کے لئے عرض کیا تو سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ چند دنوں میں شاہ بدیع الدین قطب المدار آنے والے ہیں تمہیں ان کے ذریعہ سے اولاد ملے گی چنانچہ شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ بغداد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لئے گئے تو سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بی بی نصیبہ کو مدار صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ جب بی بی نصیبہ نے حضرت مدار صاحب کی خدمت میں آکر گذارش کی تو حضرت مدار صاحب نے فرمایا ہاں تمہیں دو بیٹے ملیں گے مگر اس شرط پر کہ پہلا بیٹا مجھے دینا ہوگا ــــ بی بی نصیبہ صاحبہ نے اسے منظور کیا چنانچہ سال بھر کے اندر پہلے صاحبزادے پیدا ہوئے پھر دوسرے پیدا ہوئے۔ مدار صاحب دوبارہ بغداد تشریف گئے اور بی بی نصیبہ سے ان کا پہلا بیٹا لے لیا جسے اپنے ساتھ مکن پور تشریف لائے جن کا نام جان من جنتی رکھا جن کا مزار پاک مکن پور میں ہے۔ ان کی اس تقریر سے یہاں کافی خلفشار ہے ــ مار پیٹ تک کی نوبت ہے ــ اس لئے جس قدر جلد ہو سکے یہ بتائیں کہ کیا یہ واقعہ صحیح ہے ــــ؟ ــ کیا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی بہن نصیبہ تھیں ــ؟ ــ ہمارے یہاں شاہ صاحب لوگ جب سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز دیتے ہیں تو کچھ اشعار پڑھتے ہیں جس کے ایک مصرعہ میں ایک اور خاتون کا نام لے کر بی بی نصیبہ کا ذکر کرکے پڑھتے ہیں ــــ خواہران حضرت اند ــــ یہ اشعار کس کے ہیں ــ اور یہ کہ قطعی سرکار غوث اعظم کی بہنیں تھیں کہ نہیں ــ؟ ــ

الجواب

صحیح یہ ہے کہ حضرت بدیع الدین مدار قدس سرہٗ، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے ایک سو چھپن سال بعد پیدا ہوئے ــــ آپ کی ولادت ۷۱۶ھ میں ہے ــ اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۵۶۱ھ میں ہو چکا تھا ــ انوار العارفین ص۵۲۶ پر ہے ــ

عمر شریفش یک صد بست و دو و ولادت در سنہ ہفت صد و شانزدہ ــــ حضرت بدیع الدین مدار کی عمر شریف ایک سو بائیس سال کی ہوئی اور آپ کی پیدائش ۷۱۶ھ

میں ہوئی ۔۔۔

اس لیے سوال میں مذکورہ سارا قصہ کالعدم ہے ۔۔۔ نیز سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں جتنی کتابیں مجھے مل سکیں سب کا میں نے مطالعہ کیا مگر کسی میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی بہن کا کوئی ذکر نہیں ۔۔۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صرف ایک بھائی سید احمد تھے جو جوانی میں وصال فرما گئے اور گیلان میں مدفون ہیں ۔۔۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سارے تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ جب سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر بغداد جانے لگے تو ان کی والدہ ماجدہ نے اسی دینار نکالے۔ فرمایا چالیس تمہارے ہیں چالیس تمہارے بھائی احمد کے ۔۔۔ اگر بہنیں ہوتیں تو اس میں ان کا بھی حصہ ضرور ہوتا ۔۔۔ یہاں یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ ساٹھ سال کی عمر تک سرکار غوث اعظم کی والدہ ماجدہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔۔۔ ساٹھ سال کی جب ان کی عمر مبارک ہوئی تو سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکم مادر میں تشریف لائے اور سال بھر کے بعد چھوٹے بھائی سید احمد پیدا ہوئے بہنوں کی ولادت کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں ۔۔۔ اس لیے واقعہ مذکورہ سراسر جعل اور فریب ہے ۔۔۔ رہ گیا شاہ صاحبان کا ان اشعار مذکورہ کا پڑھنا تو یہ کوئی دلیل نہیں ۔۔۔ رہ گئے آج کل جو مداری صاحبان مشہور کئے ہوئے ہیں کہ حضرت مدار صاحب قدس سرہٗ کی عمر مبارک پانچ سو سال کی تھی اور آپ دوسری یا تیسری ہجری میں پیدا ہوئے تھے ۔۔۔ یہ بھی افسانہ ہے ۔۔۔ تواریخ کی معتبر کتابیں موجود ہیں کسی قدیم یا جدید تاریخ میں جو آٹھویں صدی سے پہلے لکھی گئی ہو حضرت مدار صاحب کا کہیں کوئی ذکر نہیں جبکہ آپ کی جائے پیدائش حلب ہے اور مداریوں کے بیان کے مطابق حضرت مدار صاحب ایسے باعظمت تھے کہ چہرے پر نقاب ڈالے رہتے تھے ۔۔۔ اور جب نقاب اٹھاتے تو جو دیکھتا سجدہ میں گر پڑتا اس کے علاوہ ان کی طرف بے شمار کرامتیں منسوب کرتے ہیں ۔۔۔ ایسی صورت میں جب کہ وہ حلب میں پیدا ہوئے ان کے ذکر سے تاریخ کی تمام کتابیں پر ہونی چاہیے تھیں جیسا کہ دیگر مشاہیر کے تذکرے تمام عربی تاریخوں میں ملتے ہیں۔ اس عہد کی کتابوں میں کیا ملتے بعد کی عربی زبان میں لکھی ہوئی کتابوں میں بھی ان کا کوئی ذکر نہیں ۔۔۔ امام یافعی کی مرآۃ الجنان، وفیات الاعیان لابن خلکان حتی کہ ماضی قریب کی لکھی ہوئی کتاب الاعلام میں بھی ان کا کہیں نام نہیں ۔۔۔ خواجہ فرید الدین عطار کی کتاب تذکرۃ الاولیاء حضرت ملا جامی قدس سرہٗ کی کتاب نفحات الانس کسی میں ان کا نام و پتہ نہیں ۔۔۔ آٹھویں صدی کے بعد بلکہ اس کے بھی بعد ہندوستان میں لکھی گئی تاریخ کی کتابوں میں ان کا ذکر جمیل ضرور ہے ۔۔۔ غور کرنے کی بات ہے کہ مداری حضرات کے بیان کے مطابق اگر حضرت مدار صاحب کی ولادت سن دو یا تین ہجری میں ہوئی ہوتی ۔۔۔ تو کیا وجہ تھی کہ پانچ سو سال تک کسی مورخ نے ان کا تذکرہ نہیں کیا اور ہندوستان چھوڑ کر بلاد اسلامیہ کے مورخین کو ان کا علم نہیں ہو سکا جبکہ ان سے بہت کم درجہ کے بزرگوں سے ان کی کتابیں مالا مال ہیں ۔۔۔ اب اخیر میں ہم خود ایک مداری صاحب کی شہادت پیش کرتے ہیں ۔۔۔

در اقتباس الانوار است کہ در رسالہ ایمان محمودی کہ تصنیف شیخ محمود مرید شاہ مدار است می آرد مدار بن ابو اسحاق شامی در ملت موسیٰ علیہ السلام و از فرزندان ہارون علیہ السلام و شاگرد حذیفہ شامی بود و توریت و زبور و انجیل را درس می گفت و او را مدار ازاں گویند کہ قطب مدار وقت خود بود و وے را تکمیل و ارشاد از روح امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ حاصل گشتہ و بعضی نسبت

اقتباس الانوار میں رسالہ محمودی کے حوالے سے منقول ہے یہ رسالہ شاہ مدار کے مرید شیخ محمود کی تصنیف ہے ۔۔۔ مدار بن ابو اسحاق شامی موسیٰ علیہ السلام کے مذہب پر تھے اور ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور حذیفہ شامی کے شاگرد تھے ۔ توریت اور زبور اور انجیل کا درس دیتے تھے اور ان کو مدار اس وجہ سے کہتے تھے کہ اپنے وقت کے قطب مدار تھے ۔ اور ان کی تکمیل اور

ارادت وے را بسوئے طیفور شامی لاحق می کنند و ایں راست نمی آید چرا کہ در زمان طیفور شامی و بدیع الدین مدار تفاوت بسیار است۔	ارشاد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح مبارک سے حاصل ہوئی اور بعض لوگ انکی نسبت اور ارادت کو طیفور شامی کی طرف لاحق کرتے ہیں۔ یہ درست نہیں آتا اس لئے کہ طیفور شامی اور بدیع الدین مدار کے درمیان بہت تفاوت ہے۔

(انوار العارفین ص ۵۳۶)

یہ بیان حضرت شاہ مدار قدس سرہٗ کے مرید کا ہے۔ ناظرین اس جملہ پر غور کریں کہ حضرت طیفور شامی اور شاہ بدیع الدین مدار کے مابین بہت تفاوت ہے۔ دونوں کے درمیان صدیاں حائل ہیں۔ اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ حضرت مدار قدس سرہٗ دوسری یا تیسری صدی میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ غرض کہ معتمد اور مستند تاریخ کی کتابوں میں آٹھویں صدی سے پہلے حضرت مدار صاحب کا کوئی تذکرہ کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ ایسے باکرامت باعظمت بزرگ ان سارے مورخین کی نظروں سے کیسے اوجھل رہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے صحیح یہی ہے کہ ان کی ولادت آٹھویں صدی سات سو سولہ میں ہوئی ہے۔ اس کے بعد ہی سے ان کا ذکر اولیاء کرام کے حالات پر ہندوستان میں لکھی گئی کتابوں میں ملتا ہے۔ میرے مطالعہ کے مطابق سب سے پہلی وہ کتاب جس میں حضرت مدار صاحب کا تذکرہ ہے وہ لطائف اشرفی ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ بی بی نصیبہ کا مذکور بالا قصہ من گڑھت اور فرضی ہے دو وجہ سے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں شاہ مدار صاحب پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اور یہ کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی بہن نہیں تھیں۔ صرف ایک بھائی سید احمد تھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دریا کے کنارے حضرت خضر کی نیاز

ہمارے دیار میں بلکہ مشرقی یوپی کے اکثر علاقوں میں بھادوں کے مہینے میں ہر جمعہ کو دریا یا تالاب کے کنارے عورتیں دریا (دلیہ) چڑھاتی ہیں جس میں پان و چراغ اور دیگر چیزیں ہوتی ہیں۔ خواجہ خضر علیہ السلام کی نیاز دلا کر سپرد آب کرتی ہیں۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس کا کیا حکم ہے؟ اور یہ فاتحہ کا رواج کب سے شروع ہوا۔

الجواب

سوال میں حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم کے نیاز کا جو طریقہ درج ہے وہ ناجائز و گناہ ہے ایک نہیں کئی وجہ سے۔ عورتوں کا اس نیاز کے لئے تالاب یا دریا کے کنارے جانا ناجائز و گناہ ہے بلا ضرورت شرعیہ عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا گناہ ہے حدیث میں ہے کہ فرمایا المراۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفہا الشیطان عورت چھپانے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانکتا ہے (ترمذی، مشکوۃ ص ۲۶۹)

دوسری حدیث میں فرمایا "ان المراۃ تقبل فی صورۃ شیطان وتدبر فی صورۃ شیطان (مسلم، مشکوۃ ص ۲۶۸)

عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں منہ پھیر کر جاتی ہے

پھر چراغ جلا کر پانی رکھ کر دلیہ پانی میں بہا دیتی ہیں دلیہ تو خیر جانور کھا لیتے ہوں گے مگر چراغ کی کیا حاجت؟ یہ اسراف ہے اس نیاز کو دلانے کے لئے دریا کے کنارے جانا لغو اور اس نیاز کو دریا کے کنارے ضروری سمجھنا جہالت اس لئے نیاز کے اس طریقے کو بند کر دینا واجب ہے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کو بند کرنے کی پوری کوشش کریں۔ حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم کی نیاز دینی ہو تو گھر میں دیں اور جس کھانے یا شرینی پر نیاز دی جائے وہ مسلمانوں کو کھلا دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کیا یہ دعا مانگی جاسکتی ہے

اگر کوئی شخص نماز کے بعد ربّنا وابعث فیہم رسولا منہم ۔ یا ربّنا انزل علینا مائدۃ من السماء ۔ بطور دعا پڑھتا ہے تو کیسا ہے ۔؟

الجواب

آیۂ کریمہ ربّنا وابعث فیہم رسولا منہم ۔ اے ہمارے رب ان میں سے ایک رسول مبعوث فرما ـــــ بہ نیت ثواب تلاوت کرنا ثواب کا کام ہے لیکن اسے بطور سوال دعا کے لئے پڑھنا جائز نہیں بلکہ اس میں اندیشۂ کفر بھی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کو ممکن ماننا کفر ہے اور دعا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دعا مانگنے والے کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ میں یہ دعا مانگ رہا ہوں یہ مجھے مل سکتی ہے اسے ممکن جانتا ہے جو شخص آیۂ مذکورہ کے معنی کو سمجھ کر اور یہ اعتقاد کرکے یہ دعا کرے کہ اے اللہ کسی نبی کو مبعوث فرما تو وہ مسلمان نہیں رہے گا لیکن عوام جو آیۂ کریمہ کے معنی نہیں جانتے آیت کے شروع میں " ربنا " دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ کوئی دعا ہے پڑھتے ہیں اگرچہ بطور دعا تو ان کے لئے یہ حکم نہیں مگر آئندہ یہ دعا مانگنے سے ان کو روکا جائے ـــــ دعائے مذکورہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہے جو بیت اللہ شریف کی تعمیر کے بعد انھوں نے مانگی تھی یہ قبول ہوئی اور بالآخر انھیں کی آل اطہار میں حضور اقدس علیہ الصلاۃ والتسلیم مبعوث ہوئے لیکن دوسری دعا ربّنا انزل علینا مائدۃ من السماء ۔ مانگنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ کشائش رزق کے لئے اس کا پڑھنا مجرب ہے اس دعا کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل فرما۔ اور یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے دسترخوان نازل فرمائے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

از محمد عثمان اوج اعظمی

ہند میں کوئی نہیں آپ سے بڑھ کر خواجہ

ہادیِ راہِ ہُدیٰ سید و سرور خواجہ
آپ کے نور سے آنکھیں ہوں منور خواجہ
کوئی سنتا نہیں حالِ دلِ مضطر خواجہ
مال و زر جاہ و حشم کی نہیں حاجت ہم کو
آپ کا ہاتھ رہے اہلِ سنن کے سر پر
اہلِ ایمان پریشان نظر آتے ہیں
زندگی ہم پہ گراں بار ہوئی جاتی ہے
پھول لگتے ہیں دہکتے ہوئے شعلوں کی طرح

ہند میں کوئی نہیں آپ سے بڑھ کر خواجہ
آپ کی یاد رہے دل میں برابر خواجہ
آج ہیں بدلے ہوئے وقت کے تیور خواجہ
چاہیئے چشمِ عطا سوئے گداگر خواجہ
سایۂ فضلِ خدا آپ کے سر پر خواجہ
جانبِ دین ہیں الحاد کے پتھر خواجہ
کیا کہیں آپ سے رودادِ ستمگر خواجہ
دوست ملتے ہیں چھپائے ہوئے خنجر خواجہ

آپ کی مدح سرائی سے غرض ہے اُس کو
کیا کرے عرضِ ہنر اوجؔ سخنور خواجہ

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی

فلمی گانوں کا ہولناک منظر

کہ اہتمام بھی ایمان کی روشنی کے لئے

آج ہمارے مسلم معاشرے کا نوجوان طبقہ کچھ عجیب بھول بھلیوں کا شکار ہے نہ اسے اپنی متاع گم شدہ (علوم شریعت) کی تلاش ہے، نہ اپنے وقت عزیز کی قیمت کا کچھ پاس و احساس۔

یہ وقت کا کتنا بڑا المیہ ہے کہ ہمارے پاس سب سے قیمتی سرمایہ "سرمایۂ ایمان" ہے اور ہم آج اس عظیم سرمائے کے ساتھ ایسی راہ پر چل رہے ہیں جس پر اس کے لیٹرے پہلے ہی سے پرکشش انداز میں تاک لگائے بیٹھے ہیں، آپ کو حیرت ہوگی کہ فلمی گانوں کا نشانہ بھی ہمارے ایمان و عمل ہی کی سمت ہے انھیں فتنوں سے خبردار کیا تھا ایک عاشق رسول نے کہ: ے

سُونا جنگل رات اندھیری، چھائی بدلی کالی ہے
سونے والے جاگتے رہیو، چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چُرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

سُونا بن ہے سونا پاس ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرّافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

شہد دکھائے، زہر کھلائے، قاتل، ڈائن، شوہر کُش
اس مردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ)

کچھ فلمی اشعار کی ہلاکت خیزیوں کا احساس ہمارے اسلامی بھائیوں کو ہوا تو فوراً اصلاح قبول فرمالی، مگر ساتھ ہی کئی ایک سوالات بھی اٹھ کھڑے ہوئے، مثلاً:

(۱) کفری اشعار کی وجہ سے اعمال صالحہ اکارت ہوئے ان سب کا اعادہ کس طور پر ممکن ہوگا؟

(۲) جسے ان اشعار کے پڑھنے یا سننے کے بارے میں شک ہو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۳) کیا کفر کا حکم ہر پڑھنے اور سننے والے کے لئے ہے؟

(۴) عام طور سے لوگوں کو ان اشعار کا کفر ہونا معلوم نہیں تھا ان پر اتنا بڑا فرد جرم کیونکر عائد ہوگا؟

ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ ان امور پر ایک ہلکی سی روشنی ڈالتے ہیں جس سے ان شاء اللہ العزیز آپ کو تشفی حاصل ہوگی۔

- جو اعمال اکارت گئے دوبارہ ان کی ادائیگی کا حکم نہیں ہے، ہاں اگر حج کی استطاعت ہو تو اس کا اعادہ فرض ہے۔
- جس نے یہ کفری گانے سن کر دل میں انھیں بُرا جانا۔ ان سے نفرت کی یا کسی، مصلحت شرعی کی بنا پر بطور نقل لکھا یا پڑھا اس پر کوئی الزام نہیں بلکہ کفر سے نفرت تو سچے ایمان کی علامت ہے۔
  ہاں جس نے یہ اشعار دلچسپی کے ساتھ پڑھے، سنے، گائے، ان پر راضی ہوئے اس پر حکم کفر ہے۔
- جسے یہ شک ہو کہ اس نے یہ اشعار دلچسپی و پسندیدگی کے ساتھ گائے، سنے پڑھے ہیں، یا نہیں مگر اس کی عادت فلمی گانوں کے سننے، گنگنانے کی رہی ہے تو اسے بھی احتیاطاً توبہ و تجدید ایمان

وتجدید نکاح کرلینا چاہئے اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے تو بہ و تجدید ایمان تو یوں بھی باعثِ اجر و ثواب ہے۔

مدارک شریف میں ہے کہ:

"جسے یہ وہم ہو کہ اسے توبہ کی حاجت نہیں ہے اسی کو سب سے زیادہ توبہ کی حاجت ہے" (۲/۱۴۲)

● کلماتِ کفر دو طرح کے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جن میں لاعلمی کا اعتبار کیا جاتا ہے اور کچھ وہ ہیں جن میں لاعلمی کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا، جیسے کوئی اللہ عزوجل کے خالق ہونے کا انکار کردے پھر لاعلمی کا عذر پیش کرے تو وہ مسموع نہ ہوگا، یونہی کوئی اللہ عزوجل کے سوا دوسرے کو بھی عبادت و پرستش کا حقدار سمجھے پھر کہے کہ مجھے اس کا شرک ہونا معلوم نہیں تھا تو یہ عذر قبول نہ کیا جائے گا کہ آخر جب وہ مسلمان ہے تو اتنا کیوں نہیں جانتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی سب کا خالق ہے لہٰذا جو شخص دلچسپی و پسندیدگی کے ساتھ یہ شعر گنگناتا ہے کہ ؎

خدا جب بھی زمیں پر آسماں سے دیکھتا ہوگا
میرے محبوب کو کس نے بنایا سوچتا ہوگا

وہ حقیقت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے خالق اور علیم و خبیر ہونے کا انکار کرتا ہے، یونہی جو شخص ان اشعار کو اچھا سمجھ کر پڑھتا ہے: ؎

کسی پتھر کی مورت سے محبت کا ارادہ ہے
پرستش کی تمنا ہے، عبادت کا ارادہ ہے

پتھر کے صنم تجھے ہم نے محبت کا خدا جانا
بڑی بھول ہوئی ارے ہم نے یہ کیا سمجھا یہ کیا مانا

وہ غیر اللہ کو عبادت کا حقدار سمجھتا ہے جو کھلے طور پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا رد ہے، کلمہ پڑھ کر ایک شخص ایسے ناپاک کلمات بکتا ہے پھر یہ کہتا ہے کہ مجھے اس کا کفر و شرک ہونا معلوم نہیں تھا یہ ناقابل قبول ہے۔ دنیا کے قانون میں بھی جو جرم کھلے ہوئے ہوتے ہیں ان میں لاعلمی کا عذر مسموع نہیں ہوتا جیسے قتلِ ناحق، چوری، بے ٹکٹ سفر، وغیرہ۔

آیئے ہم اس مسئلے کی ذرا قدرے تفصیل کے ساتھ وضاحت کریں۔

مسلمانوں کو جن امور کا عقیدہ رکھنا واجب ہے وہ دو طرح کے ہیں ایک تو وہ جن کا دین سے ہونا عوام و خواص سبھی کو معلوم ہو۔ دوسرے وہ جن کا دین سے ہونا اس قدر عام نہ ہو " اوّل کو ضروریاتِ دین" کا نام دیا جاتا ہے اس کی تشریح بہار شریعت میں ان الفاظ میں کی گئی:

"ضروریاتِ دین وہ مسائل ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیاء کی نبوت، جنت، نار، حشر، نشر وغیرہا۔

عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقۂ علماء میں نہ شمار کئے جاتے ہوں مگر علماء کی صحبت سے شرفیاب ہوں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں۔ نہ وہ کہ کور دہ اور جنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے کہ ایسے لوگوں کا ضروریاتِ دین سے ناواقف ہونا اس ضروری کو غیر ضروری نہ کردے گا،"

(ج ۱ ص ۵۲)

اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق ہے اسی نے سب کو پیدا کیا۔ ایک وہی عبادت کے لائق ہے، اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ علیم و خبیر ہے۔ یہ عقائد بھی ضروریاتِ دین سے ہیں کہ دینی شعور رکھنے والے عوام حتیٰ کہ مکتب کے بچے بھی ان عقائد سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔

لہٰذا اگر کوئی شخص نثر یا نظم میں ایسی بات بول دے جو اس طرح کے کسی ضروری دینی کا انکار ہو تو وہ بالاتفاق اسلام کی صف سے باہر ہو جائے گا۔

شرح فقہ اکبر میں امام اجل حضرت علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

أمّا إذا تكلّم بكلمةٍ ولم يدرِ أنّها كلمةُ كفرٍ ففي فتاوى قاضيخان حكايةُ خلافٍ من غير ترجيح حيث قال:

کفر کی بات زبان سے بک دی اور اسے یہ نہیں معلوم کہ یہ بات کفر کی ہے، وہ کافر ہوا یا نہیں؟ اس کے متعلق فتاوی قاضیخاں میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے

ان کے الفاظ یہ ہیں:

قيل: لا يُكفر بِعذرهِ بالجهل، وقيل: يكفّر ولا يُعذر بالجهل. أقولُ: والأظهرُ الأوّل. إلّا إذا كان من قبيل ما يُعلم من الدّين بالضرورة فإنّه حينئذٍ يُكفر ولا يُعذرُ بالجهل اھ

(شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲)

ایک قول یہ ہے کہ کافر نہ قرار دیا جائے کیونکہ جہل ولاعلمی کے باعث وہ معذور ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کافر قرار دیا جائے اور جہل ولاعلمی کے باعث معذور نہ مانا جائے میں کہتا ہوں کہ اظہر پہلا قول ہے البتہ اگر وہ کفری بات ضروریات دین کے زمرے سے ہو تب تو بلاشبہ اس کو کافر قرار دیا جائے گا اور جہل ولاعلمی کے باعث معذور نہ ہوگا۔

اس عبارت سے بخوبی عیاں ہوتا ہے کہ کلمۂ کفر کا تعلق "ضروریات دین" سے ہو تو وہاں جہل ولاعلمی کا عذر مسموع نہ ہوگا کہ مسلمان ہو کر اتنی کھلی ہوئی بات جانتا کیوں نہیں۔ ہاں اگر کفر کا تعلق "ضروریات دین" سے نہ ہو تو یہاں جہل ولاعلمی کا عذر مسموع ہو سکتا ہے تاہم یہاں بھی ایک جماعتِ علماء کا موقف یہی ہے کہ معذور نہ قرار دیا جائے۔

غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں ہے:

والجهل بالضروريات في باب المكفّرات لا يكون عذرًا بخلاف غيرها، فإنّه يكون عذرًا على المفتى به. اھ

تکفیر کے باب میں ضروریات دین سے لاعلمی عذر نہیں ہے اس کے برخلاف غیر ضروریات دین سے لاعلمی عذر ہے یہی مفتیٰ بہ ہے۔

(غمز العیون ص ۲۹۷ کتاب السیر، باب الردۃ)

اب ایک حدیث نبوی سے اپنی ایمانی نگاہوں کو تازہ کیجئے بخاری شریف کتاب الرقاق میں ہے:

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إنّ العبد ليتكلّم بالكلمة من رضوان الله لا يُلقي لها بالًا يرفع الله بها درجاتٍ، وإنّ العبد ليتكلّم بالكلمة من سخط الله لا يُلقي لها بالًا يهوي بها في جهنّم. وفي رواية: إنّ العبد ليتكلّم بالكلمة ما يتبيّن فيها يزلّ بها في النار أبعد ما بين المشرق (والمغرب) عه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کبھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی بات کہتا ہے اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے بہت درجے بلند کر دیتا ہے، اور کبھی بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی بات کرتا ہے اور اس کا خیال بھی نہیں کرتا اس کی وجہ سے جہنم میں گرتا ہے ــــ اور ایک روایت میں ہے کہ مشرق ومغرب کے درمیان میں جو فاصلہ ہے اس سے بھی زیادہ فاصلہ پر جہنم میں گرتا ہے۔

(بخاری شریف ص ۹۵۹ ج ۲ باب حفظ اللسان)

اسے ایک تمثیل کے ذریعے یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ "ضروری دین کا انکار" ایسا کفر ہے جو ایمان کے لئے زہر ہلاہل ہے تو جیسے کوئی انجانے میں یا بے خیالی میں زہر ہلاہل پی لے تو اس کی جان نہ بچ سکے گی۔ یونہی اگر کوئی شخص کفر ضروری کا انجانے میں یا بے خیالی میں مرتکب

عه وفي بعض الروايات جاء صريحًا "والمغرب" ر،ع
(حاشیہ بخاری ص ۹۵۹ ج ۲)

ہو جائے تو اس کا ایمان محفوظ نہ رہ سکے گا۔

پھر حیرت ہے کہ بھول کر یا انجانے میں شاید و باید ہی کوئی زہر پیتا ہو گا مگر فلمی گانوں کے کفری اشعار میں ایک جم غفیر مبتلا نظر آ رہا ہے ـــ حیات جسمانی کا اس قدر پاس و لحاظ اور حیات ایمانی سے ایسی غفلت و لاپروائی ـــ؟

توبہ و تجدید ایمان کا طریقہ

"اے ارحم الراحمین! مجھ گنہگار سے جان بوجھ کر یا لاپروائی میں جو بھی کفر سرزد ہوا خاص طور پر فلاں فلاں کفر (مثلاً فلمی کفریہ اشعار کو دلچسپی کے ساتھ سنایا، پڑھا، یا گنگنایا) یا اس کے سوا اور بھی جو گناہ ہوئے چھوٹے یا بڑے، نئے یا پرانے، ان سب سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرتا ہوں، اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی بھی ایسے کفر یا گناہ کا ارتکاب نہ کروں گا، تو ہی سب کا خالق ہے، علیم و خبیر ہے، ہر عیب سے پاک و منزہ ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے سچے رسول ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ توبہ بھی ہو گئی اور تجدید ایمان بھی"

اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ ان امور کا لحاظ ضروری ہے کہ:

(ا) جو کفر یا گناہ سرزد ہوا اس کا ذکر کر کے اس سے نفرت و بیزاری ظاہر کی جائے۔

(ب) سچے دل سے اس پر نادم و شرمندہ ہوں۔

(ج) اللہ عزوجل کی بارگاہ میں آئندہ اس کے نہ کرنے کا پختہ عہد کریں۔

(د) کفر کے ارتکاب سے جس عقیدۂ اسلامی کا انکار ہوا ہے دل سے اس کی تصدیق اور زبان سے اس کا اعتراف کریں۔

(ہ) پھر کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوں۔

یہ کام گھر میں بھی ہو سکتا ہے اور مسجد میں بھی، مجمع عام میں بھی ہو سکتا ہے اور تنہائیوں میں بھی، ہاں گناہ اعلانیہ سرزد ہوا ہو تو اس کی توبہ مجمع عام میں ہونی چاہئے۔ اور اگر کثیر افراد اس میں مبتلا ہوں تو اجتماعی طور پر بھی توبہ ہو سکتی ہے۔

تجدیدِ نکاح کا طریقہ

تجدید نکاح کا مطلب ہے "نئے مہر سے نیا نکاح کرنا" اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ محفل منعقد کی جائے اور وہ رسمیں ادا کی جائیں جو نکاحِ اول میں کی گئی تھیں، نکاح نام ہے ایجاب و قبول کا، جب ایجاب و قبول ہو گیا تو نکاح منعقد ہو گیا البتہ اس موقع سے گواہوں کی حاضری شرطِ صحتِ نکاح ہے اور اس کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں نکاح کر لیا جائے، گواہ گھر کے افراد حتی کہ ماں، باپ، بہن، بیٹا بیٹی بھی ہو سکتے ہیں، خطبہ صرف مستحب ہے خطبہ یاد نہ ہو تو اس کی جگہ اعوذ باللہ و بسم اللہ کے ساتھ الحمد للہ شریف بھی پڑھ سکتے ہیں۔

دو مردوں، یا ایک مرد دو عورتوں کی موجودگی میں مرد خطبہ یا سورۂ فاتحہ شریف پڑھ کر عورت سے کہے "میں نے اتنے مہر (مثلاً ۲۵۱/۰۰ روپے) کے عوض تم سے نکاح کیا ـــ عورت کہے "میں نے قبول کیا" نکاح ہو گیا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عورت پڑھی لکھی ہو تو وہی خطبہ یا سورۂ فاتحہ شریف پڑھ دے اور ایجاب کرے پھر مرد کہے "میں نے قبول کیا"۔

عورت مہر معاف کرنا چاہے تو معاف کر سکتی ہے اور اس کی وجہ سے ثواب کی حقدار ہو گی مگر اس کے لئے اس پر دباؤ نہ ڈالا جائے گزارش کی جا سکتی ہے ویسے یہ بات مرد کی حاکمیت کے شایانِ شان نہیں کہ وہ معمولی سی رقم کے لئے اپنی محکوم عورت سے معافی کی گزارش کرے ـــ پہلے نکاح میں جو مہر مقرر ہوا تھا فوراً ادا کر دیا جائے اور فوری وسعت نہ ہو تو عورت سے مہلت

(باقی صفحہ ۴۸ پر)

ترا در چھوڑ کر خواجہ یہ دیوانے کہاں جاتے

سُنانے اپنی بربادی کے افسانے کہاں جاتے ؛ ترا در چھوڑ کر خواجہ یہ دیوانے کہاں جاتے
ہمیشہ بھیک ہم نے تو اسی چوکھٹ سے پائی ہے ؛ ہم اپنا دامنِ اُمید پھیلانے کہاں جاتے
تمہارے سر پہ خواجہ تاج ہے مشکل کشائی کا ؛ ہم اپنی الجھنیں اوروں میں سلجھانے کہاں جاتے
زمانے بھر کو داروئے شفا اس در سے ملتی ہے ؛ ہم اپنے دل کے گہرے زخم دکھلانے کہاں جاتے
مقدر ہے ازل سے جب یہیں مرنا یہیں جینا ؛ تو پھر اے شمعِ سنجر تیرے دیوانے کہاں جاتے
جبینوں پر نہ ہوتا نقش گر اس آستانے کا ؛ غلامانِ معین محشر میں پہچانے کہاں جاتے

درِ خواجہ پہ بگڑی قسمتیں بنتی ہیں اے عرشی
ہم اپنی لوحِ پیشانی بدلوانے کہاں جاتے

از: حضرت عرشی

بیڑا پار لگا جا خواجہ

آجا خواجہ آجا خواجہ　　سوئے بھاگ جگا جا خواجہ
تیرے گن گانے کے لئے ہے　　سات سروں کا باجا خواجہ
ہم ہیں بھکاری تری دیا کے　　راجن کے مہا راجا خواجہ
آ بیٹھو اب کرپا ہوگی　　کھول کے من دروا جا خواجہ
درس بھکاری انکھیاں برسیں　　صورتیا دکھا جا خواجہ
صدقہ خواجہ عثمان دیدے　　بگڑے کام بنا جا خواجہ
زہرا کی خوشبو کے وارث　　من بگیا مہکا جا خواجہ
کھیت ہیں سوکھے گھر ہے ویراں　　ابر کرم برسا جا خواجہ
تو آئے تو سب آجائیں　　آجا آجا آجا خواجہ
دھوپ دکھوں کی بھی نہ اٹھائے　　اب رنگ جما جا خواجہ
ترا انجم بیچ بھنور ہے　　بیڑا پار لگا جا خواجہ

از
قمر انجم پاکستانی

تم آلِ نبی اولادِ علی سلطان الہند غریب نواز

یا خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند غریب نواز
یا واقف رازِ خفی و جلی سلطان الہند غریب نواز
لائی ہے مجھے امید کرم اس خاک کی اور اس در کی قسم
آیا ہوں پئے حاجت طلبی سلطان الہند غریب نواز
منہ عیش وطرب نے پھیر لیا دن رات کے غم نے گھیر لیا
سب دور ہوں میرے رنج دلی سلطان الہند غریب نواز
فریاد تمہیں سے ہے میری، تکلیف سہی کیسی کیسی
ہو داد طلب کی داد رسی سلطان الہند غریب نواز

یہ داغ کہاں تک رنج سہے تم سے نہ کہے تو کس سے کہے
تم آلِ نبی اولادِ علی سلطان الہند غریب نواز

از: داغ دہلوی

سلسلۂ چشتیہ بہشتیہ اور اس کے مشائخ عظام بزرگ

تاریخ وصال اور جائے مزار ـــــ ایک نظر میں

نمبر شمار	تاریخ وصال	اسمائے مبارک	جائے مزار
۱	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	سردار دو عالم اشرف الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	مدینہ منورہ
۲	۲۱ رمضان ۴۰ھ	حضرت امیر المومنین مولا علی مرتضیٰ ابن ابی طالب	نجف شریف
۳	۱۰ محرم یا غرہ رجب ۱۱۰ھ	حضرت خواجہ حسن بصری عیاض	بصرہ
۴	۲۷ صفر ۱۷۷ھ	حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید	بغداد شریف بصرہ
۵	۳ ربیع الاول ۱۸۶ھ	حضرت خواجہ فضیل بن عیاض	مکہ معظمہ
۶	۲۱ جمادی الثانی ۲۲۶ھ	حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخی	ملک شام
۷	۲۴ شوال ۲۵۲ھ	حضرت خواجہ بدر الدین ہبیرۃ البصری	خریضہ مرعش شام
۸	۷ شوال ۲۸۷ھ	حضرت خواجہ امین الدین ہبیرۃ البصری	ہبیرۃ قریب بصرہ
۹	۱۴ محرم ۶۵۵ھ	حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری	بغداد شریف بولام احمد حنبل
۱۰	۱۴ ربیع الثانی ۳۲۹ھ	حضرت خواجہ ابی اسحٰق شامی چشتی	عکہ بلاد شام
۱۱	غرہ جمادی الآخرہ ۳۵۵ھ	حضرت خواجہ ابو احمد چشتی	چشت قصبات ہرات
۱۲	۴ ربیع الآخر ۴۱۱ھ	حضرت خواجہ ابو محمد بن احمد چشتی	" "
۱۳	۳ رجب ۴۵۹ھ	حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی	" "
۱۴	یکم رجب ۵۲۷ھ	حضرت خواجہ قطب الحق والدین مودود چشتی	چشت خاص
۱۵	۱۵ رجب ۵۷۰ھ	حضرت خواجہ حاجی سلطان مودود چشتی	" "
۱۶	۵۷۵ھ	حضرت خواجہ احمد مودودی چشتی	" "
۱۷	۱۰ رجب ۶۱۲ھ	حضرت خواجہ حاجی شریف زندانی چشتی	قصبہ زندان بخارا
۱۸	۵ شوال ۶۱۷ھ	حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی	مکہ شریف جنت البقیع
۱۹	۶ رجب ۶۳۳ھ	حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری	اجمیر شریف
۲۰	۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی	دہلی مہرولی قطب
۲۱	۵ محرم ۶۶۸ھ	حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر	پاک پٹن شریف
۲۲	" "	حضرت قطب جمال الدین احمد ہانسوی	ہانسی ضلع حصار
۲۳	۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ	حضرت مخدوم علاؤ الدین صابر کلیری	رڑکی قصبہ کلیر
۲۴	۱۸ ربیع الثانی سنہ ھ	حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی	دہلی
۲۵	۱۸ رمضان ۷۵۷ھ	حضرت خواجہ نصیر الدین روشن چراغ دہلی	محلہ چراغ دہلی
۲۶	۱۶ ذیقعدہ ۸۲۵ھ	حضرت خواجہ سید محمود گیسو دراز بندہ نواز	دکن گلبرگہ شریف

سلسلۂ چشتیہ بہشتیہ اور اس کے مشائخ بزرگ
تاریخ وصال اور جائے مزار ـــ ایک نظر میں

نمبر شمار	تاریخ وصال	اسمائے گرامی	جائے مزار
۲۷	۲۰, ذیقعدہ ۷۵۶ھ	حضرت کمال الدین	دہلی
۲۸	یکم جمادی اولیٰ سنہ	حضرت شیخ سراج الحق والدین	پیران پٹن گجرات
۲۹	۲۶, صفر ۸۷۵ھ	حضرت شیخ علم الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ	" "
۳۰	۱۲, صفر ۹۴۰ھ	حضرت شیخ محمود راجن	" "
۳۱	۲۹, ربیع الاول ۹۳۰ھ	حضرت شیخ جمال جمن چشتی	" "
۳۲	۲۱, ربیع الاول ۱۰۰۰ھ	حضرت شیخ خواجہ حسن محمود	احمد آباد گجرات
۳۳	۲۰, صفر ۱۱۲۱ھ	حضرت شیخ قطب الدین مدینہ یحییٰ مدنی	مدینہ منورہ
۳۴	۲۰, صفر ۱۱۴۱ھ	حضرت خواجہ شیخ محمد	" "
۳۵	۲۲, ربیع الاول ۱۱۴۲ھ	حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی دہلوی	میدان پریٹ جامع مسجد دہلی
۳۶	۱۲, ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ	حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آباد	دکن اورنگ آباد
۳۷	۲۰, جمادی الآخرہ ۱۱۹۹ھ	حضرت محب نبی خواجہ فخر الدین محمد دہلوی	بیرون دہلی قصبہ دہلی
۳۸	۲۴, جمادی الاول ۱۳۰۰ھ	حضرت خواجہ حامد میاں تونسوی	تونسہ شریف
۳۹	۱۲, ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ	حضرت خواجہ نور محمد بہاری	بہار شریف
۴۰	صفر ۱۲۰۶ھ	حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی	تونسہ شریف
۴۱	۲۹, جمادی الاول سنہ	حضرت خواجہ شاہ الہٰ بخش تونسوی	" "
۴۲	۲۵, ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ	حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی	" "
۴۳	۲۶, ذی الحجہ ۷۷۵ھ	حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت	مقام اوچھا
۴۴	۶, جمادی الثانی ۷۲۶ھ	حضرت ابوالفضل سید راہ قتال	" "
۴۵	۸, شعبان ۷۲۹ھ	حضرت مخدوم شیخ حیدر چشتی	دہلی قصبہ مہر دہلی
۴۶	۶, ذی الحجہ ۷۹۷ھ	حضرت مولانا ضیاء الدین برنی چشتی	دہلی
۴۷	۱۶, شوال ۸۴۷ھ	حضرت مخدوم سارنگ	قصبہ مجھ گاؤں
۴۸	۲۲, صفر ۸۴۰ھ	حضرت شیخ محمد عرف منیار	لکھنؤ
۴۹	۱۶, ربیع الاول ۹۲۲ھ	حضرت شیخ سعد الدین بن بڈھن	قصبہ خیر آباد
۵۰	۱۸, محرم ۹۴۵ھ	حضرت مخدوم عبدالصمد عرف شاہ صفی	قصبہ صفی پور
۵۱	۷, ربیع الاول ۹۲۲ھ	حضرت مخدوم نظام الدین شیخ الہند	خیر آباد
۵۲	۸, ربیع الاول ۱۰۱۳ھ	حضرت مخدوم شیخ ابوالفتح	" "

سلسلۂ چشتیہ بہشتیہ اور اس کے مشاہیر بزرگ
تاریخ وصال اور جائے مزار —— ایک نظر میں

نمبر شمار	تاریخ وصال	اسمائے گرامی	جائے مزار
۵۳	۱۱ رمضان ۱۰۴۲ھ	حضرت مخدوم شیخ عبداللہ	خیرآباد
۵۴	۱۴ جمادی الاول ۱۰۷۷ھ	حضرت مخدوم شاہ تاج معین الدین	قصبہ بلگرام
۵۵	۱۸ رمضان ۱۱۰۶ھ	حضرت مخدوم شاہ رکن عالم لاتحقلی قلندر	" "
۵۶	۱۰ ذی الحجہ ۱۱۲۰ھ	حضرت مخدوم شاہ امام الدین	" "
۵۷	۴ جمادی الاول ۱۱۶۵ھ	حضرت مخدوم شاہ یٰسین قلندر	" "
۵۸	۱۷ رجب ۱۱۸۳ھ	حضرت مخدوم غوث الدہر شاہ قدرت اللہ	قصبہ صفی پور
۵۹	۲۴ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ	حضرت مخدوم شاہ غلام نبی	" "
۶۰	۱۲ ذی الحجہ ۱۲۱۳ھ	حضرت مخدوم شاہ غلام پیر	" "
۶۱	۶ ذیقعدہ ۱۲۷۸ھ	حضرت مخدوم شاہ محمد علی چشتی	" "
۶۲	۲۲ صفر ۱۳۱۳ھ	حضرت مخدوم شاہ خراف علی چشتی	" "
۶۳	۲۲ شوال ۱۳۵۰ھ	حضرت مخدوم شاہ نظام الحق صفوی قادری نظامی	" "
۶۴	۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۸ھ	حضرت مخدوم شاہ انوار الحق نظامی صفوی قادری	" "
۶۵	۷ " "	حضرت مخدوم شاہ حسین الدین "	سندبادی
۶۶	۲۱ محرم ۸۹۸ھ	حضرت مخدوم سلطان اشرف جہانگیری سمنانی	کچھوچھہ شریف
۶۷	۱۵ جمادی الاولیٰ ۸۳۶ھ	حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی چشتی	ردولی
۶۸	۶ جمادی الثانی سنہ ھ	حضرت خواجہ کمال الدین علامہ ردولوی	" "
۶۹	۱۲ رمضان ۴۱۷ھ	حضرت سلطان مظہر اولیا طبل بادشاہ حسینی	ترچناپلی
۷۰	" "	حضرت مولانا فضل الرحمٰن چشتی	گنج مرادآباد
۷۱	یکم صفر ۱۳۲۳ھ	حضرت حاجی وارث علی شاہ	دیوہ شریف
۷۲	۶ جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ	حضرت حاجی شاہ امداد اللہ	مکہ معظمہ
۷۳	۹ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ	حضرت خواجہ شاہ نذیر چشتی	برہان پور
۷۴	۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ	حضرت خواجہ شاہ محمد بشیر چشتی	دیوی شریف
۷۵	۶ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ	حضرت خواجہ حبیب علی شاہ چشتی	دکن حیدرآباد
۷۶	۱۵ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ	حضرت خواجہ حافظ علی شاہ چشتی	کٹمنڈی
۷۷	۱۳ جمادی الاول ۱۴۳۳ھ	حضرت پیر سیّد ابراہیم شاہ چشتی	دیوہ شریف
۷۸	۲۹ جمادی الآخر ۱۳۶۰ھ	حضرت خواجہ حافظ محمد علی شاہ چشتی خیرآبادی	کٹمنڈی

سلسلہ چشتیہ بہشتیہ اور اس کے عظیم المرتبت بزرگ
تاریخ وصال اور جائے مزار — ایک نظر میں

نمبر شمار	تاریخ وصال	اسمائے مبارک	جائے مزار
۷۹	۲۹ ذیقعدہ سنہ ھ	حضرت خواجہ حافظ محمد علی شاہ چشتی خیرآباد	کٹھنڈی
۸۰	۲۹ ذیقعدہ سنہ ھ	حضرت خواجہ حافظ محمد علی شاہ چشتی خیرآبادی	لکھنؤ۔ خیرآباد
۸۱	۸ شوال ۷۱۸ھ	حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا خاندان سہروردیہ	ملتان
۸۲	۱۵ صفر ۸۹۶ھ	حضرت خواجہ حافظ بہاءالدین المعروف بابا فریدی	رجب پور ضلع مراد آباد
۸۳	۱۵ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ	حضرت حافظ وحید الدین فریدی	" " "
۸۴	۲۴ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ	حضرت حافظ مہدی علی شاہ قادری	" " "
۸۵	۱۸ رمضان ۱۳۷۵ھ	حضرت الحاج مولوی محمد علی فریدیہ مراد آباد	" " "

(بقیہ صـ۴۳ کا)

لی جائے۔

"کفر سے محفوظ رہنے کا سستا نسخہ"

بہار شریعت میں ہے:

"حدیث میں فرمایا کہ شرک سے بچو کہ وہ چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے اور اس سے بچنے کی حدیث میں ایک دعا ارشاد فرمائی، اسے ہر روز تین مرتبہ پڑھ لیا کرو، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شرک سے محفوظ رہو گے وہ دعا یہ ہے

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّ اَنَا اَعْلَمُ وَاسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ"

(ج ۹ ص ۱۶۲ - ۱۶۳)

کفر بھی شرک ہی کے حکم میں ہے اس لئے اس دعا کی برکت سے شرک و کفر دونوں سے ہی حفاظت رہے گی البتہ اس کے لئے فلمی خرافات اور فلمی گانوں سے پرہیز شرط ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں تمام مسلمانوں کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ ●

(بقیہ صـ۱۹ کا)

بی بی تھیں۔ اور دوسری کسی ہندو راجہ کی بیٹی بی بی امۃ اللہ تھیں جو مشرف بہ اسلام ہوگئی تھیں، حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی اولاد میں تین صاحبزادے سید فخرالدین، سید ضیاءالدین ابو سعید اور سید حسام الدین تھے، اور ایک دختر نیک اختر بی بی حافظ جمال تھیں حضرت خواجہ نے سید فخرالدین قدس سرہ اور بی بی حافظ جمال کو خلافت بھی عطا فرمائی، بی بی حافظ جمال عورتوں کو دینی اور روحانی تعلیم دیا کرتی تھیں (سیر الاقطاب ص ۱۳۴، خزینۃ الاصفیاء ص ۲۶۵)

رحلت

یہ آفتاب اسلام چالیس برس تک ظلمتکدۂ ہند کو اپنی ضیاپاشی سے بہرہ ور کرتا رہا اور لاکھوں تاریک دلوں میں شمع توحید و رسالت روشن کرتا رہا، پھر وہ وقت آہی گیا جو ہر ایک کے لئے مقرر ہے اور جس سے کسی کو مفر نہیں۔ چنانچہ ایمان و عمل، زہد و تقویٰ، ثبات و استقلال، علم و حلم اور ایثار و وفا کا یہ جبلِ مستقیم زمین کی اوٹ میں روپوش ہوگیا۔

اکثر تذکرہ نگاروں کے بقول آپ کا وصال ۶ رجب ۶۳۳ھ بروز دوشنبہ ہوا۔ آپ کی شخصیت اگرچہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی مگر آپ کی تعلیمات و ہدایات آج بھی متلاشیان حق کے لئے مشعل راہ اور سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ●

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی

تصوف اور اسلام

اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں جو احکام و فرائن جاری کئے ہیں انھیں پر سچائی و اخلاصِ قلب کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا نام "تصوف" ہے صوفیۂ کرام فرماتے ہیں:

اَلتصوّفُ: تصفیۃُ القلوب ... و اِتباع النّبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے .... اور شریعت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے۔

(طبقات کبریٰ امام شعرانی ص ۱۸)

تصفیہ اور اتباع بظاہر دو جداگانہ امر ہیں مگر سچ یہ ہے کہ دونوں میں بڑا گہرا رشتہ ہے ــــ دل صاف نہ ہو تو اتباع نفاق بھی ہو سکتا ہے، ریا بھی ہو سکتا ہے اور کم از کم بے روح و بے کیف ضرور ہوگا۔

اور اتباع نہ ہو تو تصفیہ الحاد و زندقہ بھی ہو سکتا ہے اور کفر شرک بھی ہو سکتا ہے اور کم از کم لا حاصل ضرور ہوگا۔ راہبوں، جوگیوں سادھوؤں ــــ سنیاسیوں کو صفائی قلب کے نتیجے میں بڑے بڑے کشف ہوتے ہیں مگر وہ مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیروکار نہیں اس لیے ان کا تصفیہ شرک و الحاد کے دلدل سے باہر نہ نکل سکا۔ تو اتباعِ رسول کے لیے دل کا تزکیہ، اور تزکیہ کے لیے اتباعِ رسول ضروری، بلکہ عین مطلوب و مقصود ہے، اللہ کے رسول، سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ اسی کا شاہد ہے، چنانچہ خدائے پاک کا ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔ ج

بیشک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہوا کہ ان کے درمیان انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

(سورہ آل عمران ۳ - آیت ۱۶۴)

تزکیہ سے مراد کفر و ضلالت، ارتکابِ محرمات، معاصی خصائلِ ناپسندیدہ، ملکاتِ رذیلہ و ظلماتِ نفسانیہ سے ظاہر و باطن کو صاف ستھرا کرنا۔ اور حکمت سے مراد سنت ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ معیارِ رشد و ہدایت تین امر ہیں۔

(۱) تزکیۂ قلب و تصفیۂ باطن (۲) تعلیم کتاب اللہ (۳) تعلیمِ سنّت۔ اور تصوف انھیں تینوں امور کے مجموعہ کا نام ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا

بیشک مراد کو پہنچا جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

(سورۃ الشمس ۹۱- آیۃ ۹، ۱۰)

ان آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ قلب کا تزکیہ شرعاً محمود و مطلوب ہے۔

اس میں رمز یہ ہے کہ دل پورے بدن کا سلطان ہے اور ایک ایک عضو پر اس کی حکمرانی ہے اگر یہ ظلماتِ نفسانیہ و خصائلِ ناپسندیدہ سے ستھرا ہو گیا تو پھر بدن کا ہر ہر عضو اور ایک ایک

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ

جو ان ظلمات وخصائل سے ستھرا ہوجائے گا اور دل اللہ کا تابع فرمان ہوگیا تو پھر بدن کے تمام اجزا اللہ کے تابع فرمان ہوجائیں گے۔ اور اگر خدا نخواستہ یہی درست نہ رہا تو پھر تمام اجزا میں بگاڑ یقینی ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ، وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ۔ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔	سنو! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست رہے گا تو پورا بدن درست رہے گا اور جب وہ بگڑ جائے گا تو پورا بدن بگڑ جائے گا۔ سن لو، وہ ٹکڑا "دل" ہے۔

(صحیح البخاری ص ۱۳ ج ۱)

اسی لیے صوفیۂ کرام نے کتاب وسنت پر عمل کے ساتھ دل کے تزکیہ وتصفیہ پر بہت زور دیا کہ دل جب دنیاوی کثافتوں سے صاف ہو کر شفاف ہوجائے گا تو وہ صرف طالب مولیٰ ہوگا، اور اخلاص و رضا کا پیکر ہوگا، "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ" اس کی شان ہوگی، پھر آدمی جو بھی کام کرے گا وہ رضائے الٰہی کے لیے ہوگا، اس کی عبادت، اس کا معاملہ، اکل وشرب، دوستی، دشمنی شادی بیاہ، سفر، حضر، جنگ، صلح، غرضیکہ سونا، جاگنا، اٹھنا بیٹھنا سب رضائے الٰہی کے لیے ہوگا۔ صوفی کا مشرب صرف یہ ہے کہ بندہ جو کچھ بھی کرے دین کے لیے کرے اور ہر حال میں اللہ کی رضا کو سامنے رکھے۔

اسی کو نادانوں نے "رُھْبَانیت" قرار دیا، اور تصوف کو عیسائیوں کی خانقاہیت، ایرانیوں کی مزدکیت، اور بدھوں کی رہبانیت کا مجموعہ بنایا اور اس طرح اسے اسلام سے متصادم ایک نیا مذہب ومسلک گردانا ـــــ معاذ اللہ

تصوف کو عیسائیت سے کیا علاقہ، رُہبانیت سے کیا لگاؤ، مزدکیت سے کیا واسطہ؟

وہ تو اسلام کا پروانہ ہے، بندے کا ہر کام اسلام ہی کے آئینے میں دیکھنا چاہتا ہے، اسلام ہی کے رنگ میں رنگنے کے درپے ہے پھر وہ اسلام ہی سے متصادم کیوں ہوگا ـــــ؟

مگر جو لوگ بات بات پر شرک کی خیرات تقسیم کرتے ہیں، دنیا میں اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں مانتے، خدا ورسول کی جناب میں گستاخی کے کلمات بکتے ہیں اور قرآن وحدیث کے خلاف یہ گستاخانہ عقیدہ اختیار کرتے ہیں کہ:۔

* "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"
* "کوئی مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے"
* "آپ مرکر مٹی میں مل گئے"

ایسے لوگ اگر علمائے تصوف کو اپنے طعن وتشنیع کا نشانہ بنائیں تو کیا تعجب ہے، ان کی تو شان یہ ہے:

"خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ"

صوفیۂ کرام اس بات کی تعلیم نہیں دیتے کہ دنیا سے بالکل کنارہ کش ہو کر صرف ذکر وفکر میں لگے رہو، شادی، بیاہ، تجارت، حرفت بند کردو، جنگ وجہاد اور جہانبانی وجہانگیری کا تصور ذہن سے نکال پھینکو، بیوی، بچوں کے حقوق سے غافل ہوجاؤ۔ بلکہ ان کی تعلیم کا ماحصل یہ ہے کہ یہ سب کچھ کرو مگر دین کی خدمت واشاعت کے ارادے سے کرو، اللہ ورسول کی رضا کے لیے کرو، تاکہ تمہارا ہر کام دین کا کام قرار پائے اور تزکیۂ قلب وتصفیۂ باطن کے بعد بندے میں یہ وصف آٹومیٹک طور پر پیدا ہوجائے گا اور اس کے ہر کام میں صِبْغَۃَ اللّٰہِ کے جلوے نظر آئیں گے۔

مثال کے طور پر کھانا کھانا آدمی کی طبعی حاجت ہے، دین و عبادت نہیں مگر ایک صوفی اس کو بھی دین کے رنگ میں رنگ دیتا ہے چنانچہ مشہور صوفی عالم حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"جاننا چاہیے کہ راہ عبادت بھی منجملہ عبادات کے

ہے اور زادِ راہ منجملہ راہ کے ہے پس جس چیز کی راہ دین میں حاجت ہے وہ بھی دین میں داخل ہے۔

دین کو طعام کی حاجت ہے، سالکوں کا سارا مقصد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، اور اس دیدار کے حاصل ہونے کا ذریعہ علم و عمل ہے اور علم و عمل پر مواظبت رکھنا بلا سلامتیِ تن ناممکن ہے اور بدن کی سلامتی کھانے پینے پر موقوف ہے، بلکہ کھانا کھانا ضروریاتِ دین میں سے ہے اسی لیے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا پاک روزی کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ پس جو شخص کھانا اس نیت سے کھائے کہ اسے قوتِ علم و عمل اور راہِ آخرت پر چلنے کی طاقت نصیب ہو تو ایسے آدمی کا کھانا کھانا بھی عبادت میں داخل ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن کے ہر فعل کے لیے ثواب ہے حتّٰی کہ وہ اپنے منہ میں لقمہ ڈالے تب بھی، اور اپنے اہل کے منہ میں لقمہ ڈالے تو بھی۔"

(کیمیائے سعادت مترجم ص ۱۱۹۔ رکن دوم)

انسان اپنی قوتِ شہوانی کی بنا پر طبعاً مجبور ہے کہ عورت سے نکاح کرے اور اس کے ساتھ ہم بستر ہو، اس میں بظاہر عبادت کا کیا تصور ــــ؟ لیکن صوفی کی بارگاہ میں آؤ، وہ کہتا ہے:

" نکاح کرنا بھی امورِ دین میں داخل ہے جس طرح راہِ دین کے لیے آدمی کی حیات و بقا کی ضرورت ہے اور حیات بغیر کھانے، پینے کے ممکن نہیں ــــ اسی طرح راہِ دین میں جنسِ بشری کی بقا اور اس کی نسل کی حاجت ہے اور یہ بلا نکاح کے ناممکن ہے۔ پس نکاح اصل وجودِ انسانی کا سبب ہے اور طعام اس کے بقا کا موجب۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو محض نسلِ انسان کی بقا کے لیے مباح کیا ہے، شہوت رانی کے لیے نہیں، بلکہ شہوت کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ نکاح کرنے کی متقاضی ہو اور لوگوں کو نکاح پر مجبور کرے تاکہ سالکانِ راہِ دین پیدا ہوں اور دین کی راہ پر چلیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام خلق کو دین ہی کے واسطے پیدا کیا ہے اور ارشاد کیا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ میں نے جن و انس کو عبادت کے لیے پیدا کیا .... پس اس شخص کے لیے بڑا ثواب ہے جو یہ کوشش کرے کہ اولاد پڑھے اور حق تعالیٰ کی بندگی کرے"

(کیمیائے سعادت ص ۱۲۶)

اسی طرح دوسرے دنیوی امور کو بھی صوفیہ نے دین کا رنگ دیا ہے۔

غور فرمایئے یہ اسلام کی خدمت و اشاعت ہے یا مخالفت اور رُہبانیت۔

میں اپنے مسلمان بھائیوں کے اطمینانِ قلب کے لیے علمائے تصوف کی تعلیمات کا ایک سرسری خاکہ پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ یہ تعلیمات عین اسلامی تعلیمات ہیں:-

فنِ تصوف پر صوفیہ کرام کی کتابیں بہت ہیں مثلاً:

(۱) کشف المحجوب (۲) قوت القلوب (۳) مکاشفۃ القلوب (۴) احیاء علوم الدین (۵) مکتوبات صدی، دوصدی، سہ صدی (۶) مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل، دفتر دوم (۷) فوائد الفواد (۸) سراج القلوب (۹) خوانِ پُرنعمت (۱۰) سراج العوارف (۱۱) کیمیائے سعادت وغیرہ۔

میں یہاں سردست کیمیائے سعادت کی ایک فہرست پیش کرتا ہوں۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور چار ارکان پر مشتمل ہے، ہر رکن میں دس دس اصول ہیں، اور ہر اصل میں کثیر فوائد۔ فہرست یہ ہے:

رکن اوّل ــــ عبادات

اصل اول ــــ اہل سنت و جماعت کے عقاید کے بیان میں۔

اصل دوم ــــ طلب علم کے بیان میں۔
اصل سوم ــــ طہارت کے بیان میں۔
اصل چہارم ــــ نماز کے بیان میں۔
اصل پنجم ــــ زکوٰۃ کے بیان میں۔
اصل ششم ــــ روزہ کے بیان میں۔
اصل ہفتم ــــ حج کے بیان میں۔
اصل ہشتم ــــ تلاوتِ قرآن مجید کے بیان میں۔
اصل نہم ــــ ذکر و دعا کے بیان میں۔
اصل دہم ــــ ترتیب وظائف کے بیان میں۔

دوسرا رکن ــــ آدابِ معاملات کے بیان میں

اصل اوّل ــــ خورد و نوش کے آداب میں۔
اصل دوم ــــ آدابِ نکاح میں۔
اصل سوم ــــ آدابِ کسب و تجارت میں۔
اصل چہارم ــــ حلال و حرام کے بیان میں۔
اصل پنجم ــــ خلق کے ساتھ برتاؤ کے بیان میں۔
اصل ششم ــــ آداب گوشہ نشینی کے بیان میں۔
اصل ہفتم ــــ آداب سفر کے بیان میں۔
اصل ہشتم ــــ آدابِ سماع کے بیان میں۔
اصل نہم ــــ اُمر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بیان میں۔
اصل دہم ــــ آداب پادشاہی و رعیت پروری کے بیان میں۔

تیسرا رکن ــــ مہلکات کے بیان میں۔

اصل اوّل ــــ ریاضتِ نفس کے بیان میں۔
اصل دوم ــــ شہوتِ شکم و شرمگاہ کے علاج کے بیان میں
اصل سوم ــــ حرص سخن اور آفاتِ زبان کے بیان میں۔
اصل چہارم ــــ غصہ، کینہ اور حسد کے علاج کے بیان میں۔
اصل پنجم ــــ دنیا کی دوستی کے علاج کے بیان میں۔
اصل ششم ــــ مال کی دوستی کے علاج میں
اصل ہفتم ــــ جاہ و حشمت کے علاج میں۔
اصل ہشتم ــــ عبادات میں ریا و نفاق کے علاج میں۔
اصل نہم ــــ تکبر و نخوت کے علاج میں۔
اصل دہم ــــ غفلت و غرور کے علاج میں۔

چوتھا رکن ــــ منجیات کے بیان میں

اصل اوّل ــــ ظلم سے بچنے اور توبہ کے بیان میں۔
اصل دوم ــــ صبر و شکر کے بیان میں
اصل سوم ــــ خوف و رجا کے بیان میں
اصل چہارم ــــ زہد و درویشی کے بیان میں۔
اصل پنجم ــــ اخلاص نیت اور صدق کے بیان میں۔
اصل ششم ــــ محاسبہ اور مراقبہ کے بیان میں۔
اصل ہفتم ــــ تفکر کے بیان میں۔
اصل ہشتم ــــ توکل اور توحید کے بیان میں۔
اصل نہم ــــ اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق کے بیان میں
اصل دہم ــــ موت اور آخرت کے یاد کرنے کے بیان میں۔

یہ کل چالیس اصول ہوئے ان میں سے ہر اصل پر حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب و سنت کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو کی ہے اور اس کے حکم شرعی کو واضح فرمایا ہے، نیز منافع و مفاسد پر حکیمانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے اور ساتھ ہی تفریبی مثالوں اور واقعاتِ صالحین سے اس کو ذہنوں میں اتار کر نقش کردینے کی بھی کوشش کی ہے۔

اب آپ غور کریجیے!

کیا ان تعلیمات میں سے ایک بھی تعلیم ایسی ہے جو اسلام کے خلاف ہو ــــ؟ جو اصول آپ کے سامنے پیش کیے گئے ہیں ان کو سامنے رکھیے، پھر کتبِ احادیث کی فہرست پر ایک سرسری نظر ڈال لیجیے ــــ عیاں ہوجائے گا کہ یہ سب کچھ کتبِ احادیث

میں موجود ہے اور یہ وہی اصول ہیں جن کو محدثین نے باب کے عنوان سے پیش کیا ہے اور ہر باب کے متعلق اللہ کے رسول، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کے صحابہ کے آثار کو جمع کیا ہے۔ اس لئے تصوف کی تعلیمات سرتاسر اسلامی تعلیمات ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے ارکان اربعہ میں آٹھ ایسے اصول بھی بیان فرمائے ہیں جن کا تعلق براہِ راست انسان کی معاشرتی وسماجی زندگی سے ہے، مثلاً:

★ دوسروں کے ساتھ کھانا کھانے کے آداب۔
★ نکاح کے فوائد، آداب، باہم زندگی گزارنے کا طریقہ۔
★ کسبِ معاش اور تجارت مثلاً بیع، شراء، اجارہ، شرکت وغیرہ کا بیان۔
★ عزیزوں، ہمسایوں، نوکروں، درویشوں اور خلق کے ساتھ کس طور پر زندگی گزاری جائے۔
★ خویش واقارب، ماں، باپ، لونڈی، غلام، اولاد کے حقوق
★ لوگوں کو بھلائی کا حکم دینا، برائی سے روکنا۔
★ رعایا کی نگہبانی اور حکمرانی۔

حکمرانی کے عنوان کے تحت امام موصوف نے احادیث کی روشنی میں جہانبانی کی خوب خوب ترغیب دی ہے پھر آگے چل کر جہانبانی کے دس ایسے اصول بتائے ہیں جن پر گامزن ہو کر زمین میں حکومتِ الٰہیہ قائم کی جاسکتی ہے اور دنیا کو امن وسکون کے لحاظ سے جنت کا نمونہ بنایا جاسکتا ہے ہم یہاں بطور نمونہ اس کا ایک اقتباس ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں امام موصوف رقمطراز ہیں:-

"بادشاہی ایک نہایت زبردست کام ہے اور زمین پر حق تعالیٰ کی خلافت ہے اور جب یہ عدل وانصاف سے خالی ہو جائے تو شیطان کی خلافت ہے — حکمراں کو یہ جاننا چاہیئے کہ دنیا اس کی منزل ہے نہ کہ قرارگاہ، وہ ایک مسافر کی حیثیت سے ہے — فرمانروائی میں اس طرح مشغول ہو جس طرح حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے حق تعالیٰ کے نزدیک عدل سے زیادہ اچھی اور کوئی عبادت نہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بادشاہ کا ایک دن عدل کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

اور یہ جو حدیث میں وارد ہے کہ روز قیامت سات آدمی حق تعالیٰ کے سایہ میں ہوں گے ان میں پہلا شخص بادشاہِ عادل ہے۔

نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمام مخلوق جتنا نیک عمل کرتی ہے اسی قدر بادشاہ عادل کے اعمال آسمان پر لے جاتے ہیں اور سلطانِ عادل کی نماز ستر ہزار نمازوں کے برابر ہوتی ہے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی کہ حق تعالیٰ جسے منصبِ سلطنت عطا کرے اس کی ایک ساعت تمام لوگوں کی تمام عمر کے برابر ہو۔"

(کیمیائے سعادت مترجم ص ۲۳۴، رکن دوم، اصل دہم)

اس کے بعد امام موصوف نے جہانبانی کے دس شرعی اصول تفصیل کے ساتھ بتائے ہیں۔

غور فرمایئے! وہ تصوف جو زمین پر منہج اسلام پر خلافتِ الٰہیہ قائم کرنے کی ترغیب دے، جہانبانی کے شرعی اصول بتائے، سماجی زندگی کو اسلامی زندگی بنانے کے طریقے سکھائے، بیوی کے ساتھ قربت ومعاشرت کے آداب بتائے، کسب معاش مثلاً تجارت، حرفت، زراعت، شرکت، مضاربت، قرض، ملازمت وغیرہ کے جائز طریقوں کی نشاندہی ورہنمائی کرے اسے عیسائیوں اور بودھوں اور ایرانیوں کی رہبانیت قرار دینا کس قدر ظلم ہے اور اسے اسلام کے خلاف ایک نیا مذہب بتانا کتنی بڑی زیادتی ہے، ہاں وہ اسلام جس کی تشکیل تیرہویں صدی ہجری میں غیر مقلدیت کے بانی مولوی اسماعیل دہلوی آنجہانی نے کی اور اسلام کی دھرتی میں تقویۃ الایمان

کے نام پر ایک اجنبی پودا لگایا اس کے خلاف یہ تصوف ضرور ہے۔

تصوف تو اس اسلام کا حامی ہے جس کے بارے میں قرآن نے فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کامل و مکمل فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط یہ اس دین کا حامی نہیں جسے ملا دہلوی نے مکمل کیا، دہلوی اسلام نے سید الانبیاء، افضل الرسل علیہ الصلاۃ والسلام کو بڑے بھائی کے جیسا رتبہ دیا، پھر اس سے گھٹایا، پھر اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل بنادیا حالانکہ قرآن فرماتا ہے تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ، مِنْہُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَہُمْ دَرَجٰتٍ۔

نیز فرمایا: وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ۔

یہ اسلام کا عقیدہ ہے ـــــ اور وہ دہلوی اسلام کا۔

سرکار علیہ الصلاۃ والسلام ہماری نگاہوں سے پردہ فرماگئے تو دہلوی اسلام چیخ اٹھا:

"مرکر مٹی میں مل گئے"

حالانکہ اسلام نے پہلے ہی آگاہ کردیا تھا:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ۔ بیشک اللہ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسد پاک کو کھائے، تو اللہ کے نبی زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے۔ (الحدیث) دہلوی اسلام حقیقت میں شیخ نجدی کے لائے ہوئے مذہب کا چربہ ہے جس میں مسلمانوں کے جان و مال کو مباح قرار دیا گیا ہے اور اسی بنیاد پر انھوں نے حرمین شریفین کے مسلمانوں کا قتل عام کیا، ان کے اموال لوٹے، اس کو انھوں نے اپنے طور پر جہادِ عظیم کا درجہ دیا، اسی جہاد کا ایک نمونہ ملا دہلوی نے یہاں ہندوستان میں پیش کیا کہ انگریزوں کی حمایت میں سرحدی پٹھانوں سے جنگ کی اور مارے گئے تو غیر مقلدوں نے انھیں شہید کا لقب دیدیا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ وہ شہید ضرور ہے مگر شہید اسلام نہیں، "شہید لیلیٰ نجد" ہے ـ

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا، وہ ذبیح تیغ خیار ہے

اسی "نجدی جہاد" کی سرکوبی پر افسوس کرتے ہوئے ایک غیر مقلد نے یہ خامہ فرسائی کی:

"خانقاہیت نے اسلام کی مجاہدانہ سیرت کو کچل کر رکھ دیا ہے"۔ (کلیدی خطبہ ص ۱۲)

ورنہ تصوف نے اسلامی جہاد کو اپنی تعلیمات کا ایک اہم عنصر قرار دیا ہے سراج القلوب وعلاج الذنوب تصوف کی ایک معتمد کتاب ہے اس میں پچاس سے زائد عنوانات پر اسلامی تعلیمات کو کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے انھیں میں سے ایک عنوان "فصل فی الجہاد" بھی ہے، جس میں قرآن حکیم کی آیات، سات احادیث کریمہ اور ایک عبرت آموز واقعہ کے ذریعہ جہاد کی فضیلت اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، عنوان کا آغاز اس طرح ہے:

(فصلٌ فی الجہاد) قال اللّٰہُ سبحانہٗ وتعالیٰ:

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ہ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاہِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ہ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَیُدْخِلْکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط (۱)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے نجات دے۔؟ وہ یہ ہے کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو،

(۱) سراج القلوب وعلاج الذنوب علی ھامش قوت القلوب

جب ایسا کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں داخل کرے گا جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں بنے ہوں گے۔ (سورۃ الصف ۶۱، آیت ۱۱، ۱۲)

ہاں یہ بات اپنی جگہ مُسلَّم ہے کہ بہت سے صوفیۂ کرام نے خلوت نشینی، وعزلت گزینی پسند کی۔ پہاڑوں، صحراؤں اور غاروں میں جاکر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے بلکہ یہ ان کی تعلیم کا ایک جزر بھی ہے۔

مگر اس کو بھی رہبانیت قرار دینا بجا نہیں کہ یہ خلوت نشینی بھی سرکار ابدقرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنّت ہے، آپ عرصہ تک غارِ حرا میں جاکر تنہائی میں عبادتِ الٰہی کرتے رہے اور وہیں آپ پر وحی بھی نازل ہوئی۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا اچھے خوابوں سے ہوئی، جو خواب بھی حضور دیکھتے اس کی تعبیر صبحِ روشن کی طرح ظاہر ہوتی۔

ثُمَّ حُبِّبَ اِلَیْہِ الْخَلَاءُ. وَكَانَ یَخْلُوْ بِغَارِ حِرَآءَ فَیَتَحَنَّثُ فِیْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّیَالِیَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ یَّنْزِعَ اِلٰی اَهْلِهٖ وَیَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی خَدِیْجَةَ فَیَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰی جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِیْ غَارِ حِرَاءَ۔

پھر آپ کے دل میں خلوت نشینی کی محبت ڈال دی گئی اور آپ غارِ حرا میں خلوت اختیار فرمانے لگے، آپ وہاں متعدد دنوں تک عبادت کرتے رہتے جب تک اپنے اہل کا اشتیاق نہ ہوتا اور اس کے لیے توشہ لے جاتے تھے، پھر خدیجہ کے پاس تشریف لاتے اور اتنا ہی توشہ پھر لے جاتے، یہاں تک کہ آپ پر وحی آئی جبکہ آپ غارِ حرا ہی میں تھے۔

(صحیح البخاری ص ۲ ج ۱، بابٌ کیف کان بدؤ الوحی)

"تحمل وحی کے لیے جس صفائے قلب اور جس درجہ توجہ اِلی اللہ درکار تھی اس کے لیے یہ خلوت نشینی آپ نے اختیار فرمائی" (نزہتہ القاری ص ۱۰۷ ج ۱)

شیخنا الکریم، نائبِ مفتیٔ اعظم، حضرت العلام مولینا مفتی الحاج محمد شریف الحق صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ "ثُمَّ حُبِّبَ اِلَیْہِ الْخَلَاءُ" کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"ثُمَّ ترتیب کے ساتھ تاخیر پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اس سے مستفاد ہوا کہ بذریعہ خواب وحی کی آمد کے کچھ بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اس مخصوص خلوت نشینی کی محبت پیدا ہوئی ـــــ حُبِّبَ اِلَیْہِ الْخَلَاءُ اس بات پر قرینہ ہے کہ اس کا القار بذریعہ وحی ہی ہوا، اس لیے اس سے ثابت ہوا کہ اہل وعیال سے الگ تھلگ رہ کر پہاڑ کے غار میں یا کسی بھی جگہ خلوت نشینی سنّت ہے، خلوت نشینی کو سادھو پن اور جوگی پن کہنا سنت پر طنز ہے"

(نزہتہ القاری ص ۱۸ ج ۱)

خلوت وگوشہ نشینی کا مقصد یہ ہے کہ بندہ علائق دنیوی سے الگ ہوکر اللہ عزوجل کی طرف پورے طور سے متوجہ ہوجائے تاکہ وہ مرتبۂ احسان پر فائز ہوسکے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

مَا الْاِحْسَانُ ـــ؟

احسان کیا ہے ـــ؟

قَالَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ

(صحیح البخاری ص ۱۲ ج ۱)

تو آپ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

مگر آج ہم میں اس درجہ پر کون فائز ہے ـــ؟

لوگوں سے دریافت کریجیے، شاید ہی کوئی ملے جو اس طور پر عبادت کرتا ہو کہ وہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اس کے لیے دنیا کے ہنگاموں سے ہٹ کر یکسوئی، تزکیۂ قلب، اور ریاضت و مجاہدہ ضروری ہے اور آج ہم اس کو بھول چکے ہیں۔

حضرات صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے قلوب حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اس طرح صاف وشفاف تھے کہ دنیا کی ہنگامہ آرائیاں ان کے تَوَجُّہ اِلَی اللّٰہ میں مانع نہ تھیں اور وہ صرف نگاہ نبوت کے اثر کیمیا سے "درجۂ احسان" پر فائز تھے۔ وہ نمازوں میں اللہ عزوجل کی طرف اس طرح محو ہو جاتے کہ ان کے بدن سے تیر نکال لیا جاتا، زخم سے خون کے فوارے جاری ہو جاتے مگر انھیں اس کا ذرہ برابر احساس تک نہیں ہوتا، اس لیے انھیں خلوت نشینی، تصفیۂ قلوب، اور ریاضت و مجاہدہ کی حاجت نہ تھی۔

مگر عہد رسالت سے جس قدر دوری بڑھتی گئی اسی قدر تزکیہ اور خلوت گزینی کی حاجت بھی بڑھتی گئی، لہٰذا مرتبۂ احسان کے حصول کے لیے اب خلوت نشینی ناگزیر ہے جو رہبانیت نہیں، بلکہ فی الواقع خدا و رسول کی اطاعت ہے۔

صوفیۂ کرام کی خلوت نشینی اتباع شرع کے لیے تھی، اور خاص کر درجۂ احسان پر فائز المرام ہونے کے لیے۔

علاوہ ازیں خلوت نشینی صوفیۂ کرام کی تعلیمات کا صرف ایک جزء ہے، یہ کل سرمایۂ تصوف نہیں ہے۔ چنانچہ کتب تصوف کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ ان کی تعلیمات کا دائرہ زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، بلکہ برزخی زندگی اور اخروی زندگی کو بھی شامل ہے۔ اصلاح نفس کے ساتھ اصلاح اعمال، اصلاحِ معاملات تدبیر منزل اور انتظام مُدُن پر بھی صوفیہ نے کافی زور دیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ قرون خیر کے بعد کے ادوار میں بھی کتنے سلاطین ایسے پیدا ہوئے جو صوفی منش بزرگ اور اللہ کے ولی تھے جیسے سلطان شمس الدین التمش، سلطان صلاح الدین ایوبی، اور سلطان نور الدین زنگی علیہم الرحمۃ والرضوان سلطان زنگی کا شمار تو چالیس خاصانِ خدا میں ہوتا ہے اور سلطان ایوبی کا تین سو خاصان خدا میں۔

مسئلۂ وحدتُ الوجود

دہلوی اسلام کے بعض پیروکاروں نے "تصوف اسلامی" کو خلافِ اسلام ثابت کرنے کے لیے "مسئلۂ وحدت الوجود" کا سہارا لیا ہے اور اس کی بالکل غلط تشریح کر کے عامۃ المسلمین کو تصوف سے برگشتہ کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے، لکھتے ہیں:

> "وحدتُ الوجود کا نظریہ جس میں سالک کو ہر چیز میں خالق کا جلوہ نظر آتا ہے انسان خود بھی ذات مطلق کا ایک حصہ، یا کُل یا ایک جزء ہے ____ انسان اپنی تخلیق سے پہلے ذات مطلق کا جزء تھا ____ دنیا میں انسان کا وجود گویا کل سے علیحٰدگی ہے ____ ہر شے میں خدا کو دیکھنے لگے اور ہر شے انھیں معبود نظر آنے لگی، ظاہر ہے اس طرح تصوف کا اسلام سے کوئی تعلق نہ رہا"
>
> (کلیدی خطبہ ص ۵)

وحدت الوجود کا جو مطلب اس خطبے میں بیان کیا گیا ہے وہ سرتاسر جھوٹ ہے، صوفیۂ کرام پر کھلا ہوا افترا اور بہتان ہے مگر غیر مقلد اس افترا پردازی کے لیے مجبور ہے اس کا عقیدہ ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اس لیے یہ جی بھر کر جھوٹ بولتا ہے، الزام تراشی کرتا ہے اور اسی کو اپنے طور پر اسلام کی سچی پیروی کا نام دیتا ہے۔

بندہ کی ذات میں خدا سرایت کر جائے یا خدا کی ذات میں بندہ یہ "نظریۂ حُلول و اتحاد" کہلاتا ہے جو سرتاسر کفر و شرک ہے یہ عقیدہ نقلی صوفیوں کا ہے، بلفظ دیگر اہل باطل کا ہے جو تصوف کو بدنام کرنے کے لیے صوفیوں کا لبادہ اوڑھ کر اس میں در آئے، مولوی اسماعیل دہلوی کے پیر سید احمد رائے بریلوی کا شمار بھی انھیں نقلی صوفیوں

ہیں ہے جن کے متعلق مولوی اسماعیل دہلوی نے خدا سے ہم کلامی اور ہم نشینی تک کا دعویٰ کردیا چنانچہ صراط مستقیم مطبع ضیائی ۱۲۸۵ھ ص۱۵۹ میں ہے:

نسبتِ پیر خود — "تا اینکہ روزے حضرت جلّ و علا دستِ راستِ ایشاں را بدست قدرتِ خاص خودگرفتہ، وچیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع وبدیع بود پیش روئے حضرت ایشاں کردہ زمود کہ ترا ایں چنیں دادہ ام و چیزہائے دیگر خواہم داد" ص۱۳، مکالمہ ومسامرہ بدست می آید" ص۱۵۴ گاہے کلام حقیقی ہم میشود"۔

مولوی اسماعیل صاحب اپنے پیر کی خدا سے ملاقات کرا رہے ہیں، مصافحہ کرا رہے ہیں اور بات چیت بھی کرا رہے ہیں، یہ بلاشبہ اسلام کے خلاف ہے، کفر ہے اگر اس کو بنیاد بنا کر کوئی تصوف پر اعتراض کرے تو ہمارا جواب یہاں بھی وہی ہوگا کہ یہ لوگ نقلی صوفی ہیں جو زبردستی تصوف میں در آئے ہیں۔

علماء کی حدیث میں دو قسمیں کی گئی ہیں

علمائے حق یعنی علمائے اہل سنت وجماعت، علمائے سُو جیسے دیوبندی، غیر مقلد، وغیرہ چنانچہ ارشاد رسالت ہے:

اَلَا إِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ۔ وَإِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَاءِ۔ سنو! سب سے برے، برے علماء ہیں۔ اور سب سے بہتر اچھے علماء ہیں۔ (۱)

تو کیا علمائے سُو کا سہارا لے کر اسلام پر اور مطلقاً جماعتِ علماء پر طعن وتشنیع کرنا بجا ہوگا۔

اگر علمائے سُو کی وجہ سے علم دین پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا تو نقلی صوفیوں کی وجہ سے تصوف پر بھی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

"وحدۃُ الوجود" کیا ہے اسے سمجھنے کے لیے پہلے یہ ذہن نشین کیجئے کہ۔

مسائل تین طرح کے ہیں:

(۱) بدیہی (۲) نظری (۳) کشفی۔

بدیہی وہ مسائل ہیں جو بلا نظر وفکر آسانی سے سمجھ میں آجائیں جیسے دو، دو چار۔

(۲) نظری وہ مسائل ہیں جو نظر وفکر کے ذریعہ سمجھ میں آئیں جیسے عالم کا حدوث کہ اس کی تفہیم دلیل کے ذریعہ سے ہی کرائی جاسکتی ہے۔

(۳) کشفی وہ مسائل ہیں جو نظر وفکر کی حد سے ماورا ہوتے ہیں اور وہ صرف کشف کے ذریعہ ہی سمجھے جاسکتے ہیں ؏

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

پیدائشی اندھے کو رنگوں کا فرق سمجھانا ہو، حسن وجمال کی معرفت کرانی ہو، خوشنما مناظر کو دیکھ کر طبیعت میں کیسی تازگی پیدا ہوتی ہے، اور کس انداز کا سرور حاصل ہوتا ہے اس کی شناخت کرانی ہو تو آپ کیسے بھی ذہنی دلائل اس کے سامنے پیش کریں ادھر سے یہی صدا آئے گی ؏

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

یونہی ہم کور نظر جو اللہ عزوجل کی معرفت سے نابلد ہیں کوئی ہمیں اس کے وجود کی وحدت کو ہزار بہتر طور پر سمجھائے ہماری سمجھ میں کیا آئے گا، یہ تو ایک کشفی مسئلہ ہے اسے نظر وفکر کے ذریعہ بھی نہیں سمجھا جاسکتا جو صحیح معنوں میں اسے سمجھنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ کسی صاحبِ معرفت صوفی کی صحبت میں رہ کر تزکیۂ قلب کرے، پھر سلوک اور فنا کی منزلیں طے کرکے وحدتِ وجود کا نظارہ کرے۔

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں

اور اگر یہ نہ ہوسکے تو پھر۔

خالی الذہن ہوکر نظری مثالوں سے سمجھنے کی کوشش کرے

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷ بحوالہ دارمی شریف

اور کشفی مسائل کو اس کے سوا سمجھانے کا اور کوئی چارۂ کار بھی کیا ہے۔

ارباب تصوف نے اسے سمجھانے کے لیے متعدد مثالوں کا سہارا لیا ہے ہم یہاں انھیں میں سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی مثال

فقہ و تصوف کے حسین سنگم، مجمع البحرین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے سوال ہوا:

"عرض۔ وحدۃ الوجود کے کیا معنی ہیں___؟

ارشاد۔ وجودِ حقیقی بالذات واجب (اللہ) تعالیٰ کے لیے ہے اس کے سوا جتنی موجودات ہیں سب اُسی کی ظل و پرتو ہیں تو حقیقۃً وجود ایک ٹھہرا۔"

(الملفوظ ج ۱)

پھر آپ نے دو مثالوں کے ذریعہ اس کی تفہیم یوں کرائی، فرماتے ہیں:

مثلاً روشنی بالذات آفتاب و چراغ میں ہے۔ زمین و مکان اپنی ذات میں بے نور ہیں۔ مگر بالعرض آفتاب کی وجہ سے تمام دنیا منور اور چراغ سے سارا گھر روشن ہوتا ہے۔ اُن کی روشنی انہیں کی روشنی ہے ان کی روشنی ان سے اٹھالی جائے وہ ابھی تاریک محض رہ جائیں۔

"بلاشبہ آئینہ میں جو اپنی صورت دیکھتے ہو کیا اس میں کوئی صورت ہے؟ نہیں بلکہ شعاع بصری آئینہ پر پڑ کر واپس آتی ہے۔ اور اس رجوع میں اپنے آپ کو دیکھتی ہے۔ لہٰذا دہنی جانب بائیں اور بائیں جانب دہنی معلوم ہوتی ہے تو آئینہ تمہارا عین نہیں مگر دکھایا اس نے نہیں کو، ظلال اپنی ذات میں معدوم ہیں کہ کسی کی ذات مقتضیِ وجود نہیں کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ مگر وجود عطائی سے ضرور موجود ہیں۔ اسلام کا پہلا عقیدہ ہے کہ حقائقُ الاشیاءِ ثابتۃٌ نظر سے ساقط ہونا واقع سے عدم نہیں کہ نہ ناظر ہے نہ نظر فی الواقع اس مشاہدہ میں خود اپنی ذات بھی ان کی نگاہ میں نہیں ہوتی۔" (الملفوظ ص ج ۱)

اسی کو صاحب لطائف اشرفی نے یوں سمجھایا ہے، فرماتے ہیں:

"وجود کی دو قسمیں ہیں:

وجودِ مطلق اور وجودِ مقید۔

وجود مطلق وہ ہے جو کبھی معدوم نہ ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے۔ اور وجود مقید وہ ہے جو وجود سے پہلے بھی معدوم ہو، اور بعد میں بھی معدوم ہو جائے۔ پھر یہ وجود بھی اللہ تعالیٰ کے ہی فیضان سے ہے۔ اور اس وجود کی نسبت وجود مطلق کی طرف ایسی ہی ہے جیسے آئینے میں دیکھی جانے والی صورت کے وجود کی نسبت آئینہ دیکھنے والے کے وجود کی طرف ہے تو معلوم ہوا کہ یہ وجود مطلق ہی کل وجود ہے۔

(لطائف اشرفی ص ۱۴، ۱۵ ج ۲ عربی سے ترجمہ)

دوسری مثال

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے وحدتِ وجود کی تشریح کرتے ہوئے اسے قرآن عظیم و احادیث نبویہ سے ثابت کیا ہے اور ساتھ ہی ایک بڑی دلنشیں مثال سے اس کی تفہیم کرائی ہے، رقمطراز ہیں:

"یہاں تین چیزیں ہیں، توحید، وحدت، اتحاد ___ توحید مدارِ ایمان ہے اور اس میں شک کفر، اور وحدتِ وجود حق ہے قرآن عظیم و احادیث و ارشاداتِ اکابر دین سے ثابت اور اس کے قائلوں کو کافر کہنا خود شنیع خبیث کلمۂ کفر رہا" اتحاد" وہ بیشک زندقہ و الحاد اور اس کا قائل ضرور کافر ___ اور وحدتِ وجود یہ کہ وہ صرف

موجودِ واحد، باقی سب ظِلال و عکوس ہیں، قرآن کریم میں ہے "کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ۔"

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَھَا الشَّاعِرُ کَلِمَۃُ لَبِیْدٍ اَلَا کُلُّ شَیْئٍ مَاخَلَا اللہِ بَاطِلٌ۔ — سب میں سچی بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو! اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔

کتب کثیرہ مُفصّلہ اصابہ نیز مسند میں ہے سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی:

فَاَشْھَدُ اَنَّ اللہَ لَاشَیْئَ غَیْرُہٗ وَاَنَّکَ مَاْمُوْنٌ عَلٰی کُلِّ غَائِبٍ — میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ موجود نہیں اور حضور جمیع غیوب پر امین ہیں"

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا"۔

پھر ایک تقریبی مثال سے آپ نے اس کی تفہیم یوں کرائی، فرماتے ہیں:

"ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے، جس میں تمام مختلف اقسام و اوصاف کے آئینے نصب ہیں، آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شئے کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلّی ہوتا ہے، بعض میں صورت خلاف نظر آتی ہے، بعض میں دُھندلی کسی میں سیدھی، کسی میں الٹی، ایک میں بڑی، ایک میں چھوٹی بعض میں پتلی، بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما، کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے، ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں مُتجلّی ان سے منزہ ہے، ان کے الٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا، وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی۔

اب اس آئینہ خانے کو دیکھنے والے تین قسم ہوئے:

اوّل۔ ناسمجھ بچے

انھوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آرہے ہیں، جیسے وہ ـــــ ہاں ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہوجاتے ہیں، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں، وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی مگر وہ حاکم ہے یہ سب محکوم اور اپنی نادانی سے سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ بحث بادشاہ ہے یہ سب اسی کے عکس ہیں، اگر اس سے حجاب ہوجائے تو یہ سب صفحۂ ہستی سے معدوم محض ہوجائیں گے، ہو کیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں، حقیقۃً بادشاہ ہی موجود ہے باقی سب پرتو کی نمود ہے۔

دوم۔ اہلِ نظر و عقلِ کامل

وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بیشک وجود ایک بادشاہ کے لئے ہے موجود ایک ہی ہے، یہ سب ظِل عکس ہیں کہ اپنی حدِّ ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے اس تجلی سے قطع نظر کرکے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے، حاشا عدمِ محض کے سوا کچھ نہیں اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم و فانی ہیں اور بادشاہ موجود، یہ اس نمود و وجود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی یہ ناقص وہ تام، یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک، یہ کوئی کمال نہیں رکھتے، حیات، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ کلام سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع، تو یہ اس کا عین کیونکر ہوسکتے ہیں، لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں، بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود۔

یہی حق و حقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود۔

سوم: عقل کے اندھے، سمجھ کے اوندھے

ان ناسمجھ بچوں سے بھی گئے گذرے، انھوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی ان کی، جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی، تاج جیسا کہ اس کے سر پر ہے بعینہ ان کے سروں پر بھی، انھوں نے عقل و دانش کو بیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب و نقائص جو نقصانِ تقابل کے باعث ان میں تھے خود بادشاہ کو ان کا مورد کردیا کہ جب وہ وہی ہیں تو ناقص عاجز، محتاج، الٹے، بھونڈے، بدنما، دُھندلے کا جو عین ہے قطعاً انھیں ذمائم سے متصف ہے، تعالی اللہ عما یقولُ الظّالِمون عُلوًّا کبیرًا۔

انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجودِ حقیقی احتیاج سے پاک ــــ وہاں جسے آئینہ کہئے وہ خود بھی ایک ظل ہے پھر آئینے میں انسان کی صرف سطحِ مقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان کے صفات مثل کلام و سمع و بصر و علم و ارادہ و حیات و قدرت سے اصلاً نام کو بھی کچھ نہیں آتا لیکن وجودِ حقیقی عز جلالہٗ کی تجلی نے اپنے بہت ظلال پر نفسِ ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پرتو ڈالا یہ وجوہ اور بھی ان بچوں کی ناسمجھی اور ان اندھوں کی گمراہی کی باعث ہوئیں اور جن کو ہدایتِ حق ہوئی وہ سمجھے اور کہہ سکے ؎

یک چراغے ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

انھوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں:

★ حقیقی، ذاتی کہ متجلی کے لئے خاص ہے۔

★ اور ظلّی عطائی کہ ظلال کے لئے ہے، اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی نہیں بلکہ محض موافقت فی اللفظ۔ یہ ہے حق حقیقت وجلیلِ معرفت۔ وللہ الحمدُ۔

(فتاوی رضویہ ص ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴ ج ۶ سنی دارالاشاعت)

اربابِ سُکر کے شطحیات کی تشریح

اربابِ سُکر[عہ] اولیاء اللہ سے غلبۂ سُکر کی حالت میں بسا اوقات ایسے کلمات صادر ہوئے ہیں جو اپنے ظاہر کے لحاظ سے شریعت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں جیسے "سبحانی" پاک ہے میری ذات، "انا الحق" میں حق ہوں۔ اور ایسے ہی دوسرے کلمات۔ صوفیہ کے اس طرح کے کلمات کو بھی تصوف کے خلافِ اسلام ہونے کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے مگر حق یہ ہے کہ یہ استدلال قطعی بیجا ہے کیونکہ حالت سکر کی حیثیت ایک طرح حالت جنون کی ہوتی ہے اور ایسی حالت کے کلام کا اعتبار نہیں ہوتا نیز ان سے جو کلام سنا جاتا ہے وہ حقیقت میں خدا کا کلام ہوتا ہے اور یہ اسی کے مظہر ہوتے ہیں اس کو صوفیہ نے مثالوں سے بھی سمجھایا ہے اور کتاب وسنت سے اس کا ثبوت بھی فراہم کیا ہے جیسا کہ ذیل کے اقتباسات سے اندازہ ہوگا۔

مارہرہ مطہرہ کے مشہور صوفی بزرگ حضرت سیدنا، شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:۔

"جب سالک سیر الی اللہ سے فارغ ہوکر سیر فی اللہ میں قدم رکھتا ہے اور اپنے درجوں میں ترقی حاصل کرتا ہے تو ان میں بعض اس مقام کی تجلیوں کے وارد ہونے سے ساکت اور خاموش ہوکر دم سادھ لیتے ہیں اور ان کا ظرف اتنا بلند ہوتا ہے کہ پہاڑوں اور دریاؤں جیسے بڑے بڑے بھید کو بھی ضبط کرلیتے ہیں اور اسے ظاہر نہیں ہونے دیتے اور ان میں بعض ضبط نہیں کرپاتے اور زبان سے کہہ دیتے ہیں جیسے سُبحانی مَا اَعْظَمَ شانی (میں پاک ہوں اور میری شان کیسی بلند ہے) اور لیس فی جُبّتی سوی اللہ (میرے جبہ میں خدا کے سوا کچھ نہیں) تو اس قسم کی باتوں سے ان پر کوئی

عہ سُکر۔ اس لفظ کی تشریح آگے آرہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲۔

عذاب اور وبال نہیں آتا کیونکہ وہ ضبط کی طاقت اور اس کی حفاظت کی قدرت نہیں پاتے لہٰذا معذور و مجبور ہیں۔

اولیاء کرام اور علماء عظام نے ان باتوں کو سلجھانے اور عوام کو سمجھانے اور تسکین دینے کے لیے اس معاملے میں بہت سی مثالیں دی ہیں حالانکہ کسی مثال سے بھی اس حقیقت کو سمجھنا ممکن نہیں۔

"جیسے جنات کی گفتگو جو انسان کے بدن میں حلول کر جائے کہ بظاہر وہ انسان کی زبان ہے اور حقیقۃً جن کا کلام جنّی بدن اس شخص کی زبان سے بولتا ہے اسکے ہاتھوں سے کام کرتا ہے اس کے پیروں سے چلتا ہے اور اس کے منہ سے کھاتا ہے۔

"یہ میری آنکھوں کا دیکھا واقعہ ہے کہ ایک چھوٹی سی لڑکی کو آسیب کا خلل ہو گیا ایک وقت میں وہ نو سیر پکا ہوا کھانا کھا لیتی تھی میں نے اس کا علاج کیا اور وہ تندرست ہو گئی۔ تو کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ چند برس کی چھوٹی بچی جو آدھ پاؤ سے زیادہ نہیں کھا سکتی ایک دم نو سیر کھا جائے اور اسے ہضم بھی کر لے ظاہر ہے کہ وہ جنّی کھاتا تھا اور اس لڑکی کے منھ سے کھاتا تھا اور دیکھنے والے یہی سمجھتے کہ یہ لڑکی ہی کھا رہی ہے۔

"آسیبی قدرت کو حضرت حق تعالیٰ کی قدرت سے کیا نسبت! اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو اپنے کلام کا مظہر بنادے اور اس کی زبان سے کلام فرمائے تو کیا تعجب ہے تو وہ جو تم "اَنَا الحق" اور "سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ" سنتے ہو تو یہ وہی کہتا ہے جسے یہ کہنا زیبا ہے حالانکہ تم نے یہ بات یزید اور حسین منصور کی زبان سے سنی۔

(سراج العوارف ص ۱۰۴، ۱۰۵)

اس کے بعد حضرت سیدنا نوری میاں علیہ الرحمہ نے اللہ عزوجل کی کتاب قرآن مقدس سے اس کی وضاحت فرمائی ہے چنانچہ رقمطراز ہیں:-

"اس سے زیادہ روشن اور واضح بلکہ یوں کہا جائے کہ بالکل واقعہ کے مطابق وہ آواز ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنی کہ "اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا" (اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں تمام عالم کا پروردگار) تو کیا یہ اس درخت نے کہا تھا؟ اللہ کی قسم یہ درخت نے نہیں کہا بلکہ رب العالمین نے فرمایا تھا اگرچہ سنا درخت سے گیا اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر انسانی گلے سے، جو درخت سے زیادہ شرافت رکھتا ہے، کلام فرمائے اور لوگوں کو انسانی گلے سے وہ آواز سنائی دے تو کیا تعجب ہے ان کا کہا ہوا اللہ کا فرمایا ہوا ہے اگرچہ وہ انسان کے گلے سے ہی سنائی دے رہا ہے۔

"بظاہر اس کلام کا کہنے والا انسان ہے لیکن درحقیقت یہ اسی کلام کرنے والے کا کلام ہے اور انسان نے اس کی صفت کلامی سے حصہ پایا اور اس کا کلام حقیقی ہر کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ یہاں اس ظاہری متکلم (انسان) نے خود کو فنا کر کے اس متکلم حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے کہلانے سے وہ بات کہی ہے کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ اس نے اپنے نفس کے فریب سے کہی ہے جیسے فرعون بے سامان کا کہنا "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" (میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں) تو اس نے یہ بات اپنی خودی سے کہی اور یہ اولیاء کرام اپنی خودی سے گزر کر کہتے ہیں کہ وہ متکلم حقیقی ان سے کہلواتا ہے اور یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے لہٰذا یہ اولیاء کرام مقبول ہوئے اور وہ فرعون مردود۔ اور یہی فرق فرعون اور حسین منصور کے مقولے میں ہے کہ منصور کا مقولہ ان کی خودی سے نہ تھا انھوں نے اپنی ہستی کو فنا کرنے کے بعد کہا

تھا اور فرعون کا مقولہ خودی پر قائم تھا۔

"جب اولیاء اللہ پر حال کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ بے قابو ہو جاتے ہیں تو وہ یہ راز ظاہر کر دیتے ہیں اور اس حال کو "حالتِ سُکر" کہتے ہیں سُکر اور صحو دو مقام ہیں اگر سالک کا شعور اللہ تعالیٰ کی تجلیات وارد ہوتے وقت برقرار رہے تو یہ صحو ہے ورنہ سکر ہے حالتِ سُکر کا نہ کوئی اعتبار کیا جاتا ہے اور نہ اہلِ سکر سے باز پرس ہوتی ہے جیسے مجنونوں سے۔

"بعض اولیاء اللہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں ڈوبے رہتے ہیں جیسے منصور قدس سرہٗ اور بعض سے تمام عمر ظاہر نہیں ہوتے اور یہ لوگ ضبط کرنے والوں کے بڑوں اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص وارثوں میں شمار ہوتے ہیں جیسے خلفائے راشدین، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور تمام صحابۂ کرام اور حضور غوث اعظم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور بعض کی حالت مختلف ہوتی ہے کبھی ضبط کی طاقت نہ پا کر راز کھول بیٹھتے ہیں اور جب انہیں افاقہ ہوتا ہے تو فوراً توبہ کرتے ہیں اور رجوع کرتے ہیں اور یہی بات کی کافی دلیل ہے کہ یہ حضرات حالتِ صحو میں ایسے حکموں کے صادر ہونے پر راضی نہیں اور ان کے ظاہر ہو جانے کو اپنی طرف نسبت کے جانے کو حق نہیں سمجھتے ورنہ توبہ اور ندامت کیوں کرتے وہ کریں بھی کیا وہ کلام نہ خود ان کی طرف سے ہوتا ہے نہ ان کے حواس کی سلامتی کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔

"حضرت خواجہ بایزید بسطامی سے کہا گیا کہ یہ کیسی باتیں ہیں جو کبھی کبھی آپ کی زبان سے ہمارے کانوں میں آتی ہیں؟ فرمایا بایزید نے ہرگز یہ کلمے نہیں کہے اور وہ ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے ہی فرمائے ہیں، فرمایا اگر تم اب یہ کلمے سنو تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مجھے خنجر سے ختم کر دینا۔ لوگوں نے خنجروں پر دھار چڑھوا کر رکھ لیا یہاں تک کہ حضرت پر وہ حالت پھر طاری ہوئی۔ اور آپ نے سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِی کہنا شروع کیا تو لوگوں نے آپ کے حکم مطابق آپ پر خنجر چلائے۔ جو شخص آپ کو خنجر مارتا اس کا زخم خود اس کے بدن پر اسی جگہ آجاتا، اور حضرت کے جسم پر کوئی نشان بھی نہ پڑتا۔

فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ وہ ابو یزید نہیں کہتا، وہی فرماتا ہے جسے یہ کہنا زیبا ہے۔

(سراج العوارف فی الوصایا والمعارف ص ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷)

حضرت سیدی داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو حدیث قدسی سے اس طرح سمجھایا ہے، فرماتے ہیں:۔

"حق تعالیٰ نے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ بواسطہ حضرت جبریل علیہ السلام حدیث قدسی میں فرمایا:

لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعًا وَّبَصَرًا وَّیَدًا وَّلِسَانًا فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَبْطِشُ۔

میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک ک میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہو اور جب میں اپنے کسی بندے کو اپ محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اسکے کان، آنکھ، ہاتھ اور زبان ہو جاتا ہوں وہ مجھ سے سنتا ہے، مجھی سے دیکھتا ہے اور مجھ سے ہی بولتا ہے، اور پکڑتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارا بندہ مجاہدے کے ذریعہ جب ہمارا مقرب ہو کر محبوب ہو جاتا ہے تو ہم اس کے وجود کو اس سے فنا کر دیتے ہیں اور اس کے افعال کی نسبت کو اس سے اٹھا لیتے ہیں حتیٰ کہ وہ مجھی سے سنتا ہے اور مجھی سے بولتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی غلبۂ حال میں نعرہ لگاتے ہیں سُبْحَانِی

مَا اَعْظَمَ شَانِي ۔ پاکی ہے مجھے، کتنی بڑی ہے میری شان ۔ یہ جو کچھ فرمایا حق تعالیٰ کی گفتار سے تھا، اور جو کہا حق کہا۔"

(کشف المحجوب مترجم ص ۳۰۰ بحث جمع وتفرقہ)

ان تشریحات سے دو باتیں کھل کر سامنے آگئیں:

ایک: یہ کہ صوفیۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان سے "سُبْحَانِي مَا اَعْظَمَ شَانِي" اور اسی طرح کے جو دوسرے کلمات صادر ہوئے وہ حالتِ سکر میں اضطراری طور پر صادر ہوئے اور ایسی حالت کے اقوال وافعال پر کوئی شرعی گرفت نہیں ہوتی، لہٰذا وہ حضرات معذور ہیں اور جو شخص ان کی اس حالت کے اقوال وافعال پر اعتراض کرتا ہے وہ شریعت سے جاہل ہے یا اولیاء اللہ کا معاند۔

دوسرے: یہ کہ حالتِ سکر میں بظاہر ان کی زبان سے جو کچھ صادر ہوا وہ حقیقت میں ان کا کلام نہیں، بلکہ یہ اسی ہستی کا کلام ہے جس کے یہ وہ زیبا ہے اس نے ان کی زبان کو اپنے کلام کا مظہر بنالیا ہے، وہ اگر درخت کو اپنے کلام کا مظہر بنالے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا یونہی اگر وہ اپنے کسی مقرب بندے کو اپنے کلام کا مظہر بنالے تو اس پر اعتراض بجا نہ ہوگا۔

علاوہ ازیں صاحبِ لطائف اشرفی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کی دو توجیہات اور کی ہیں جو بجائے خود درست ہیں، فرماتے ہیں:

★ "بعض علماء نے کہا کہ حضرت ابویزید سے ان کے اس کلمے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے بتایا کہ میں بعض وظائف کا ورد کر رہا تھا اسی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے نقل کرتے ہوئے "سبحانی" پڑھا جیسے کوئی سورۂ طٰہٰ کی تلاوت میں اِنِّي اَنَا رَبُّكَ پڑھے۔" (لطائف اشرفی ص ۳ ج ۲)

نیز رقمطراز ہیں:-

★ "سُبْحَانَ" اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سے ہے تو حضرت بویزید کے قول کا مطلب یہ ہوا کہ — پروردگار! کس چیز نے میرے معاملہ کو اتنا عظیم وبزرگ بنادیا۔

یہ معنی معرفت میں ان کے بلند مقام کا پتہ دیتا ہے اور ایسا کیونکر نہ ہو جبکہ وہ سلطان العارفین ہیں،،

(لطائف اشرفی ص ۵ ج ۲)

سچ ہے:

خاصانِ خدا خدا نہ باشند
لیکن زِ خدا جدا نہ باشند

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

فالحمد للہ فی البدایۃ والنہایۃ ○

(بقیہ صفحہ ۹۳ کا)

دن ان کی خدمت کرے اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور سات ہزار سال کی نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے۔ ایسی نیکی کے دن کو روزہ رکھنے اور رات کو کھڑے ہو کر نماز میں گزار دینے میں لکھا جاتا ہے ؎۲

علماء سے حسد کرنے والا

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ پہلے زمانہ میں ایک آدمی تھا۔ جو علماء ومشائخ کو دیکھ کر از روئے حسد منہ پھیر لیتا۔ جب وہ مرگیا تو لوگوں نے اسے قبلہ رُخ کرنا چاہا۔ لیکن نہ ہوا۔ غیب سے آواز آئی اس کو کیوں تکلیف دیتے ہو اس نے دنیا میں علماء اور مشائخ سے روگردانی کی ہے۔ اس لئے ہم اپنی رحمت سے اس کا منہ پھیر دیتے ہیں اور قیامت کے دن ریچھ کی صورت میں اسے اٹھائیں گے۔

(مجلس ۵ صفحہ ۲۲) ○

از: علامہ مشتاق احمد نظامی

۸۶ ویں عرس سلطان الہند کے تناظر میں

معمولات اہلسنت کا محققانہ ثبوت

فاتحہ

ایصال ثواب میں مشائخ کرام کا طریقہ جس کو عرف عام میں فاتحہ بھی کہتے ہیں یہ ہے کہ کچھ کھانا یا شیرینی وغیرہ سامنے رکھ کر الحمد شریف اور دوسری چند سورتیں اور آیتیں اور درود شریف پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر میت کے لئے دعا کرتے ہیں اور جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ اس تلاوت اور خیرات کا ثواب فلاں شخص کو پہنچے۔

طریق مذکور میں تین چیزیں تحقیق طلب ہیں۔ ایصال ثواب۔ کھانا سامنے رکھ کر تلاوت، ہاتھ اٹھا کر دعا۔ بحمدہ تعالیٰ یہ تینوں باتیں احادیث سے ثابت ہیں اور تمام علماء و مشائخ اہلسنت کا معمول ہیں۔

ایصال ثواب

یہ مسئلہ علماء و مشائخ اہلسنت کا متفق علیہ و اجماعی مسئلہ ہے اور اہلسنت کا یہ مسلّمہ عقیدہ ہے کہ زندوں کے اعمال مردوں کے لئے نفع بخش ہیں۔ چنانچہ شرح عقائد نسفیہ میں ہے۔

فی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم عنھم ینفع خلافاً للمعتزلۃ۔ (زندہ لوگ اگر مردوں کے لئے دعا کریں یا مردوں کی طرف سے صدقہ کریں تو اس سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس مسئلہ میں طرف دگمراہ فرقہ) معتزلہ کا اختلاف ہے۔

اسی طرح ہدایہ ص ۲۶۳ باب الحج عن الغیر میں ہے۔

ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ کان (ہر انسان کے لئے یقیناً یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر

او صوما او صدقۃ او غیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ (کو بخش دے، نماز ہو یا روزہ صدقہ ہو یا اس کے علاوہ یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

اس بارے میں حدیثیں بکثرت وارد ہوئی ہیں لیکن ہم یہاں صرف تین حدیثوں کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میری ماں اچانک مرگئی۔ اب میرے کسی عمل سے اس کو نفع پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیوں نہیں۔ تم کنواں کھدواؤ اور اس کے پاس حاضر ہو کر یوں کہو کہ اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے۔ ——— (صحیحین)

(۲) ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ میں اپنے والدین کے ساتھ ان کی زندگی میں احسان و سلوک کیا کرتا تھا تو کیا اب ان کے مرنے کے بعد بھی کچھ کر سکتا ہوں؟ تو ارشاد فرمایا کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کی طرف سے کچھ نمازیں پڑھ لو اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کی طرف سے کچھ روزے رکھ لو (یعنی کچھ نمازوں اور روزوں کا ثواب انھیں بخش دو۔) ——— (طبرانی)

(۳) ایک شخص نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ میری ماں کا انتقال ہو گیا۔ بے اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو ثواب پہنچے گا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہاں ثواب پہنچے گا۔

(بخاری شریف)

کھانا سامنے رکھکر تلاوت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انکی والدہ اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہانے کھجور، گھی، پنیر ملاکر مالیدہ بنایا اور سینی میں رکھ کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے رکھنے کا حکم فرمایا اور حضرت انس کو لوگوں کو بلانے کیلئے بھیجا۔ جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹے تو گھر آدمیوں سے بھر گیا تھا جس میں تقریباً تین سو آدمی تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس مالیدہ پر رکھا اور جو کچھ خدا نے چاہا اس پر آپ نے پڑھا۔ پھر دس دس آدمیوں کو بلانے لگے کہ اس میں سے کھائیں، یہاں تک کہ سب آدمیوں نے کھالیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اس کو اٹھانے کا حکم دیا تو مجھے یہ نہیں معلوم ہوا کہ جب میں نے اس کو رکھا تھا اس وقت وہ زیادہ تھا۔ یا جب اٹھایا (یعنی بالکل کم نہیں ہوا تھا)

(مشکوٰۃ شریف)

حدیث مذکور ایک طویل حدیث کا خلاصہ ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھنا یا تلاوت کرنا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ

ایصال ثواب میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا یہ کوئی اختلاف کی چیز نہیں۔ نہ ہی یہ کوئی ضروریات فاتحہ میں داخل ہے۔ کون نہیں جانتا کہ فاتحہ ایک دعا ہے اور نماز کے باہر ہر دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں ہاتھ جب دعا میں اٹھاتے تھے تو اس وقت تک ہاتھ نیچے نہ کرتے تھے جب تک کہ دونوں ہاتھوں کو چہرے پر نہ پھیر لیں۔ (ترمذی)

حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا اور دعا ختم کر کے چہرے پر ہاتھ پھیر لینا سنت ہے۔ فاتحہ بھی ایک دعا ہے لہٰذا اس میں بھی ہاتھ اٹھانا مسنون ثابت ہوا۔ واللہ تعالیٰ علم

عرس کی شرعی حیثیت

کے معنی لغت میں شادی کے ہیں اور اصطلاح مشائخ میں اولیاء و علماء و بزرگان دین کے یوم وفات کو عرس کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومنین صالحین جب اپنی قبروں میں منکر نکیر کے سوال وجواب سے فارغ ہو جاتے ہیں تو فرشتے ان کی قبروں میں اُنھیں بہشتی لباس پہنا کر جنتی بستر پر لٹا کر اور جنت کا دریچہ کھول کر یوں کہتے ہیں کہ نم کنومة العروس یعنی سو جاؤ جیسے دلھن سوتی ہے۔ تو چونکہ اللہ والوں کا یوم وصال ان کیلئے دلھن بننے کا دن ہوتا ہے۔ اس لئے اس دن کو یوم العروس یعنی شادی کا دن کہتے ہیں۔ مشائخ کرام کا معمول ہے کہ خاص اس دن اولیاء اللہ کی قبروں پر بصورت اجتماع حاضر ہوتے ہیں، جہاں تلاوت قرآن مجید یا وظائف و اذکار پڑھ کر اور صدقات وخیرات کر کے ان کی ارواح کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اور بصورت مراقبہ انکی قبروں سے فیض کی تحصیل اور ان کے لئے دعا کی جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ سب کام جائز بلکہ باعث ثواب ہیں، اور واضح رہے کہ جس طرح قبروں کی زیارت اور ایصال ثواب حدیثوں سے ثابت ہیں اسی طرح قبروں کی زیارت کے لئے دن اور تاریخ کا مقرر کرنا بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں مسند

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور قبروں کے پاس فرماتے تھے کہ اے احد کے شہیدو! تم پر سلام ہو کیونکہ تم لوگوں نے صبر کیا ہے، اور خلفائے راشدین بھی یوں ہی کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایک تاریخ معین پر شہدائے احد کے مزاروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جانا اور پھر بطریق تعیین ہمیشہ اسی تاریخ پر جانا اور ان پر سلام پڑھنا اور ان کے لئے دعا کرنا بعینہ عرس مشایخ کا طریقہ ہے۔ اور درحقیقت یہی عرس کی حقیقت بھی ہے جس کے جواز و استحسان پر خیر القرون سے آج تک تمام اہلسنت کا اتفاق ہے۔

ایک ضروری تنبیہ

بعض عرس کے منکرین یوں کہتے ہیں کہ چونکہ عرسوں میں بہت سی ناجائز باتیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا عرس کرنا حرام ہے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی عرس میں خرافات اور ناجائز باتیں مثلاً رنڈیوں کا ناچ گانا بجانا، عورتوں مردوں کا اختلاط، طواف و سجدۂ قبر وغیرہ ہوں تو یہ ناجائز باتیں یقیناً حرام و ناجائز ہوں گی۔ مگر نفس عرس جس کی حقیقت ہم نے بیان کی وہ بلاشبہ جائز رہے گا۔ عرسوں میں فی زمانہ جو خرافات رائج ہو گئے ہیں ان کو سختی سے روکنا اور اصلاح کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے مگر بجائے ان خرافات کو روکنے کے نفس عرس ہی کو حرام کر دینا۔ یعنی ناک پر مکھی بیٹھ جانے سے بجائے مکھی اڑانے کے ناک ہی کا صفایا کر دینا کہاں کی دانشمندی ہے؟ خداوند کریم ان بیچارے خشک مغز ملاؤں کو علم و فہم عطا فرمائے کہ عوارض کی حرمت کا نفس شے پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ عوارض لاکھ حرام سہی مگر یہاں تو سوال نفس عرس کا ہے اگر صداقت ہے تو اس کی حرمت پر کوئی دلیل پیش کرو! کیا اگر کچھ لوگ اپنی شامت اعمال سے حج میں چوریاں، ناجائز تجارتیں، بدنگاہیاں، حرم الٰہی کی بے ادبیاں کرنے لگیں تو اس کی وجہ سے حج ہی حرام کہہ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں! بلکہ یہی کیا جائے گا کہ حرام باتوں سے منع کیا جائے گا۔ حج سے کسی کو نہیں روکا جائے گا۔ اسی طرح اگر بعض عرسوں میں کچھ فساق و فجار ناجائز و حرام باتیں کرتے ہیں تو ان کو منع کیا جائے گا مگر یہ ہرگز فتویٰ نہیں دیا جائیگا کہ عرس کرنا ہی حرام ہے۔

قبۂ مزارات

مکابر اہل اللہ پر قبوں کی تعمیر میں فقہاء کا اختلاف ہے مگر صحیح و مفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ اگر غرض صحیح کے لئے ہو تو بلاشبہ جائز ہے اور درحقیقت یہ اختلاف کوئی اختلاف حقیقی نہیں بلکہ نزاع لفظی ہے۔ مانعین و مجوزین میں ہر ایک جس کو یہ منع کرتے ہیں وہ بھی جائز نہیں کہتے اور جس کو یہ جائز کہتے ہیں اس کو وہ بھی منع نہیں کرتے۔ جن جن فقہاء نے منع کیا ہے، اسی جگہ منع کیا ہے جہاں کوئی شرعی مانع ہو۔ مثلاً غیر کی ملک میں تعمیر ہو۔ یا بہ نیت تفاخر ہو یا محض بے فائدہ ہو۔ لیکن اگر یہ صورتیں نہ ہوں اور کوئی غرض صحیح ہو۔ مثلاً زائرین کے آرام کے لئے یا عوام و جہال کی نظر میں صاحب مزار کی عظمت پیدا کرنے کے لئے یا کفار کی توہین سے بچانے کے لئے ہو تو اس وقت اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ

ضرب الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس للحی لا لاظلال المیت جاز۔	قبر پر خیمہ گاڑنا اگر کسی غرض صحیح کیلئے ہو مثلاً زندوں کو دھوپ سے بچنے کے لئے ہو تو یہ جائز ہے ہاں اس خیال سے خیمہ نہ گاڑا جائے گا کہ اس سے مردوں کو سایہ ملے گا۔

اسی طرح کشف النور میں علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ

نے فرمایا:

فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا انقصد بذلک التعظیم فی اعین الناس حتی لا یحتقر واصاحب القبر	علماء، اولیاء صلحاء کی قبروں پر قبوں کی تعمیر جائز ہے جبکہ اس سے مقصود لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا ہو۔ تاکہ لوگ صاحب قبر کی تحقیر نہ کریں۔

روایت فقہیہ کے علاوہ اس کا ثبوت سنت صحابہ سے بھی ہے چنانچہ علامہ احمد ابن علی مصری نے فصل الخطاب میں تصریح کی ہے کہ قبروں پر خیمہ گاڑنا حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے سے ثابت ہے چنانچہ ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہٗ نے بدائع میں فرمایا کہ

روی ان عبد اللہ بن عباس لما مات بالطائف صلی علیہ محمد بن الحنفیہ وجعل قبرہ مسنما وضرب علیہ فسطاطاً۔	مروی ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب طائف میں وفات پائی تو محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر کو مسنم بنایا اور اس پر خیمہ نصب کیا۔

اسی طرح عینی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر، حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر پر خیمہ نصب کیا۔ (الحجۃ القاطعہ)

فائدہ

بعض احادیث میں قبروں پر عمارت بنانے کی ممانعت کا ذکر ہے۔ واضح رہے کہ ان سب احادیث سے مراد وہ صورتیں ہیں جو اُن دنوں یہود و نصاریٰ میں رائج تھیں کہ وہ اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بناتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ

لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔	اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔

حدیث مذکور دلیل صریح ہے کہ یہود و نصاریٰ کی موجب لعنت اس وجہ سے ہوئے کہ انھوں نے قبور انبیاء کو مسجد بنا لیا تھا۔ تعمیر قبور کی ممانعت کی حدیثوں سے اسی صورت کو منع کرنا مقصود تھا ورنہ مطلقاً تعمیر تو جیسا کہ مذکور ہوا خیر القرون میں بھی خیموں کی صورت میں رائج تھی پھر اس کی ممانعت کیوں کر ہو سکتی ہے۔

اسی طرح جو بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اونچی قبروں کو ڈھانے اور تصویر کے مٹانے کا حکم دیا تھا تو واضح رہے کہ ان قبروں سے مراد مومنین کی قبریں نہیں ہو سکتیں بلکہ یقیناً ان قبروں سے مراد مشرکین یا یہود و نصاریٰ کی قبریں تھیں۔ اور قبروں کے ڈھانے کے ساتھ تصویروں کے مٹانے کا حکم اس پر زبردست قرینہ بھی ہے کیونکہ تصویروں کا رواج یہود و نصاریٰ ہی کی قبروں پر تھا ورنہ ہر ذی عقل سمجھ سکتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں جس قدر بھی مومنین کی قبریں تھیں، ظاہر ہے کہ وہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم و اجازت ہی سے بنی تھیں پھر ان کے ڈھانے اور مٹانے کا حکم کیا معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان قبروں سے مراد کفار کی قبریں تھیں اور کفار ہی کی قبروں کو کھودنا اور ڈھانا جائز بھی ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقبور المشرکین فنبشت " یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کو کھود ڈالنے کا حکم فرمایا تو وہ کھود ڈالی گئیں "۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کی قبروں کو کھودنا اور ڈھانا یقیناً مسلمان میت کی ایذا رسانی اور ان کی توہین ہے جو سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غلاف وچادر

مزارات اولیاء اللہ پر غلاف وچادر ڈالنے کو جمہور فقہائے جائز لکھا ہے۔ اور حدیث سے اس مسئلہ میں سند لاتے ہیں چنانچہ سنن ابو داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ قاسم بن محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ

یا اماہ اکشفی لی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	اے اماں جان! میری خاطر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کا پردہ ہٹا دیجئے۔

دوسری حدیث میں بھی یہی الفاظ ہیں کہ ایک عورت نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گذارش کی کہ

یا اماہ اکشفی لی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکشفت لھا نبکت حتی ماتت۔	اے اماں جان! میری خاطر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کا پردہ اٹھا دیجئے، تو انھوں نے قبر کا پردہ ہٹا دیا اور وہ عورت روتے روتے مرگئی

کشف کے معنی کسی چیز پر سے پردہ اٹھانے کے ہیں۔ حدیثوں میں اکشفی کا لفظ وارد ہوا۔ جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر پر کوئی پردہ یا غلاف پڑا ہوا تھا جس کو اٹھا کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مزار پرانوار کی زیارت سے ان کو مشرف فرمایا۔ چنانچہ مشائخ کرام کا معمول ہے کہ بزرگان دین کے مزارات پر چادر یا غلاف ڈال دیا کرتے ہیں اور اس کو فقہاء نے جائز لکھا ہے جیسا کہ علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ

وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورھم امر جائز۔	غلاف، پگڑیاں اور کپڑے اولیاء اللہ کی قبروں پر ڈالنا جائز ہے۔

دوسرے فقہائے کرام نے بھی اس کے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

برگ وگل

مزارات اہل اللہ پر پھول پتی ڈالنا جیسا کہ مشائخ کا معمول ہے۔ بلاشبہ جائز ہے فتاویٰ غرائب وکنز العباد میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن لانہ مادام رطبا یسبح ویکون للمیت انس بتسبیحہ۔ (حیاۃ الموات)	گلاب اور خوشبودار پتیوں کا قبروں پر ڈالنا اچھا ہے کیونکہ وہ جب تک تازہ رہیں گے تسبیح کریں گے اور میت کو انکی تسبیح سے اُنس حاصل ہوگا۔

اور خاص اسکی سند حدیث شریف میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور یہ دونوں کسی بڑے گناہ میں عذاب دیا جارہا ہے ہیں۔ ان میں سے ایک کا یہ جرم تھا کہ وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا پھرتا تھا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک گیلی شاخ لے کر اس کو دو حصوں میں چیر دیا۔ پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑ دیا۔ جب لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا تاکہ ان کے عذاب میں تخفیف کردی جائے۔ جب تک یہ دونوں شاخیں خشک نہ ہوں۔

شارحین حدیث نے زیر حدیث مذکور فرمایا لانھما یسبحان مادام رطبین یعنی عذاب میں اس لئے تخفیف ہوگی کہ دو شاخیں جب تک گیلی رہیں گی تسبیح پڑھیں گی۔ جب تر شاخ کا قبر پر رکھنا

اور اس کے فوائد حدیث شریف سے ثابت ہیں تو پھر پھول پتی اور گیلی شاخ میں کوئی فرق نہیں۔ سب تسبیح پڑھتے ہیں برابر ہیں اور فائدہ مذکور سب پر مرتب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

روشنی مزارات

چراغاں کرنا مزار ہو یا کہیں اور، اگر بلا کسی غرض محمود کے ہو تو بیشک عبث و ناروا ہے اور اگر کسی غرض صحیح کے لئے ہو تو اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں مثلاً (۱) مزار کے قریب مسجد ہو کہ مصلیوں کو آرام ملے (۲) مقابر سرِ راہ ہوں کہ راستہ چلنے والوں کو بھی فائدہ پہنچے گا اور قبر والوں کو بھی، کیونکہ مسلمان مقابر مسلمین کو دیکھکر سلام کریں گے فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے (۳) قبرستان رات کے وقت بغرض فاتحہ و مراقبہ لوگ آتے ہوں اور قرآن شریف وغیرہ پڑھتے ہوں (۴) یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ کسی اہل اللہ کا مزار ہے تاکہ عوام باادب پیش آئیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے مثل دیگر فوائد محمودہ اگر موجود ہوں تو مزارات پر چراغاں ہرگز ممنوع نہیں بلکہ بہ نیت خیر باعث خیر ہے۔ اور جن جن احادیث و اقوال ائمہ میں اس کی ممانعت وارد ہے۔ واضح رہے کہ ان سے مراد وہی صورتیں ہیں جہاں غرض صحیح کے لئے نہ ہو یا دوسرا کوئی فساد شرعی ہو مثلاً تفاخر وغیرہ کی نیت سے ہو۔ ورنہ غرض صحیح کی صورت میں اس کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے کشف النور میں فرمایا:

ایقاد القنادیل والشمع	قندیلیں اور موم بتیاں جلانا
للاولیاء یوقد عند قبورھم	اولیاء کی قبروں کے پاس تعظیم
تعظیما لھم ومحبۃ فیھم	و محبت کے لئے جائز ہے اس کو
امر جائز لا ینبغی النھی عنہ	منع نہیں کرنا چاہیئے۔

علاوہ ازیں اور بھی بہت سے فقہائے کرام نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

تصرفات وفیضان ارواح

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز نے اہل برزخ کو چار قسم کرکے ارشاد فرمایا کہ

جب اولیاء اللہ انتقال کرتے ہیں تو وہ اپنے بدنی علائق کو منقطع کرکے ملائکہ کے ساتھ مل جاتے ہیں اور انھیں میں سے ہو جاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک باتوں کا القا کرتے ہیں یہ لوگ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں فرشتے کوشش کرتے ہیں یہ لوگ بھی کرتے ہیں۔ کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکروں کی مدد کرنے میں مشغول ہوتی ہیں یعنی کفار سے جہاد کے وقت مسلمانوں کی امداد کرتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے اس لئے قریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضہ خیر فرمائیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

اسی طرح حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب تذکرۃ الموتی میں تحریر فرمایا کہ اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم کا کام انجام دیتی ہیں۔ بلاشبہ اولیاء اللہ کی روحیں زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں اور اسی حیات کی وجہ سے ان کے جسم کو قبر میں مٹی نہیں کھا سکتی بلکہ بعضوں کا تو کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی روحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں۔ حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کو طاقت دیتا ہے کہ وہ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں ذکر کرتے ہیں قرآن پڑھتے ہیں۔

الحاصل اہلسنت کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ ارواح مومنین بعد وفات آزاد ہو جاتی ہیں اور ان سے تصرفات صادر ہوتے

ہیں بلکہ خواص مومنین یعنی اولیاء و شہداء سے تو ان کی وفات کے بعد ان کی حیات ظاہری سے بھی زیادہ تصرفات صادر ہونے لگتے ہیں اور ان کے تصرفات کی قوتوں میں ان کی حیات سے فزوں تر اضافہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ اپنے زائرین کے کلام کو سنتے، دیکھتے پہچانتے ہیں۔ زائرین کے آداب سے خوش اور ان کی بے ادبی سے ناراض ہوتے ہیں جس پر بہت سی احادیث صحیحہ کی شہادت اعیان امت کی کتابوں میں موجود ہے مگر ہم یہاں بخوف طوالت صرف چند حدیثیں نقل کرتے ہیں:

حدیث (۱) ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی قید خانے میں تھا۔ اب اسے نکال دیا گیا ہے کہ وہ زمین میں گشت کرتا اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔ (حیات الموات)

حدیث (۲) حضرت امام احمد حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بے شک مردہ پہچانتا ہے جو اسے غسل دے اور جو اسے اٹھائے اور جو اسے قبر میں اتارے۔ (حیات الموات)

حدیث (۳) ابن ابی الدنیا و ابن عساکر و خطیب بغدادی وغیرہ محدثین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی کسی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی۔ اور سلام کرتا ہے تو مردہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ (حیات الموات)

حدیث (۴) دیلمی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفن اچھا دو۔ اور چلا کر رونے یا اس کی وصیت میں دیر کرنے یا قطع رحم کرنے سے اپنی میت کو ایذا مت دو۔ اس کا قرض جلد ادا کر دو اور برے ہمسایہ سے الگ رکھو۔ یعنی کفار و اہل بدعت کے پاس دفن نہ کرو۔ (حیات الموات)

حدیث (۵) امام احمد عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا تو فرمایا کہ تو اس قبر والے کو ایذا مت دے۔ اور حاکم و طبرانی کی روایت ہے:

یاصاحب القبر انزل من القبر لا تؤذ صاحب القبر ولا یؤذیک۔	اے قبر والے! اُتر جا۔ نہ تو قبر والے کو ایذا دے نہ وہ تجھے تکلیف دے۔

علاوہ ازیں اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے قسم قسم کے تصرفات کا ثبوت ہے مگر ہم انھیں پر اکتفا کرتے ہیں جو طالب حق کے لئے کافی ہیں۔

(بقیہ ص ۹۹ کا)

بہرنوع یہ سیاسی حاضری ہو یا معاشی! عوام اہلسنت کو یہ دریافت کرنے کا حق ہو ہی گیا۔ اگر مزارات کی حاضری شرک و بدعت ہے تو مولوی حسین احمد صدر دیوبند، مولوی حفظ الرحمن سیوہاروی ناظم جمعیۃ العلماء ہند اور مولوی ابوالوفا، مولوی ابوالقاسم شاہجہانپوری جو اجمیر، خواجہ قطب اور بہرائچ کے حاضر باش ہیں ان کے متعلق دیوبند کا کیا فیصلہ ہے؟

ضروری تصحیح

ماہنامہ اشرفیہ بابت اکتوبر ۱۹۹۸ء کے فتاویٰ اشرفیہ میں ص۲۱ سطر ۲۲ میں یہ چھپ گیا ہے "اولیائے کرام سے استعانت جائز ہے شرک ہے اور ناجائز نہیں"۔ ـــــ اس عبارت میں "شرک" کے بعد "ہے" غلط چھپ گیا ہے ـــــ "ہے" زائد ہے صحیح عبارت یہ ہے "شرک اور ناجائز نہیں"۔

از: ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اور سلسلۂ چشتیہ

ایک تجزیاتی مطالعہ

ہندوستان میں تصوف کے دو خانوادوں نے سب سے پہلے نفوذ کیا، سہروردی سلسلہ مغربی علاقوں میں خاصا مقبول ہو چکا تھا اور اس کے مبلغین شمالی ہندوستان کی طرف بھی بڑھتے آرہے تھے لیکن چشتیہ سلسلے کا فروغ حضرت خواجہ معین الدین سجزی علیہ الرحمہ کے قدوم میمنت لزوم کے ساتھ ہوا اور آپ نے مغربی سرحدوں سے آگے بڑھ کر ہندوستان کے قلب میں اپنے مشن کی تبلیغ کی اور اجمیر کو ہمیشہ کے لئے روحانیوں کا قبلہ وکعبہ بنادیا۔ سہروردی سلسلے کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے چشتی سلسلے کے بزرگوں نے بھی فیض حاصل کیا تھا اور ان کی بلند پایہ تصنیف عوارف المعارف تو کہنا چاہئے اہل تصوف کی رہنما کتاب تھی اور یہ ان چند کتابوں میں سے ایک ہے جن میں ایک تو قرآن وسنت کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تصوف محض عجمی اور غیر اسلامی چیز نہیں ہے بلکہ یہ دین کی روح کا نام ہے، دوسرے اس کے تمام نظری مباحث پر پوری وضاحت سے لکھا گیا ہے۔ علمائے ظاہر نے اہل تصوف کے خلاف جو محاذ تیار کیا تھا اسے عوارف اور کشف المحجوب جیسی کتابوں نے بیت عنکبوت سے زیادہ کمزور بنادیا اور لے دے کر صرف ایک سماع کا مسئلہ ایسا رہ گیا تھا جس پر وہ "محضر" تیار کر سکتے تھے۔ سہروردی بزرگوں نے تصوف کے نظری مباحث پر خوب خوب لکھا

اور یہ سلسلہ بعد میں کئی صدیوں تک جاری رہا۔ لیکن چشتیہ سلسلے کی مقبولیت کے دو بڑے اسباب تھے۔ ایک تو یہ کہ چشتی بزرگوں نے حاکمانِ وقت سے اپنے روابط نہیں رکھے بلکہ عوام کے پس ماندہ طبقوں سے گہرا تعلق قائم کیا۔ سلاطینِ تغلق کے زمانے تک سہروردی سلسلے کے بزرگوں کو دفترِ سلطانی میں اتنا رسوخ حاصل تھا کہ وہ نہ صرف حاجت مندوں کی عرضیاں لے کر بادشاہ کو پیش کرتے تھے بلکہ حضرت رکن الدین ملتانی نے اپنا رسوخ استعمال کر کے محمد تغلق کے ہاتھوں ملتان کو قتلِ عام سے بچالیا تھا۔ مگر چشتیہ سلسلے کے بزرگ اس کے برعکس ان پریشان حال درماندہ اور حاجت مندوں کے لئے دعا اور تعویذ ہی پر قناعت کرتے تھے۔ اس کی نوبت تقریباً نہیں آتی تھی کہ وہ کسی کے لئے بادشاہِ وقت سے سفارش بھی کریں۔ اس طرح ابتدا میں اس خانوادے کے بزرگوں نے تصنیف وتالیف سے احتراز کیا۔ چنانچہ اگر حضرت نظام الدین نے یہ فرمایا کہ:

"ہمارے مشائخ میں سے کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔

تو اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چشتی بزرگوں نے تصوف کے نظریاتی مباحث پر ایسی کوئی تصنیف نہیں چھوڑی جیسی مرصاد العباد، قوت القلوب، کشف المحجوب التعرف، عوارف المعارف یا آداب المریدین وغیرہ ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ چشتی بزرگوں نے تصوف کو سراسر

"حال" سمجھا اور اس میں "قال" کو دخل نہیں دیا۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ تصوف تمام تر عمل ہے۔ اس کا فلسفے کی طرح شرح و بیان میں آنا مشکل ہے اور جو کچھ قید الفاظ میں آئے گا وہ "تصوف" نہیں ہوگا۔ عبدالرحیم خان خاناں کا دوہا اسی مضمون کا ہے:

رحیمن بات اگم کی کہن سنن کی ناہین
جانت ہیں سو کہت نہیں کہت سو جانت ناہین

اور حضرات چشتیہ کے اس نظریے کو شیخ سعدی شیرازی نے اس طرح بیان کیا ہے:

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کان سوختہ را جان شد و آواز نیامد
این مدعیان در طلبش بے خبرانند
آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

اس لئے چشتی سلسلے کے بزرگوں نے تصوف کی نظری صورت کو چھوڑ کر اس کی عملی شکل پر اپنی توجہ مرکوز رکھی اور انہیں اپنا پیغام عام کرنے میں جو کچھ کامیابی نصیب ہوئی اس کا راز بھی یہی تھا۔

فوائد الفواد میں ہے کہ ایک دن ایک نوجوان اپنے ساتھ اپنے ایک ہندو دوست کو لے کر حضرت نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں آیا اور اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا: "این برادر من است"

حضرت نے اس نوجوان سے پوچھا کہ "تمہارے اس بھائی کو کچھ اسلام کی طرف بھی رغبت ہے یا نہیں؟"

اس نے کہا کہ میں اسے مخدوم کی خدمت میں لے کر اسی لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی نگاہ کی برکت سے یہ مسلمان ہو جائے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

"این قوم را چنداں بگفتہ کسے دل نگردد، اما اگر صحبت صالح بیابد امید باشد کہ ببرکت صحبت او مسلمان شود"

(اس قوم پر کسی کے کہنے سننے سے اثر نہیں ہوتا ہاں اگر کسی صالح کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے تو امید ہوتی ہے کہ اس کی برکت سے مسلمان ہو جائے)

یہ واقعہ فوائد الفواد میں ۴ رمضان ۷۱۰ھ کی مجلس کے بیان میں ضمناً آگیا ہے لیکن یہ چشتی صوفیہ کے مشن کو سمجھنے کے لئے بے حد اہم اور قابل غور نکتہ ہے۔ خود حضرت کا یہ سوال کرنا کہ "این برادر تو ہیچ میل بہ مسلمانی دارد؟" دعوت حق سے گہرے قلبی تعلق کو ظاہر کرتا ہے اور جب اس لڑکے نے دعا کی درخواست کی تو آپ کا "چشم پُر آب" ہو جانا قرآن کے اس فرمان کی نہایت گہری اور اصلی عملی ترجمانی ہے کہ:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پارہ ۴، آیۃ ۱۰۴)

اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دعوت اسلام کی روح کو ان بزرگوں نے کیسا سمجھا تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ" دین خیر خواہی کا نام ہے، اور یہی وہ سچی خیر خواہی ہے جو حضرت نظام الدین کو اس موقع پر چشم پُر آب کر دیتی ہے آپ نے تبلیغ دین کا اصول بھی بتا دیا کہ جس "خیر" کی طرف تم کسی کو بلا رہے ہو، اس کا نمونہ خود بن کر دکھاؤ۔ تب دعوت الی الخیر کا حق ادا ہوگا۔ قرون وسطیٰ میں علمائے سو کا کردار کچھ بھی رہا ہو لیکن جو صاحب کردار علماء شرع تھے۔ انہوں نے بھی خوب سمجھ لیا تھا کہ ہندوستان میں دعوت دین کے لئے "تصوف" کی ضرورت ہے۔ بحث و مناظرے کی نہیں۔ حضرت خواجہ

غریب نواز کے ہم عصر مولانا رضی الدین صغانی صاحب مشارق الانوار بہت ممتاز محدث اور عالم تھے۔ ان کے ہم عصر علماء میں کوئی بھی علم حدیث اور فقہ میں ان کا ہم پایہ نہ تھا۔ وہ ان معدودے چند علماء میں سے تھے۔ جنہوں نے اس زمانے میں بغداد اور حجاز پہونچ کر حدیث کی سماعت کی تھی۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے فوائد الفواد میں ان کی تعریف میں بہت کچھ فرمایا ہے ان کی تالیف مشارق الانوار آج بھی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اور حدیث کی مستند کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ علامہ صغانی کی ایک اور تالیف مصباح الدجیٰ بھی تھی۔ چنانچہ جب مولانا ناگور پہونچے ہیں تو انہوں نے ایک محفل میں، اور ایک ہی نشست میں پوری مصباح الدجیٰ کی قرأت کی تھی اور سماعت کرنے والوں کا بڑا بھاری مجمع تھا جس میں قاضی حمید الدین ناگوری اور قاضی کمال الدین جیسے فضلا بھی استفادے کیلئے موجود تھے۔ مولانا صغانی خوب بڑی سی پگڑی باندھتے تھے جس کی چھور آگے کی طرف لٹکی ہوتی تھی۔ بہت لمبی چوڑی آستینوں کا کرتا ہوتا تھا۔ یہ اس زمانے کے علما کی ہیئت تھی۔ یہیں ناگور کے ایک صاحب نے مولینا سے بہت اصرار کیا کہ میں آپ سے کچھ "علم تصوف" سیکھنا چاہتا ہوں۔ مولینا نے کہا کہ یہاں تو مجھے بالکل فرصت نہیں ہے۔ لوگ حدیث کی سماعت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور اتنا وقت نہیں بچتا کہ تمہیں علم تصوف سکھاؤں۔ البتہ اگر تمہیں ایسی ہی خواہش ہے تو میرے ساتھ چلو جب ہم غیر مسلموں کے علاقے میں پہونچیں گے جہاں علم حدیث اور فقہ کے طلبگاروں کا اتنا ہجوم نہیں ہوگا تو میں تمہیں اطمینان سے علم تصوف سکھاؤں گا۔ چنانچہ مولینا اور یہ تصوف کے طالب علم نکلے اور ناگور سے جالور کی طرف راہی ہوئے۔ گجرات کی سرحد کے شروع ہوتے ہی مولانا نے اپنا لمبی آستینوں والا کرتا اور بڑی پگڑی لپیٹ کر ایک بقچے میں رکھی اور کوتاہ آستینوں کا درویشوں والا لباس زیب تن کیا، سر پر کلاہ، پاؤں میں جوتے۔ کی جگہ کھڑاویں آگئیں۔ ایک مٹی کا آب خورہ پانی پینے کے لئے لیا اور نماز و نوافل پڑھتے ہوئے سفر کی منزلیں طے کرنے لگے۔ جب اس طرح کئی دن گذر گئے تو اس طالب علم تصوف نے کہا کہ مولانا آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے کچھ علم تصوف سکھائیں گے اور اس امید پر میں گھر بار چھوڑ کر آپ کے ساتھ لگ گیا ہوں مگر آج اتنے دن ہوگئے آپ نے ایک بات بھی نہیں سکھائی۔ مولانا فرمانے لگے کہ میاں علم تصوف "قال" نہیں ہے "حال" ہے جیسے میں عبادت کر رہا ہوں اور عام لوگوں سے برتاؤ کر رہا ہوں بس ویسے ہی تم بھی کئے جاؤ یہی علم تصوف کہلاتا ہے۔[1]

مولانا صغانی اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور محدث ہوئے ہیں۔ اس دور کے جید علماء ان کی صحبت سے استفادہ کرتے تھے لیکن وہ بھی یہ نکتہ اچھی طرح سمجھے ہوئے تھے کہ یہ معقولی اور منقولی بحثیں یہ مناظرے اور مکابرے، یہ فلسفہ اور منطق، یہ مسئلے اور تاویلیں صرف اسلام کے ظاہر کو پیش کر سکتی ہیں، اس کی روح کو اور بھی خفی اور بے اثر بنا دیتی ہیں۔ اسلام کی اصلی تعلیم وہی ہے جسے صوفیا اپنے عمل سے پیش کر رہے ہیں اور اسی نے ہندوستان میں اسلام کو فروغ دیا اور دلوں کو جوڑنے کا کام کیا ہے۔ چنانچہ مولانا صغانی بھی جب غیر مسلم اکثریت کے علاقوں میں جاتے ہیں تو صوفیا کا لباس زیب تن کر لیتے ہیں اور اپنا چوغا تہ کرکے

رکھ دیتے ہیں۔

اس مقدمے میں دو باتیں واضح ہوگئیں۔ ایک تو یہ کہ سہروردی سلسلے کے بزرگوں نے تصوف کی نظری سطح پر تشریح و تفسیر کی اور اس کے علمی اور فلسفیانہ پہلوؤں پر کتابیں تصنیف کیں جن سے دوسرے سلسلے والوں نے بھی فائدہ اٹھایا مگر اپنے خانقاہی نظام عمل میں انہوں نے دین اور دنیا کے جام وسندان کو ایک توازن کے ساتھ یکجا رکھنا چاہا اور حاکمان وقت پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش کی، اس لئے ان کی خانقاہیں زمان ومکان کے اعتبار سے محدود ہوکر رہ گئیں جب کہ چشتیوں کی خانقاہیں چھوٹے چھوٹے دیہات و قصبات تک میں پہونچ گئیں اور عوام کے دلوں میں ان کے لئے گھر بن گئے۔ اس دین ودنیا کی آمیزش سے پیدا ہونے والے تضاد کو ابتدا ہی میں محسوس کرکے چشتی صوفیا نے "ترک" کے فلسفے پر زور دیا اور اپنے مریدوں کو اس کی تربیت دینے کے لئے "چہار ترکی" کلاہ پہنانی شروع کردی۔ ان کا کہنا تھا کہ:

"مرد عالی ہمت نشود تا ترک دنیا نگیرد"

اور اس "ترک" کا پھل یہ تھا کہ جب دہلی کے "شیخ الاسلام کو" حضرت قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی سے حسد ہونے لگا اور اس کی شکایت پر حضرت خواجہ غریب نواز نے یہ فرمایا کہ:

"قطب الدین تم میرے ساتھ اجمیر چلو میں نہیں چاہتا کہ میرے کسی جانشین کی وجہ سے کسی کو تکلیف پہونچے اور حضرت بختیار کاکی اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں دہلی کو خیرباد کہہ کر جانے لگے تو آپ کو رخصت کرنے کے لئے ہزاروں مرد، عورتیں، بوڑھے اور بچے گریہ وزاری کرتے ہوئے آپ کے پیچھے پیچھے شہر پناہ سے باہر تک نکل آئے۔ اس ہجوم میں بوڑھا بادشاہ التمش بھی موجود تھا۔ سب کی یہ حالت دیکھ کر حضرت خواجہ بزرگ نے قطب صاحب کو اپنے ساتھ اجمیر لے جانے کا ارادہ فسخ کردیا۔

یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے اور کتب تواریخ میں چشتی حضرات کے عوام سے براہ راست رابطے کی سب سے قدیم اور بدیہی مثال یہی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ بزرگ خانقاہ میں بیٹھ کر محض انفرادی نجات کے حصول کی کوشش نہیں کررہے تھے بلکہ انہوں نے اپنے عہد کے سماجی مسائل سے خود کو بہت گہرائی تک وابستہ کرلیا تھا۔ انہوں نے ملوک وسلاطین اور سرکاری دربار کو کبھی منہ نہیں لگایا۔ نہ کبھی دنیا کی دولت حاصل کرنے کی کوشش کی اور وہ آئی تو اسے جمع کرکے نہیں رکھا۔ اس طرح اپنی عملی زندگی سے یہ ثابت کردیا کہ دراصل فقر بھی ایک عظیم دولت ہے۔

وہ غریبوں، مسکینوں، درماندہ حال اور پس ماندہ طبقے کے انسانوں کی نمائندگی کرتے تھے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی متابعت کرتے تھے۔ ان کی دعا یہ ہوتی تھی:

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ۔ غریبوں اور مسکینوں سے سچی محبت کی مثال اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ اپنی زندگی اور موت اور حشر ونشر بھی ان کے ساتھ طلب کیا جائے۔ چشتی بزرگوں کی خانقاہوں میں ہمیشہ مفلسوں اور مسکینوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔

حضرت نظام الدین اولیا، جب ۱۲-۱۳ برس کے ہی تھے اور بدایوں میں علم لغت پڑھ رہے تھے اس وقت ایک قوال نے جس کا نام ابوبکر خراط تھا۔ ان کے استاذ

کے سامنے بہت سی ان خانقاہوں اور درویشوں کا تذکرہ کیا جہاں وہ حاضری دے چکا تھا اس نے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کی خانقاہ کا تذکرہ کیا تو اس کے ساتھ ان کی دولت مندی اور خدم وحشم کا ذکر ہونا لازمی تھا حضرت نظام الدین نے اس سے کوئی اثر قبول نہیں کیا مگر حضرت بابا فرید کے فقر محض کا حال سن کر انہیں خاص کیفیت کا احساس ہوا اور انہوں نے اسی وقت یہ طے کر لیا تھا کہ کبھی نہ کبھی شیخ کی خانقاہ میں حاضری ضرور دیں گے۔ ان کی یہ طبعی کشش بھی دراصل چشتی فقر کی طرف تھی جس کی ترویج کے لئے آگے چل کر آپ کو اپنی زندگی وقف کرنا تھی۔ بقول خود ان کے پیر ومرشد حضرت بابا فرید کا یہ حال تھا کہ دونوں عالم نظر میں ہیچ تھے"۔

ایک بار عصا لے کر چل رہے تھے اس پر تکیہ کرنے کا خیال آیا تو فوراً ہاتھ سے پھینک دیا اور ان کے یہ مرید بھی ایسے تھے کہ جب انہوں نے کسی سے سنا کہ حضرت بہاء الدین زکریا نے اپنے بیٹے شیخ رکن الدین کو کوئی خاص وظیفہ تعلیم کیا تھا تو آپ کو بہت دنوں تک یہ فکر رہی کہ کسی طرح وہ وظیفہ معلوم ہو جائے۔ بارے جب شیخ رکن الدین ملتانی سے ملاقات ہوئی تو آپ نے وہ وظیفہ حضرت نظام الدین کو بھی بتادیا۔ آپ نے دیکھا کہ اس میں ایک جگہ لفظ یا مسبب الاسباب" بھی آتا ہے۔ بس یہ "اسباب" کا نام دیکھ کر طبیعت نے اِبا کیا اور جس دعا کے حصول کے لئے آپ برسوں منتظر رہے تھے، جب وہ مل گئی تو اسے کبھی ایک بار بھی نہیں پڑھا۔

چشتی سلسلے کے ممتاز بزرگوں میں حضرت بابا فرید اور حضرت نظام الدین اولیا کے کچھ حالات اور واقعات ہمیں مل جاتے ہیں جن سے چشتی خانقاہوں کے نظام اور بزرگوں کی تعلیمات کا اندازہ ہوتا ہے لیکن حضرت خواجہ بزرگ کے بارے میں تاریخ اور تذکرے ہمیں بہت ہی کم معلومات فراہم کرتے ہیں اور بعد کے زمانے میں کچھ روایات کے اضافوں نے اس تھوڑے سے تاریخی مواد کو بھی مبہم بنادیا ہے۔

پروفیسر محمد حبیب مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ خواجہ صاحب کے حالات میں قدیم ترین کتاب سیر الاولیا ہے جو حضرت خواجہ اجمیری کے وصال سے تقریباً سوا سو برس کے بعد مرتب ہوئی ہے اس میں جو معلومات درج ہیں ان پر کچھ اضافہ شیخ جمالی دہلوی مؤلف سیر العارفین نے کیا ہے جو سہروردی سلسلے کے بزرگ تھے اور عہد ہمایوں بادشاہ میں سیر و سیاحت کرنے بھی نکلے تھے۔ وہ خواجہ بزرگ کے وطن اصلی سیستان بھی پہونچے تھے اور انہوں نے حضرت خواجہ اور آپ کے خاندان وغیرہ کے بارے میں کچھ مواد وہاں کی مقامی روایتوں سے بھی فراہم کیا ہوگا۔ لیکن بہ حیثیت مؤرخ پروفیسر محمد حبیب کا یہ خیال صحیح ہے کہ خواجۂ بزرگ اور شیخ جمالی دہلوی کے عہد میں تقریباً تین صدیاں حائل ہیں اور یہ بات بہت ہی مستبعد اور مشتبہ ہے کہ شیخ جمالی کو اتنا زمانہ گزرنے کے بعد بھی سیستان میں کچھ ایسے معتبر رواۃ مل سکے ہوں جو خواجہ بزرگ کے بارے میں کچھ مستند معلومات فراہم کرسکے ہوں۔

خواجۂ بزرگ کے جو حالات اب ہمیں معلوم ہیں اور متداول تذکروں میں ملتے ہیں ان میں شیخ جمالی کے سفر سیستان وغیرہ کی "رہ آورد" کیا ہے؟ اور اس کا استناد کس درجے کا ہے؟ یہ ایک علاحدہ تحقیق کا موضوع ہے لیکن مجھے سردست صرف یہ عرض کرنا ہے کہ پروفیسر محمد حبیب کی اس رائے میں اختلاف کی گنجائش

موجود ہے۔ جہاں تک خواجہ صاحب کے بارے میں تاریخی شہادتوں کا سوال ہے، عہد وسطیٰ کے بعض مؤرخوں کی رائے میں آپ کا تذکرہ سب سے پہلے طبقات ناصری میں پایا جاتا ہے جو ۶۵۸ھ (۱۲۲۰ء) کی تصنیف ہے۔ اس کے مصنف قاضی منہاج سراج جوزجانی ۵۸۹ھ (۱۱۹۳ء) میں پیدا ہوئے تھے اور اجمیر، سوالک، ہانسی، سرسی وغیرہ علاقے رائے پتھورا کی شکست کے بعد ۵۸۸ھ (۱۱۹۴ء) میں فتح ہوئے تھے۔ اس سے اگلے سال ۵۸۹ھ میں قطب الدین ایبک نے پہلے میرٹھ پھر دہلی کو فتح کیا تھا۔ ۶۲۱ھ (۱۲۲۴ء) میں وہ ایک سفارت سے کرقہستان گئے تھے اور وہاں سے واپس آنے کے بعد ۶۲۴ھ میں مدرسہ فیروزی اوچھ کے نگراں مدرس بنا دیئے گئے تھے۔ وہ ۶۲۵ھ میں التمش کے لشکر کے ساتھ دہلی آ گئے تھے۔ اس لئے اگر خواجہ بزرگ سے ان کی ملاقات ہوئی تو اس کا زمانہ ۶۲۵ھ اور ۶۳۳ھ کے درمیان آٹھ سال کا عرصہ ہو سکتا ہے جب وہ لشکر شاہی میں شامل ہو کر ہندوستان کے مختلف علاقوں میں گھوم رہے تھے۔ مگر انہوں نے خواجہ بزرگ سے اپنی ملاقات کا حال واضح اور راست انداز میں کہیں نہیں لکھا ہے۔ جہاں رائے پتھورا کی شکست کا ذکر ہے، اس موقعے پر لکھتے ہیں۔

"ایں داعی از ثقہ شنید کہ از معارف رجال بلاد
تولک بود، لقب او معین الدین۔ اوی گفت
کہ من دراں لشکر با سلطان غازی بودم۔
عدد سوار لشکر اسلام دراں وقت صد و بست
ہزار برگستواں بود۔" [1]

طبقات ناصری کے اس حوالے کا بھی گہرا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے یہ ماننے میں بہت تامل ہے کہ یہ بیان حضرت خواجہ بزرگ کے بارے میں ہو سکتا ہے یہ درست ہے کہ اکثر فاتحین نے اپنے لشکر کے ساتھ چشتی بزرگوں کو برائے حصول برکت شریک سفر کیا ہے اور یہ بزرگ زمین یا خزانوں کے لالچ میں نہیں بلکہ تبلیغ دین اور حمایت شرع مبین کے جذبے کے ساتھ اس لشکر کشی میں شامل ہوتے تھے۔ خواجہ بزرگ بھی اس وقت ہندوستان میں تھے اور شہاب الدین غوری اپنی ہر مہم میں کچھ درویشوں بزرگوں اور عالموں کو ساتھ لے کر نکلتا تھا۔ چنانچہ علی گڑھ کی مہم میں شیخ شہاب الدین سہروردی کے بھانجے نور الدین مبارک غزنوی اور ان کے بھانجے حضرت نظام الدین ابو المؤید اس کے ساتھ تھے اور فتح کے بعد اس علاقے کی قضا ان کے خاندان کے حوالے کی گئی تھی۔ اجمیر کی مہم میں خواجہ بزرگ کی روحانیت نے جو مدد کی اس کا حوالہ سینہ بہ سینہ چلنے والی روایات میں بھی آتا ہے لیکن یہاں منہاج سراج نے جس انداز سے تذکرہ کیا ہے اسے دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ خواجہ بزرگ کی سی عظیم شخصیت کا ایسا سرسری حوالہ نہیں ہو سکتا کہ صرف "از ثقہ شنیدم" کہہ کر گزر جائیں۔

اگر طبقات ناصری کے اس بیان کو خواجہ بزرگ کے بارے میں نہ مانا جائے تو پھر آپ کا قدیم ترین حوالہ حضرت نظام الدین اولیا کے ملفوظات میں ملتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی علیہ الرحمہ کا نام مبارک صرف تین مقامات پر آیا ہے۔ وہ بھی براہ راست نہیں ہے بلکہ ضمناً ہے۔

۱۵ / محرم ۷۱۰ھ کی مجلس میں یہ تذکرہ تھا کہ سلامتی ایمان کی کیا علامت ہے؟ حضرت نظام الدین اولیا نے حاضرین سے فرمایا کہ نگاہ داشت ایمان کے لئے نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں، پھر ان کی ترکیب بیان فرما کر یہ واقعہ سنایا کہ:

[1] طبقات ناصری صد ۱۱۹

"میں نے شیخ معین الدین حسن سجزی قدس اللہ سرہ العزیز کے پوتے خواجہ احمد کی زبانی سنا اور یہ خواجہ احمد بہت ہی صالح تھے۔ انہوں نے کہا کہ میرا ایک ساتھی تھا پیا ہی۔ وہ ہمیشہ یہ دو نفل حفظ ایمان کے لئے پڑھا کرتا تھا حتی کہ ایک بار ہم لوگ نا وقت حدود اجمیر میں تھے۔ مغرب کی نماز کا وقت آگیا۔ اس علاقوں میں رہزنوں کا بہت اندیشہ تھا اور ڈاکو دور سے نظر بھی آنے لگے۔ ہم نے جلدی جلدی تین فرض اور دو سنتیں پڑھیں اور شہر کی طرف آگئے۔ وہ ساتھی باوجود اس کے کہ رہزن نمودار ہو گئے تھے یہ نفل پڑھنے میں مشغول ہوگیا۔ پھر جب اس دوست کے انتقال کا وقت آیا تو میں تفحص احوال کے لئے اس کی تربت پر آیا تو دیکھا کہ جس شان سے اسے دنیا سے جانا چاہئے تھا اسی طرح گیا ہے۔ حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ خواجہ احمد تو اس جوان کے انتقال کا قصہ سنا کر یہ کہتے تھے کہ اگر مجھے گواہی کے لئے کرسی قضا کے سامنے لے جائیں تو میں گواہی دوں گا کہ وہ باایمان گیا ہے۔"[1]

دوسرے موقع پر ۲۱ ذیقعدہ ۷۱۸ھ کی مجلس میں شیخ حمیدالدین سوالی کے بیان میں یہ فرمایا کہ:

"مرید شیخ معین الدین بود ہم خرقہ شیخ قطب الدین"[2]

تیسرا حوالہ ۵ رمضان ۷۲۰ھ کی مجلس میں اس طرح ہیکہ:

"حضرت شیخ معین الدین سجزی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے خواجہ وحیدالدین اجودھن میں حضرت بابا فرید کی خانقاہ میں آئے اور ان سے بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ یہ نعمت آپ کے ہی خاندان سے ملی ہے، اس لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ کو بیعت کروں مگر انہوں نے بہت اصرار اور الحاح کیا کہ مجھے تو آپ سے ہی مرید ہونا ہے تو بابا صاحب نے دست بیعت بڑھا دیا۔"[3]

ان تین حوالوں کے سوا خواجہ بزرگ کا نام فوائد الفواد میں اور کہیں نہیں آیا اور ان میں بھی آپ کے دو پوتوں خواجہ احمد اور خواجہ وحیدالدین علیہما الرحمہ کا تذکرہ ہے خود خواجہ صاحب کا نہیں۔ اگر منہاج سراج والے حوالے کو خواجہ بزرگ کے بارے میں نہ مانا جائے تو فوائد الفواد وہ قدیم ترین کتاب ہے جس میں خواجہ بزرگ کا اسم مبارک پہلی بار ۷۰۱ھ کی مجلس میں ملتا ہے، اور اگر فوائد الفواد کے ان حوالوں کے بارے میں یہ کہا جائے کہ یہ حضرت خواجہ سے براہِ راست متعلق نہیں ہیں بلکہ آپ کے پوتوں کے تذکرے میں ضمناً آپ کا نام مبارک آیا ہے تو پھر ہمارے معلوم اور موجود مآخذ میں سیرالاولیا ہی وہ قدیم ترین کتاب رہ جاتی ہے جس میں حضرت خواجہ بزرگ کا تذکرہ ملتا ہے۔ سیرالاولیا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ بیس سال تک سفر و حضر میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہرونی کے ساتھ رہے تھے۔ اس کتاب سے آپ کا بغداد اور حجاز کا سفر کرنا اور حج بیت اللہ سے مشرف ہونا بھی دریافت ہوتا ہے۔ حالانکہ حضرت نظام الدین اولیا نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ میں سے کسی نے حج نہیں کیا۔ مؤلف سیرالاولیا نے حضرت خواجہ بزرگ کی چند کرامتیں بھی لکھی ہیں جن کا دوسرے تذکرہ نگاروں کے یہاں بھی اعادہ ہوا ہے لیکن امیر خورد نے سب سے اہم بات یہ لکھی ہے کہ:

---

[1] فوائد الفواد: ص ۷۷، ۷۸۔ [2] ایضاً: ص ۳۲۶۔ [3] ایضاً: ص ۴۰۵۔

" آپ کی کرامات اور علوے درجات کے ثبوت میں اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے کہ خواجۂ بزرگ کے سلسلے سے وابستہ ہونے والے ایسے عظیم المرتبت انسان ہوئے ہیں اور انہوں نے بندگان خدا کی ایسی دستگیری کی ہے اور انہیں دنیا کے مکر و فریب سے بچایا ہے کہ قیام قیامت تک ان کی عظمت کا غلغلہ فلک و ملک کے کانوں میں گونجتا رہے گا اور ان سے محبت کرنے والی مخلوق کو اس محبت کے طفیل، مقعد صدق میں جگہ ملتی رہے گی۔ پھر مؤلف کہتا ہے کہ اس آفتاب اہل یقین نے ہندوستان کو نور اسلام سے ایسا منور کر دیا ہے کہ آپ کی تعلیم و تبلیغ کی بدولت جو لوگ مسلمان ہوئے ان کی اولاد میں جب تک سلسلہ ایمان و اسلام کا جاری رہے گا، اس کا اجر و ثواب آپ کی بارگاہ باجاہ میں پہونچتا رہے گا "۔

سیر الاولیا نے آپ کے کچھ ملفوظات بھی درج کئے ہیں۔ خواجۂ بزرگ نے فرمایا کہ حق کو پہچاننے کی علامت خلق سے کنارہ کشی ہے، اور معرفت میں خاموش رہنا ہے اور فرمایا کہ جب ہم نے عالم ظاہر سے نکل کر نگاہ کی تو عاشق و معشوق و عشق کو ایک ہی پایا یعنی عالم توحید میں وحدت ہی وحدت ہے۔

اور فرمایا کہ حاجی اپنے جسم (قالب) سے خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہیں مگر جو عارف ہیں وہ اپنے دل (قلب) سے عرش اور حجاب عظمت کے گرد طواف کرتے ہیں اور رب کعبہ کی رویت کے طالب ہوتے ہیں۔

اور فرمایا کہ شقاوت کی نشانی یہ ہے کہ گناہ کرے اور پھر بھی مقبولیت کی امید رکھے فرمایا کہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ فرشتوں کو فرمان دے گا کہ دوزخ کو دہانِ مارے باہر نکالیں۔ پھر اسے دہکایا جائے گا۔ پھر وہ ایک پھونک مارے گا تو سارا میدان حشر دھوئیں سے اٹ جائے گا۔ اس دن کے عذاب سے جو اپنے تئیں بچانا چاہے اسے وہ عبادت کرنی چاہئے جس سے بہتر عبادت اللہ کے نزدیک اور کوئی نہ ہو۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ عبادت ہے بے کسوں کی فریاد سننا، حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا اور بھوکے کو کھانا کھلانا۔

اور فرمایا کہ جس میں یہ تین خصلتیں ہوں سمجھ لو کہ وہ بے شک اللہ کا دوست ہے: ایک دریا کی سی سخاوت دوسرے آفتاب کی سی شفقت۔ تیسرے زمین کی سی تواضع۔

سیر الاولیا کی تالیف فیروز تغلق کے زمانے میں ہوئی ہے اور اس کے آخر میں جو ایک تاریخ درج ہے جس سے فیروز شاہ تغلق کی تاریخ وفات ۷۸۹ھ برآمد ہوتی ہے۔ اس سے یہ اندازہ کرنا دشوار نہیں ہے کہ امیر خورد اس وقت تک زندہ تھے اور انہوں نے کتاب کی تالیف سے فارغ ہونے کے بعد بھی ۲۵ - ۳۰ برس تک اس پر نظر ثانی و اضافے کا کام جاری رکھا ہے۔ اس پر نگاہ کیجئے تو سیر الاولیا میں جو کچھ ہے وہ بھی ہم عصر بیان نہیں ہے اور خواجۂ بزرگ کے وصال سے تقریباً سوا سو برس کے بعد لکھا گیا ہے۔

میری تحقیق کے مطابق حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کے حالات و ملفوظات میں سب سے قدیم اور سب سے زیادہ اہم ماخذ سرور الصدور و نور البدور ہے جو آج تک نہیں چھپی ہے اور جس کے قلمی نسخے بھی اب ساری دنیا میں صرف دو تین ہی باقی رہ گئے ہیں۔

حضرت خواجہ بزرگ سے لاکھوں انسانوں کو فیض پہونچا اور آج بھی اسی طرح جاری ہے اور آپ کی حیات ظاہری کے زمانے میں ہزار ہا انسان بیعت ارادت کے شرف سے سعادت اندوز ہوئے مگر آپ کے خلفا میں صرف تین نام ہی ملتے ہیں۔ خلیفہ اول حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ ہیں جن کا انتقال اپنے پیر و مرشد کی حیات ہی میں ہوگیا تھا، دوسری خلافت خواجہ بزرگ اور قطب صاحب دونوں نے مل کر حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ کو دی تھی لیکن بابا صاحب کو خلافت اولیٰ حضرت قطب صاحب سے پہونچی تھی۔ اس لئے آپ ان کے ہی جانشین اور خلیفہ مانے جاتے ہیں۔ تیسری خلافت سلطان التارکین ابو احمد شیخ حمیدالدین بن محمد سوالی ناگوری علیہ الرحمہ کو ملی۔

یہ میدان ترک و تجرید کے ایسے یکہ تاز تھے کہ خود خواجہ بزرگ نے انہیں "سلطان التارکین" لقب مرحمت فرمایا تھا۔ آپ نے طویل عمر پائی اور ۹ ربیع الآخر ۶۷۳ھ میں وصال ہوا۔ مزار مبارک ناگور میں مصدر فیوض و مرجع خلائق ہے۔

شیخ حمیدالدین ناگوری فرمایا کرتے تھے کہ۔

"اول مولودے کہ بعد از فتح دہلی در خانۂ مسلماناں آمد منم"

اور جیسا کہ ہم نے ابتدا میں ذکر کیا کہ دہلی کی فتح قطب الدین ایبک کے ہاتھوں ۵۸۹ھ (۱۱۹۳ء) میں ہوئی اور یہی شیخ ناگوری کی ولادت کا سنہ ہے۔ اس حساب سے انہوں نے تقریباً ۸۴ سال کی عمر پائی۔ شیخ ناگوری عالم اور صاحب تصانیف بزرگ تھے ان کی کتابیں حضرت نظام الدین اولیاء کے زیر مطالعہ رہتی تھیں اور انہوں نے کتابوں کے بعض اقتباسات اپنے قلم مبارک سے نقل کر رکھے تھے جنہیں مولف سیرالاولیاء نے بھی اخذ کیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبارالاخیار میں شیخ ناگوری کی تصانیف کے بعض اقتباسات درج کئے ہیں اور یہ احتمال بھی ظاہر کیا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء سے ان کی ملاقات ہوئی ہوگی۔

شیخ ناگوری کے پاس دو طناب زمین تھی جس میں اپنے ہاتھ سے تخم ریزی کرتے تھے اور اس کی پیداوار سے اپنا اور اپنے کنبے کا پیٹ پالتے تھے۔ ان کے فرزند شیخ عزیزالدین تھے جن کے تین بیٹے ہوئے شیخ وحیدالدین ۶۲۴ھ (۱۲۲۴ء) میں انتقال فرما گئے تھے۔ دوسرے شیخ نجیب الدین ابراہیم تھے انہوں نے دہلی جاکر حضرت نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں بھی کچھ وقت گذارا تھا اور ان سے استفادہ کیا تھا کہتے تھے:

"ایک دن میں شیخ نظام الدین کی خدمت میں گیا ہوا تھا۔ ایک بوڑھے مولوی صاحب بڑی سی پگڑی باندھے ہوئے آئے اور شیخ کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ کہنے لگے: حضرت! آخر قاضی عالم کو یہ قبولیت کہاں سے نصیب ہوتی ہے۔ ہم یہاں سرائے میں پڑے رہتے ہیں۔ کوئی پوچھتا بھی نہیں اور وہ جیسے ہی آتے ہیں لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور اعزاز و اکرام بھی کرتے ہیں آج ہی ایسا ہوا کہ فوراً انہیں آگے آگے لے گئے خوب نذریں ملیں اور اعزاز و اکرام الگ رہا۔

حضرت نظام الدین خاموشی سے مولوی صاحب کی گفتگو سنتے رہے اور کچھ نہیں

فرمایا۔ پھر وہ مولوی صاحب خود ہی کہنے لگے میں نے سنا ہے کہ ناگور میں کوئی پیر تھے۔ انکا نام شیخ حمید الدین تھا، یہ قاضی عالم ان کے نظر یافتہ ہیں۔ جب مولوی صاحب نے یہ جملہ کہا تو حضرت نظام الدین نے میری طرف اشارہ کیا کہ یہ صاحب انہیں کے پوتے ہیں۔ مولوی صاحب نے اٹھ کر میرے قدموں میں سر رکھ دیا۔"

شیخ عزیز الدین کے سب سے چھوٹے بیٹے شیخ فرید الدین جاک پراں بھی حضرت نظام الدین اولیا کے ہم عصر تھے۔ انہوں نے ایک بار صفر ۲۹ ۷ھ (دسمبر ۱۳۲۸ء) کی ایک مجلس میں فرمایا کہ میں ۷۰ سال سے وعظ کہہ رہا ہوں اور پہلی بار سات سال کی عمر میں منبر پر قدم رکھا تھا۔ اس حساب سے ۷۲۹ھ میں آپ کی عمر ۸۴ برس کی ہوئی اور ولادت کا سنہ ۶۴۵ھ (۱۲۴۷ء) تسلیم کیا جائے گا ان کے والد شیخ عزیز الدین کا انتقال ۶۶۰ھ اور ۶۷۰ھ کے درمیان کسی وقت ہوا۔

شیخ فرید الدین ناگوری دہلی آتے رہتے تھے اور آخر عمر میں یہیں آ کر بس گئے تھے۔ ان کا انتقال ۷۳۴ھ (۱۳۳۳ء) میں حضرت نظام الدین اولیا کے وصال سے نو سال کے بعد ہوا۔ آپ کی زندگی کے آخری ایام میں ۷۲۹ھ اور ۷۳۴ھ کے مابین آپ کی مجالس اور ملفوظات قلم بند کئے گئے جس میں آپ نے اپنے دادا شیخ حمید الدین ناگوری کے ملفوظات بھی بیان فرمائے ہیں اور اسی کا نام "سرور الصدور و نور البدور" ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ جھنجھنوں کے حضرت شاہ نجم الدین صوفی کی خانقاہ میں تھا جس کی ایک نقل ۱۳۰۱ میں تیار کی گئی اور وہ نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی مرحوم کے ذخیرۂ کتب میں موجود ہے جواب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ یہ ۳۵۹ اوراق کا نسخہ ہے اور اس کا ایک تہائی حصہ "سرور الصدور" پر مشتمل ہے۔ باقی دو تہائی کتاب میں شیخ حمید الدین صوفی، شیخ عزیز الدین اور شیخ فرید الدین ناگوری علیہم الرحمہ کے مکتوبات اور رسائل وغیرہ ہیں اور ان میں بھی بہت کارآمد مواد موجود ہے۔

ان مکتوبات و رسائل سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ فرید الدین صوفی پہلی بار صفر ۶۸۱ھ (اپریل ۱۲۸۲ء) میں دہلی آئے تھے اور یہاں سے انہوں نے اپنے بھائی شیخ نجیب الدین ابراہیم کے نام ایک خط میں لکھا تھا کہ حضرت نظام الدین شیخ وقت ہیں۔ تم جب بھی مجھے خط لکھو، اپنی اور تمام اعزہ کی جانب سے ان کی خدمت میں سلام ضرور لکھنا۔ اس میں ہرگز کوتاہی نہ ہو۔

"در مکتوبات کہ این طرف بفرستد برائے شیخ الوقت شیخ نظام الملۃ والدین سلام بنویسند و از زبان یاران جملہ بجانب او سلام بنویسند، تقصیر نکنند۔ مرد صاحب درد، در جملہ دہلی جز او را نیافتم او صلی اللہ برکاتہ انفاسہ الی کافۃ المسلمین"

حضرت نظام الدین اولیا ان سے ملاقات کرنے کے لئے دو بار بنفس نفیس تشریف لے گئے اور ان کا وعظ سننے کا اشتیاق بھی ظاہر کیا۔ جس حجرے میں یہ ٹھہرے ہوئے تھے اسے دیکھ کر بہت حیرت کا اظہار فرمایا کہ آپ اس تنگ و تاریک حجرے میں رہ کیسے رہے ہیں؟ پھر غیاث پور جا کر اپنے ایک خادم محمد صوفی کو بھیجا کہ وہ شیخ فرید الدین کا سامان لے آئے اور ان سے کہے کہ میرے حجرے کے اوپر اتنی جگہ ہے کہ آپ وہاں آرام سے ٹھہر سکتے ہیں۔ شہر میں جہاں کہیں حضرت نظام الدین کو

بلایا جاتا تھا، آپ کہلا بھیجتے تھے کہ شیخ فرید ناگوری بھی میرے ساتھ آئیں گے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

"شیخ وقت شیخ نظام الدین سلمہ اللہ تعالیٰ بسیار تقاضائے تذکیر می کند واین ضعیف چو الطاف وکرم او از جملہ گذشت است دفع نمی تواند گفت انشاء اللہ تعالیٰ باحسن الاحوال میسر گردد شیخ نظام الدین فرمودہ بود ودوبار برین ضعیف آمدہ بود؟ بغایت تعجب کرد کہ درین حجرہ چگونہ می باشید؟ بعد ازاں بدست حاجی محمد پیغام کرد کہ این جا موضع است بر بالائے حجرۂ من اگر بیایند کرم کردہ باشند دعاگوئے چون این جامع مسجد جمعہ نزدیک بود، بخدمت مولٰنا شرف الدین موضحی سلمہ اللہ رفتہ می باشد عذر گفت۔ درین مدت بخانہ مراجعت خواہد افتادہ وزحمت دادہ نمی آید مع لہٰذا ہر کجا بدعوتے او را بطلبند این ضعیف را بطلبید وانچہ از کرم طبع ایشان سزد از اکرام دریغ نداشت حق سبحانہ وتعالیٰ توفیق حق گذاری الطاف ایشاں کرامت کناد"

● شیخ وقت شیخ نظام الدین سلمہ اللہ تعالیٰ وعظ کا بہت تقاضا کرتے ہیں اور چونکہ ان کا الطاف وکرم سب سے زیادہ ہے اس لئے یہ ضعیف انکار بھی نہیں کر سکتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت اچھی طرح میسر ہوگا۔ شیخ نظام الدین نے، فرمایا تھا اور دو بار اس ضعیف کے پاس تشریف بھی لائے تھے۔ بہت تعجب کیا کہ تم اس کوٹھری میں کس طرح رہ رہے ہو؟ پھر حاجی محمد کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا کہ یہاں میرے حجرے کے اوپر ایک جگہ موجود ہے۔ اگر آپ یہاں آجائیں تو کرم ہوگا مگر اس دعاگو نے اس لئے معذرت کرلی کہ یہاں سے جامع مسجد قریب ہے اور مولٰنا شرف الدین موضحی سلمہ اللہ کی خدمت میں بھی جانا ہوتا رہتا ہے۔ اس مدت میں گھر کو واپسی ہوجائے گی اور زحمت دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ علاوہ ازیں جہاں کہیں انہیں دعوت میں بلایا جاتا ہے۔ اس ضعیف کو بھی بلا لیتے ہیں اور جو ان کی طبیعت کے شایان شان ہے عزت اکرام میں دریغ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے الطاف وکرم کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسری بار شیخ فرید صوفی دہلی کب آئے۔ اس کا علم نہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بار دہلی سے واپسی محرم ۶۸۷ھ (فروری ۱۲۸۸ء) میں ہوئی تھی۔ آخری سفر میں زن وفرزند کے ساتھ دوشنبہ ۲۱ رمضان ۷۰۳ھ کو دہلی پہونچے تھے۔ اس وقت دہلی بالکل اجڑ چکی تھی۔ سلطان محمد بن تغلق نے ساری آبادی کو یہاں سے دولت آباد منتقل کردیا تھا مگر ۷۲۹ھ میں ملتان میں کچھ سورش ہوئی، اسے دفع کرنے کی نیت سے محمد تغلق دہلی آیا ہوا تھا۔ اس نے شیخ فرید الدین صوفی کو بھی دولت آباد جانے کا حکم دیا اور یہ ۷۳۱ھ کے آخر میں وہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت برہان الدین غریب اور امیر حسن علا سنجری دہلوی دونوں دولت آباد میں موجود تھے۔ اس لئے یقین ہے کہ ان بزرگوں سے بھی ملاقات رہی ہوگی۔

ملتان میں غیاث الدین تغلق کے متبنی ملک ابراہیم کی بغاوت کو دبانے کے لئے محمد بن تغلق کو جو پاپڑ بیلنے پڑے اس سے یہ سبق ضرور مل گیا کہ دولت آباد میں بیٹھ کر شمالی ہندوستان پر حکومت کرنا آسان نہیں ہوگا۔ اس لئے پھر دہلی واپس جانے کا حکم جاری

کر دیا گیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ فریدالدین ناگوری بھی شعبان ۶۳۲ھ (اپریل ۱۲۳۲ء) میں پھر دہلی واپس تشریف لے آئے۔ دہلی میں بجے منڈل سے مشرق کی جانب ان کا مکان تھا اور اب اسی جگہ مزار مبارک ہے۔ انتقال ہفتے کے دن یکم جمادی الاولیٰ ۶۴۳ھ (۸ر جنوری ۱۲۴۴ء) کو ہوا تھا۔

سرور الصدور میں حضرت شیخ حمیدالدین ناگوری علیہ الرحمہ کے بارے میں ان کے فرزند شیخ عزیزالدین کی روایات بھی ہیں اور خود شیخ فریدالدین نے بھی اپنے مشاہدات و معلومات درج کئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ حمیدالدین سوالی نے حج بھی کیا تھا اور حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ معین الدین غریب نواز قدس سرہٗ کی خانقاہ میں امامت سے مشرف تھے خواجۂ بزرگ ان کی اقتدا میں نماز ادا فرماتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی شخص کچھ پوچھنے یا وضاحت طلب کرنے کے لئے آجاتا تھا اور خواجۂ بزرگ اسے شیخ حمید ناگوری کی طرف بھیج دیتے تھے۔ ایک بار خواجۂ بزرگ اجمیر کے قلعے میں تشریف فرما تھے۔ ایک درویش آئے اور انہوں نے پوچھا کہ وہ کون سی باتیں ہیں جو ایک تارکِ دنیا میں پائی جانی چاہئیں۔ حضرت خواجۂ خواجگان نے فرمایا کہ "شریعت میں تو صرف یہ ہے کہ جو کچھ خدا نے کرنے کا حکم دیا ہے اسے کرے اور جن باتوں سے باز رہنے کو کہا ہے ان کے پاس نہ پھٹکے۔ ایسے شخص کو اگر کوئی تارکِ دنیا کہے تو بے جا نہ ہوگا مگر طریقت میں نو باتیں اور ہیں۔ جب تک وہ پوری نہ ہوں کسی کو تارکِ دنیا نہیں کہا جا سکتا"۔ پھر آپ نے حضرت شیخ حمیدالدین صوفی ناگوری کی طرف دیکھا اور فرمایا: "تم ان درویش کو "ترک" کے بارے میں تفصیل بتا دو اور لکھ کر بھی دے دو تاکہ یہ کسی عالمِ خدا، کو دکھائیں اور پھر بہت سے مسلمانوں کو نفع پہونچائیں"۔

اب ان درویش کو شیخ ناگوری نے بتایا کہ صوفیائے چشت کے نزدیک "ترک" کیا ہے:

اوّل یہ کہ کسب نہ کرے، دوسرے قرض نہ مانگے تیسرے اگر سات روز کا فاقہ ہو تب بھی کسی کے سامنے اپنا راز فاش نہ کرے اور اس سے مدد طلب نہ کرے چوتھے یہ کہ اگر بہت سا کھانا یا روپیہ یا غلّہ یا کپڑا اسے مل جائے تو اگلے روز کے لئے کچھ بچا کر نہ رکھے پانچویں یہ کہ کسی کے حق میں دعائے بد نہ کرے۔ اگر کوئی بہت ستائے تو بس اتنا کہے کہ یا اللہ اپنے اس بندے کو راہِ راست دکھا دے۔ چھٹے یہ کہ اگر کوئی اچھا کام بن پڑے تو اسے اپنے پیر کی شفقت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور حق تعالیٰ کی رحمت جانے۔ ساتویں یہ کہ اگر کوئی برا فعل سرزد ہو تو اسے اپنے نفس کی شومی سمجھے۔ خود کو برے اعمال سے بچائے رکھے اور اللہ سے ڈرتا ہے "تاکہ آئندہ وہ خطا پھر سرزد نہ ہو، جب اس منزل تک پہونچ جائے تو آٹھواں مرحلہ یہ ہے کہ دن میں روزہ رکھے اور رات کو قیام کرے۔ نویں یہ کہ خاموش رہے اور صرف اسی وقت کلام کرے جب حاجت اصلی ہو، چنانچہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں یہی ہے کہ بولنا حرام ہے اور خاموش رہنا بھی حرام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہی بات بولے جس کا مقصد خوشنودی حق تعالیٰ کا حصول ہو"۔

اس مختصر تقریر میں جو نو نکات پر مشتمل ہے۔ شیخ ناگوری نے اپنے پیر و مرشد کی ایمائے سلوک طریقت

کا خلاصہ پیش کر دیا ہے، باقی جو کچھ ہے وہ سب اس کی تفسیر ہے۔ یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ "ترک" پر اتنا زور کیوں دیا گیا ہے؟ اس سلسلے میں یہ ملحوظ رہے کہ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شریعت میں "ترک" دنیا صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اوامر و نواہی کا خیال رکھے اور خدا نے اور اس کے رسول نے جن باتوں کو چھوڑنے کے لئے کہا ہے ان کے پاس نہ پھٹکے۔

حضرت نصیر الدین چراغ دہلی بھی اپنے مریدوں سے یہی فرمایا کرتے تھے کہ۔

"وصیت ہمین است کہ انچہ خدا و رسول خدا منع کردہ است آن بکنی"

شیخ ناگوری نے فرمایا کہ کل خدا یہ نہیں پوچھے گا کہ تم ہمارے لئے کیا لے کر آئے؟ یہ پوچھے گا کہ بتاؤ ہماری خاطر تم نے کیا چیز ترک کی تھی؟

یہ "الدین یسرٌ" کے مصداق وہ فلسفہ ہے جس کا عام مسلمان کو مکلف کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نو مرحلے اپنے شیخ کی نیابت میں حضرت ناگوری نے بیان فرمائے وہ دراصل ایک درویش سے خطاب ہے یعنی ان شرائط کی تکمیل کی توقع ان خواص سے کی جائے گی جو درج شریعت تک پہونچنے کے آرزو مند ہیں۔

طبقۂ علما ہی میں نہیں اس وقت صوفیا میں بھی ایسے بزرگ تھے جنہوں نے دنیا جمع کر رکھی تھی اور اس کی بدولت ان پر وہ آفتیں آرہی تھیں جو دولت کے ساتھ آفی چاہئیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے عالم اسلام میں یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ غنا افضل ہے یا فقر۔ شیخ سعدی نے بھی گلستاں میں "جدال سعدی با مدعی" کے عنوان سے پورا معرکۂ فقر و غنا کے موضوع پر ایک رسالہ تصنیف کیا تھا اور اس بارے میں وہ دوسرے

درویشوں سے مراسلت بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ ناگور میں ایک تاجر تھا وہ ہر سال تل لے کر ملتان کی منڈی میں پہنچ جاتا تھا اور وہاں سے روئی لے کر ناگور آتا تھا۔ وہ شیخ حمید سوالی کے خطوط حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے نام لے جاتا تھا اور ان کا جواب لاکر حضرت کو دیا کرتا تھا۔ ان خطوط میں شیخ ناگوری نے حضرت ملتانی کی دولت مندی پر اعتراضات کئے تھے انہوں نے جواب میں لکھا کہ خدا نے متاع دنیا کو قلیل فرمایا ہے "قل متاع الدنیا قلیلٌ" اور میرے پاس اس کا اقل قلیل ہے۔

اس پر شیخ ناگوری نے پھر کچھ لکھا تو حضرت ملتانی نے جواب نہیں دیا۔

اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب شیخ نجم الدین صغری نے شیخ جلال تبریزی پر اتہام لگایا اور التمش کے دربار میں ان کے خلاف محضر مقرر ہوا اور انہوں نے شیخ بہاء الدین ملتانی کو اپنا گواہ بنا کر پیش کیا تو اس محفل میں صوفی حمید الدین ناگوری بھی موجود تھے انہوں نے شیخ ملتانی سے کہا کہ جہاں کہیں مال ہوتا ہے وہاں مار (سانپ) بھی رہتا ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ چنانچہ کہاوت بھی ہے کہ "گنج با مار و گل با خار" مال اور مار میں کچھ صوری مناسبت بھی ہے مگر معنوی مناسبت کیا ہے، یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ شیخ ملتانی نے فرمایا کہ اگرچہ دونوں میں کوئی صوری مناسبت نہیں ہے البتہ معنوی مناسبت موجود ہے اور وہ یہ کہ اپنے زہر کی وجہ سے مار (سانپ) مہلک ہے اور مال بھی اکثر لوگوں کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ شیخ ناگوری نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہوا کہ مال اور مار ایک ہی قبیل کی چیزیں ہیں تو جو مال جمع کرتا ہے

وہ گویا، مار جمع کر رہا ہے۔ شیخ ملتانی سمجھ گئے کہ یہ میری دولت کی طرف اشارہ ہے فرمانے لگے کہ اگر کسی کو سانپ کا منتر یاد ہو تو اسے سانپ کا زہر کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ شیخ ناگوری نے کہا کہ ایک پلید زہردار اور پر خار جانور کو پالنا اور پھر اس کا منتر یاد رکھنے کے جھنجھٹ میں پھنسنا کون سی دانائی ہے؟ جب شیخ ملتانی نے دیکھا کہ ان کی دلیل قوی ہوتی جاتی ہے تو کہنے لگے۔ کہ یہ الزام تو مجھ پر ہی نہیں میرے پیر و مرشد پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اسی وقت شیخ شہاب الدین سہروردی کی روح پر فتوح حاضر ہوئی اور کہا کہ بہاء الدین ان سے یہ کہدو کہ تمہاری درویشی میں ایسا حسن و جمال نہیں ہے جسے نظر لگنے کا اندیشہ ہو اور ہماری درویشی میں اتنا جمال کمال ہے کہ اسے نظر گذرے۔ بچانے کے لئے ٹیکا بھی درکار ہے، اس لئے ہم نے "وسمہ سیاہی دنیا" اس کے چہرے پر لگا لیا ہے۔ جب شیخ ملتانی نے حضرت ناگوری سے یہی بات کہی تو انہوں نے فرمایا:

"سبحان اللہ! آپ کی درویشی میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی درویشی سے زیادہ تو حسن و جمال نہیں ہے"۔ آنحضرت نے غنا پر فقر کو ترجیح دی اور فرمایا کہ "الفقر فخری والفقر منی"۔ اس پر شیخ ملتانی نے کچھ جواب نہیں دیا۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ملتانی کے ایک صاحبزادے ناگور تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ شیخ حمید الدین ناگوری جمعہ کی نماز میں موجود نہیں تھے اس پر انہوں نے خاصا ہنگامہ کیا اور شیخ ناگوری نے فرمایا کہ ناگور، مصر کے حکم میں نہیں، اس لئے یہاں جمعہ کا وجوب بھی نہیں ہے۔ مگر انہوں نے علماء کو ساتھ ملا کر خاصی بحث کی۔ شیخ نے فرمایا کہ تم نے جتنا ہمارے اوقات میں خلل ڈالا ہے۔ اتنی دیر کے لئے "ماترا حبس درویشان دادیم"۔

شیخ حمید کے انتقال کے بعد حضرت ملتانی کے یہ فرزند کہیں جا رہے تھے، راستے میں ایک ڈاکو نے انہیں گرفتار کر لیا اور کہا کہ تمہیں اپنے والد ماجد کی چھوڑی ہوئی جائداد سے اتنا مال ملا ہے وہ سب لاؤ جب رہا کروں گا۔ انہوں نے اپنے بھائی شیخ صدر الدین ملتانی کو قید کا ماجرا اور رہائی کی شرط لکھی۔ وہاں سے مال آیا تب انہیں نجات ملی۔

حضرت ملتانی کے پوتے حضرت شیخ رکن الدین ملتانی علیہ الرحمہ ۷۲۰ھ میں سلطان قطب الدین مبارک خلجی کی دعوت پر دہلی آئے تھے جس نے انہیں حضرت نظام الدین اولیا کا اثر و رسوخ ختم کرنے کی نیت سے بلوایا تھا مگر اسی سال خسرو خاں نے سلطان کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ حضرت شیخ رکن الدین پھر بھی چار سال تک دہلی میں رہے۔ انہوں نے حضرت نظام الدین اولیا کے جنازے کی نماز پڑھائی تھی اور اس وقت یہ فرمایا تھا کہ:

"امروز مرا تحقیق شد کہ چہار سال کہ مرا در دہلی داشتند مقصود این بود کہ بہ شرف امامت نماز جنازہ سلطان المشائخ مشرف شوم"۔ (سیر الاولیا)

لیکن دہلی میں ان کے طویل قیام کا سبب معلوم ہوا کہ حضرت شیخ رکن الدین ملتانی خسرو خاں کے محل کے زینے سے گر پڑے تھے جس سے چہرہ مبارک پر بہت چوٹ لگی تھی اور پانو کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی تھی۔ یہ ۷۲۰ھ (۱۳۲۱ء) کا واقعہ ہوگا کیونکہ اسی سال چار ماہ اور چند روز کے لئے برسر

اقتدار رہ کر غیاث الدین تغلق کے ہاتھوں خسرو خاں مارا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس مجبوری کی وجہ سے آپ کو ایک طویل عرصے تک دہلی میں قیام کرنا پڑا ہوگا۔

شیخ فریدالدین نے فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

ہاں اے دل گرم بادم سرد بساز
با دیدۂ لعل و با رخ زرد بساز
فریاد رسے چونیست فریاد مکن
درماں چو نمی بینی، با درد بساز

اور فرمایا کہ شیخ جیو نے یہ اشعار بھی اکثر "خواجہ جیو" کو پڑھتے سنا ہے:

اے دل غم آن مخور کہ فردا چہ شود
زیرا کہ ہمہ خوشی دراں پے بشود
حکمے کہ بکرد است خداوند جہاں
دانم چہ شود، واگر ندانم چہ شود

۵ رجمادی الثانی ۷۰۲ھ کی مجلس میں شیخ فرید ناگوری نے فرمایا۔

شیخ بزرگ قدس اللہ روحہ العزیز امامت خواجہ جیو ہم کردے۔ چون خواجہ جیو اجمیر فرود آمد ملکے کہ دران وقت بود خواجہ جیو را امرشد دختر کے بخدمت خواجہ جیو فرستاد و خواجہ جیو دران وقت معمر شدہ بود می گویند عمر ایشاں بنود ۹۰ سال رسیدہ بود خواجہ جیو را ازاں دخترک دو فرزنداں شدند۔ تا وقتیکہ شیخ بزرگ را گفت حمید چیست اینکہ ہرگاہ کہ مارا دران جوانی کہ مجرد بودہ ایم حاجتے بشدے دعائی کردیم

و در حال اجابت شدے واین ساعت کہ پیر شدیم و فرزنداں آمدند ہرگاہ کہ حاجتے می شود بسیاری باید و دعا ہم کردہ شود ولیکن بعد از دیر تر باجابت می رسد و حاجت برمی آید۔ این حکمت چیست؟ شیخ بزرگ فرمود گفتم یا شیخ شمارا بہتر روشن است از قصہ مریم۔ دران وقت کہ مجرد بود بے خواست او میوۂ زمستانی بتابستان می رسید و میوۂ تابستان بدبستان می آمد کہ دلش بخدا یکتا بود۔ چون عیسیٰ علیہ السلام بزاد، مریم علیہا السلام منتظر بود کہ ہم چنان خواہد رسید فرمان آمد وھزی الیک بجزع النخلۃ چون دلت با و یکتا بود نخواستیم کہ برائے نان و دولہ مانی"۔ از شیخ خواجہ جیو چون این بشنیدند پسندیدند"۔

سرور الصدور سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں (۶۰۷-۶۳۳ھ) چالیس یاروں کا قافلہ ایک ساتھ دہلی میں آیا تھا ان میں سے ہر ایک کو سلطان نے جائزہ گراں دیا تھا۔ ان میں شیخ نجیب الدین نخشی بھی تھے۔ انہوں نے اپنا حصہ کچھ حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا اور کچھ دوستوں کی ضیافت میں۔ التمش نے انہیں اپنا منہ بولا باپ بنالیا تھا اور دہلی کی شیخ الاسلامی ان کو تفویض کی۔ اس لئے یہ دہلی میں رہنے لگے دوسرے احباب مختلف شہروں میں جا کر بس گئے حضرت شیخ معین الدین اجمیر میں تشریف لے آئے جب شیخ نجیب الدین دہلی کے شیخ الاسلام تھے

خواجہ بزرگ ان سے ملاقات کے لئے دہلی تشریف لائے تھے اور شیخ حمیدالدین ناگوری بھی دہلی آیا کرتے تھے۔ ایک بار کہیں دعوت میں یہ سب بزرگ موجود تھے۔ شیخ نجیب الدین بخشی، شیخ معین الدین، شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار اور شیخ حمیدالدین صوفی ناگوری اس وقت موضوع گفتگو یہ تھا کہ اس زمانے میں "شیخ وقت" کون ہو سکتا ہے؟ اور کون یہ سب اپنی اپنی رائے ظاہر کر رہے تھے۔ شیخ حمیدالدین ناگوری نے کہا کہ اس زمانے میں شیخ وقت "جیتل" (پیسہ) ہے سب حضرات کہنے لگے کہ شیخ! ہم سنجیدگی سے بات کر رہے ہیں اور تم مذاق میں جواب دے رہے ہو۔ شیخ ناگوری نے کہا کہ میں بھی سنجیدگی سے ہی کہہ رہا ہوں۔ اس زمانے میں جس کے پاس جیتل زیادہ ہوں وہی "شیخ وقت" مانا جاتا ہے۔ ان کا یہ پُر معنی نقرہ سن کر سب خاموش ہو گئے۔

شیخ حمیدالدین صوفی نے ایک بار ۸ جمادی الاول ۶۶۲ھ کو فرمایا کہ میرے تین پیر ہیں۔

ایک پیر ارادت حضرت شیخ معین الدین اجمیری

دوسرے پیر صحبت مولانا شمس الدین حلوانی۔

تیسرے پیر خرقہ شیخ حمیدالدین محمد جوینی۔

لیکن انہیں حضرت خواجہ بزرگ غریب نواز سے بھی خرقۂ ارادت ملا تھا اور وہ تبرکات ان کے پوتے شیخ فریدالدین صوفی کے پاس محفوظ تھے جمال الدین کلدنی متصرف ناگور کو انہوں نے ایک کلاہ بھیجی اور اس کے ساتھ خط لکھا تھا۔

"کلاہے کہ این ضعیف را از شیخ رسیدہ است و شیخ را از خدمت اجل شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ روحہما رسیدہ است فرستادہ شد باید کہ بحرمت و تعظیم تمام بر سر نہند و دوگانہ بگذارند و مرادے کہ پیش دل آید بخواہد یقین است کہ بیابد بفضل اللہ"

حضرت خواجہ بزرگ کا خرقہ بھی شیخ فریدالدین صوفی تک پہونچا تھا۔ انہیں بیعت کرتے وقت یہ اقرار لیا تھا کہ:

"درویشی را دوست دارم و درویشان را خدمت کنم"

پھر اپنا جبہ اتار کر پہنایا اور کہا:

"این خرقہ شیخ است کہ بمن رسیدہ بود ترا می پوشانم و این ضعیف را پوشانید"

غرض یہ کتاب حضرت خواجہ بزرگ اور ان کے ایک جلیل القدر خلیفہ کے حالات و ملفوظات کا سب سے اہم اور قابل قدر ماخذ ہے۔ اس میں ایک کتاب شرف الانوار کا حوالہ بھی آیا ہے اور ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بھی شیخ حمیدالدین ناگوری کے ملفوظات پر مشتمل تھی اور فصل اور نوع کے عنوان سے مختلف فصول و ابواب میں تقسیم کر کے لکھی گئی۔ یہ اب ناپید ہو چکی ہے۔ اگر کہیں اس کا نسخہ دستیاب ہو جائے تو اس میں بھی حضرت خواجہ اجمیری کے بارے میں بہت قیمتی معلومات ملیں گی۔ اور یہ حضرت کے حالات میں سرور الصدور سے بھی قدیم تر ماخذ ہو گی۔ ●

از: نفیس احمد مصباحی

حضرت سلطان الہند کے مختصر حالات

خواجۂ خواجگاں، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات برصغیر ہند و پاک میں محتاج تعارف نہیں، آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اطاعت خداوندی اور اتباعِ سنت نبوی کا آئینہ دار تھا۔ آپ نے کفر و شرک اور الحاد و بے دینی کی تیز و تند آندھیوں میں شمع اسلام روشن کی جس نے نہ جانے کتنے دلوں سے ظلمتِ کفر کو کافور کر کے انھیں نورِ اسلام سے منور و مجلی کر دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں گم گشتگانِ راہ کو منزلِ مقصود مل گئی۔

ولادت و نسب

آپ کی ولادت سجستان یا سیستان کے سنجر نامی قصبہ میں ۵۳۷ھ میں ہوئی، والدہ کا نام سیدہ ام الورع اور والد کا نام سید غیاث الدین ہے آپ کے نسب نامہ کے ذکر میں تذکرہ نگاروں کے درمیان اختلاف ہے، البتہ بعض مورخین کی روایت کے مطابق آپ کا نسب گیارہ واسطوں سے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اور نسب نامہ مادری بھی گیارہ واسطوں سے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ کے والد ماجد حضرت سید غیاث الدین حسن بڑے نیک طبیعت اور پاک طینت انسان تھے جب حضرت خواجہ کی عمر پندرہ برس کی ہوئی تو والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ایک پن چکی اور باغ وراثت میں ملا۔ جس سے آپ کی بسر اوقات ہوتی تھی۔

ابتدائی تعلیم

حضرت خواجہ دن کے اکثر اوقات اپنے موروثی باغ میں گزارا کرتے تھے، ایک دن ابراہیم قندوزی نامی ایک مجذوب بزرگ کا آپ کے باغ سے گزر ہوا، اس وقت آپ اپنے باغ کی آب پاشی میں مصروف تھے، جونہی آپ کی نظر ان پر پڑی آپ دوڑ کر ان کے پاس پہنچے، دست بوسی کے بعد بڑے عزت و احترام کے ساتھ انھیں درختوں کے سائے میں بٹھایا، اور انگور کے خوشے ان کی خدمت میں پیش کئے، اور دو زانو ادب کے ساتھ سامنے بیٹھ گئے، انھوں نے انگور تو نہیں کھائے، البتہ اپنے بغل سے تھوڑی سی کھلی نکالی اور دانتوں سے چبا کر اپنے ہی دست مبارک سے حضرت خواجہ کے منہ میں ڈال دیا۔ کھلی کا کھانا تھا کہ یکایک آپ کے دل کی دنیا ہی بدل گئی آپ کے باطن میں حقیقت و معرفت کا ایسا نور روشن ہوا جس نے آپ کو گھربار اور دنیوی مال و اسباب سے کنارہ کشی پر مجبور کر دیا، آپ نے سب کچھ فروخت کر کے درویشوں پر تقسیم کر دیا اور طلبِ خدا میں اٹھ کھڑے ہوئے، مسلسل سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے سرزمین سمرقند اور بخارا پہنچے جہاں کلام مجید حفظ کیا اور علامہ حسام الدین بخاری اور علامہ شرف الدین رحمہما اللہ سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔

بیعت

وہاں سے آپ عراق تشریف لائے اور شیخ الشیوخ سیدنا

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

حضرت عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مستفیض ہوئے، آپ خود ہی اپنی بیعت کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں

" جب اس حقیر کو شہر بغداد میں حضرت جنید بغدادی کی مسجد میں خواجہ عثمان ہارونی کی پا بوسی کی دولت نصیب ہوئی اس وقت بہت سے مشایخ ان کی خدمت میں حاضر تھے۔ جونہی اس حقیر نے سر زمین پر رکھا فرمایا " دو رکعت نماز ادا کر" میں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھ جا، میں قبلہ رو بیٹھ گیا، ارشاد فرمایا سورۂ بقرہ پڑھ میں نے سورۂ بقرہ پڑھی۔ پھر فرمایا، اکیس ۲۱ بار سبحان اللہ پڑھ، میں نے پڑھا، پھر آپ آسمان کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا میں نے تجھے خدا تک پہنچا دیا، یہ فرماتے ہی قینچی اپنے دست مبارک میں لے کر میرے سر پر چلائی اور کلاہ چہار ترکی اس عقیدت مند کے سر پر رکھی، اور خاص گدڑی عنایت فرمائی، پھر مجھے بٹھانے کے بعد فرمایا ہمارے خانوادے میں آٹھ پہر کا مجاہدہ ہوتا ہے، اس لئے تم آج شب و روز مجاہدہ میں مشغول رہو، حسب ارشاد میں نے ایک شب و روز مجاہدہ میں گزارا

دوسرے دن حاضر بارگاہ ہوا تو فرمایا " ایک ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ" میں نے ایک ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھی"۔

(انیس الارواح ص ۳)

مرشد کی ہدایتوں پر خواجہ صاحب نے شبانہ روز عمل کیا تو چند دنوں میں انوار الٰہی سے اپنے قلب کو منور پایا (سیر الاقطاب ص ۱۰۲) بیعت کے بعد بیس سال تک حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں رہے اور آپ کی صحبت کیمیا اثر سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ خود فرماتے ہیں۔

" حضرت خواجہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا تو بیس سال تک اس طرح ان کی خدمت کرتا رہا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی نفس کو آرام و سکون نصیب نہ ہوا، ہمہ وقت آپ کی بارگاہ عالی میں حاضر رہتا، یہاں تک کہ سفر ہو یا حضر آپ کا بستر میں ہی لے جایا کرتا تھا" (سیر الاولیاء مترجم ص ۵۵)

مرشد کے ہمراہ سفر

مرشد کی معیت میں آپ سیوستان پہنچے تو وہاں شیخ صدر الدین محمد سیوستانی سے ملنے ان کے صومعہ گئے، جہاں کئی روز رہے (دلیل العارفین ص۱۶)

بدخشاں پہنچے تو وہاں ایک خانقاہ میں ایک بزرگ کو دیکھا جن کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا ان سے باتیں ہوئیں تو انھوں نے فرمایا کہ اس خانقاہ میں عبادت کرتا تھا کہ ایک روز خواہش نفسانی میں مبتلا ہو کر باہر نکلنا چاہا، جیسے ہی ایک پاؤں باہر نکالا ندا آئی۔

" اے مدعی! عہد این بود کہ فراموش کردی "

یہ سن کر اپنے پاؤں کو چھری سے کاٹ کر پھینک دیا اور چالیس سال سے عالم تحیر میں ہوں کہ معلوم نہیں کہ قیامت کے دن درویشوں کے ساتھ خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ (انیس الارواح ص ۳)

مرشد ہی کے ہمراہ حضرت خواجہ شرف الدین اوشی سے شرف ملاقات حاصل کیا (فوائد السالکین مجلس سوم) پھر اپنے شیخ ہی کے ساتھ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی بھی زیارت کی، پیر و مرشد نے ان کے حق میں خدا اور اس کے رسول کی بارگاہ میں دعائیں کیں، اور مرشد نے گوش شنوا سے سنا۔

" معین الدین دوست ماست، اورا قبول کردم و برگزیدم"

مدینہ منورہ ہی میں بارگاہ رسالت سے آپ کو ہندوستان جانے کی بشارت ملی (سیر الاقطاب ص۱۰۳)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کو حضرت خواجہ سے بڑی محبت تھی فرمایا کرتے۔

" معین الدین خدا کا محبوب ہے اور مجھے اس کی مریدی پر فخر ہے" (سیر العارفین ص ۷)

خرقۂ خلافت

حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا

اور اس کے ساتھ عصا نعلین چوبیں اور مصلّا بھی دیا اور فرمایا ان تبرکات کو اسی طرح اپنے پاس رکھنا جس طرح ہم نے رکھا ہے اور اسی کو یہ یادگاریں دینا جس کو تم مرد پاؤ اور جو کچھ ہم نے تم کو بتایا اس پر عمل کرنا تاکہ قیامت کے دن شرمندگی نہ ہو۔

(انیس الارواح ص ۳۴)

آپ کے تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب نے باون ۵۲ سال کی عمر میں اپنے مرشد سے خرقۂ خلافت پایا اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ اپنے مرشد کے ساتھ بیس ۲۰ سال تک رہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تیئس سال کی عمر میں مرید ہوئے اس سے پہلے کا زمانہ ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل میں گزرا۔

علماء و مشایخ سے ملاقاتیں

شیخ سے علاحدگی کے بعد حضرت خواجہ نے مختلف مقامات کی سیر کی، چونکہ آپ کی یہ سیاحت راہِ سلوک کی کٹھن منزلیں طے کرنے کی خاطر ہوئی اس لئے آپ وہیں پہنچے جہاں بحرِ معرفت کے غواص اور شناور موجود تھے۔ ان کی صحبت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل فرماتے رہے۔ شلاً سنجان پہنچے تو شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں ڈھائی برس تک قیام پذیر رہے۔

(سیر العارفین ص ۵)

بغداد آئے تو حضرت شہاب الدین سہروردی کے پیر و مرشد شیخ ضیاء الدین کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ (سیر العارفین ص۶)

استرآباد میں شیخ ناصر الدین استرآبادی کی زیارت کی (ایضاً ص ۹) تبریز میں حضرت شیخ ابو سعید تبریزی سے ملاقات کی (ایضاً ص ۷) اصفہان میں شیخ محمود اصفہانی سے کسب فیض کیا (ایضاً ص ۷) بلخ میں شیخ احمد خضرویہ کی خانقاہ میں اقامت اختیار کی (ایضاً) غزنین میں شیخ نظام الدین ابو المؤید کے پیر شیخ عبد الواحد غزنوی کی زیارت کی۔

(ایضاً ص ۱۲)

مزارات اولیاء پر حاضری

آپ اپنے سفر کے درمیان مزارات اولیاء پر چلّہ کشی کر کے فیوضِ باطنی بھی حاصل فرماتے رہے، شلاً ہمدان تشریف لائے تو حضرت ابو یوسف ہمدانی (متوفیٰ ۵۳۵ھ) کے مزار کی زیارت کی، خرقان میں شیخ ابو الحسن خرقانی (متوفیٰ ۴۲۵ھ) کے مزار اقدس پر حاضری دی، ہرات میں شیخ عبد اللہ انصاری (متوفیٰ ۴۸۱ھ) کے مزار پر مراقبہ فرمایا، اور جب یہاں شب بیداری کرتے تو فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے تھے۔

(سیر العارفین ص ۹)

انعامات خداوندی

ریاضت و مجاہدہ کی سنگلاخ وادیوں سے جو اخلاص قلب کے ساتھ گزرتا ہے اسے انعامات خداوندی حاصل ہوتے ہیں اور وہ رشد و ہدایت کی دولتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا، وان اللہ لمع المحسنین۔ (العنکبوت/۶۹)	اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے، اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔ (ترجمۂ اعلیٰ حضرت)

چنانچہ راہ سلوک کی تب و تاب برداشت کرنے کے بعد حضرت خواجہ میں انعامات الٰہی اور عطیاتِ ربانی کا ظہور رہا، اور آپ کی ذات میں اولیاء کی تمام صفات پیدا ہوتی گئیں، ان میں سے بعض کا ظہور تو اس سفر کے دوران بھی ہوا ——— چنانچہ جب آپ سبزوار تشریف لائے تو وہاں ایک باغ میں حوض کے پاس فروکش ہوئے، وہاں کا حاکم یادگار محمد باغ میں سیر کے لئے پہنچا تو وہاں ایک اجنبی کو پہلے سے موجود دیکھ کر چیں بجبیں ہوا لیکن

حضرت خواجہ کی ایک نگاہ پر جلال کا اس پر پڑنا ہی تھا کہ وہ مغلوب الحال ہوگیا، اور اس پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی، آپ نے حوض کے پانی سے اس کے منہ پر چند چھینٹے مارے تو اسے ہوش آیا، پھر کیا تھا وہ آپ کا عاشق وشیفتہ ہوگیا، وہ مذہباً شیعہ تھا اس کا طاغوتی شیش محل پاش پاش ہوگیا اور اپنے سارے اعیان وارکان کے ساتھ آپ کا مرید ہوگیا۔ اور اپنی ساری دولت آپکی خدمت میں پیش کردی، مگر آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا " جو مال ظلم وتعدی سے وصول کیا گیا ہے وہ اس کے اصل مالکوں کے حوالے کردیا جائے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کردیا، اور جب ظاہری وباطنی تعلیم مکمل کرلی تو آپ نے اس کو اپنا خرقہ خلافت بھی عطا کیا۔

(سیر العارفین ص ۱۰)

بلخ کے قیام میں اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا۔ وہاں حکیم ضیاء الدین درویشوں اور اولیاء اللہ کا منکر تھا، لیکن ایک روز حضرت خواجہ مع اپنے خادم کے جنگل میں ایک کلنگ کا شکار کرکے کباب بنا رہے تھے، کہ حکیم ضیاء الدین بھی اتفاق سے وہاں پہنچ گیا، حضرت خواجہ نے ان کو کباب کا ایک ٹکڑا کھانے کو دیا، ایک ہی لقمہ کا کھانا تھا کہ دل کی دنیا میں ایک عظیم انقلاب آیا، اس کے سینے میں تشکیکات فلسفیانہ کی جو ظلمتیں اور کدورتیں تھیں کافور ہوگئیں اور ان کی جگہ اسرار معرفت کے انوار اور تجلیاں رونما ہوگئیں اور اس ایک ہی لقمہ نے اس پر وارفتگی کا وہ عالم پیدا کردیا کہ ہوش وحواس جاتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت نے اپنا پس خوردہ ان کے منھ میں ڈال دیا جس سے حکیم موصوف کو ہوش آیا تو اس نے اپنی تمام فلسفیانہ کتابیں دریا برد کردیں اور اپنے آپ کو دنیوی ساز وسامان سے آزاد کرلیا، حضرت خواجہ کی غلامی کا پٹہ اپنی گردن میں ڈال لیا، اور آپ سے بیعت ہوکر راہ طریقت پر گامزن ہوگئے۔

(سیر العارفین ص ۱۱،۱۲)

ہندوستان میں تشریف آوری

حضرت خواجہ کی ہندوستان تشریف آوری کے باب میں مورخین اور ارباب تذکرہ کے بیانات بڑی تردیدگی کا شکار ہیں جس سے بعض اردو تذکرہ نگاروں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ حضرت ہندوستان میں کئی بار تشریف لائے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ہندوستان آپ ایک ہی بار تشریف لائے پھر دوبارہ واپس نہ ہوئے۔

" سیر الاولیاء " کی روایت کے مطابق جو کہ قابل قبول اور لائق اعتماد ہے آپ راجہ رائے پتھورا کے زمانہ میں اجمیر آکر سکونت پذیر ہوگئے تھے ــــــ اس سفر میں آپ پہلے لاہور پھر ملتان اور وہاں سے دہلی آئے وہاں آپ نے شیخ رشید مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس قیام فرمایا جہاں پر ایک مسجد بھی تھی۔

(سیر العارفین ص ۱۲)

ورود اجمیر

" سیر العارفین " ہی کے مؤلف کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ دہلی میں لوگوں کے ہجوم سے گھبرا گئے تو اجمیر تشریف لے آئے آپ برابر تبلیغ اسلام کرتے رہے، چنانچہ جب آپ دہلی سے اجمیر جارہے تھے تو راستے میں سات سو ہندؤوں کو مسلمان کیا (دعوت اسلام مترجم ص ۳۰۱، علی گڑھ) خزینۃ الاصفیاء میں ہے۔

" ہزار در ہزار از صغار وکبار بخدمت آں محبوب کردگار حاضر شدہ مشرف بہ شرف اسلام وارادت آنحضرت شدند ابدیکہ چراغ اسلام در ہند بطفیل ایں خاندان عالی شان روشن گشت " (ج ۱/ ص ۲۵۹)

یعنی چھوٹے بڑے ہزار ہا ہزار لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے، اور آپ کے مرید ہوئے۔ اس حد تک کہ ہندوستان میں اسلام کی شمع آپ ہی کے خاندان کے دم قدم سے روشن ہوئی ــــــ اس زمانہ میں اجمیر اور دہلی کا حکمران

چوہان خاندان کا مشہور راجہ رائے پتھورا تھا۔ اس کے مقربین نے خواجہ کے قیام اجمیر میں بڑی مزاحمت کی اور جب انھوں نے حضرت خواجہ کی عظمت و کرامت کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بے بس اور لاچار پایا تو ہندو جوگیوں کو حضرت خواجہ کو مغلوب کرنے کے لئے مامور کیا ـــــ اس سلسلے میں نمایاں طور پر جوگی جے پال کا تذکرہ آتا ہے جس سے حضرت خواجہ کے بڑے بڑے معرکے ہوئے، لیکن حضرت خواجہ اپنی روحانی قوت سے اس پر غالب رہے، اور اس نے متاثر ہوکر حضرت خواجہ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرلیا، آپ نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا، اور خلافت بھی مرحمت فرمائی (روضۃ الاقطاب ص ۳۲ خزینۃ الاصفیا ج ۱/ ص ۲۹۵)

تبلیغِ اسلام

حضرت خواجہ کی رشد و ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رہا، اور آپ اپنے کردار و گفتار سے کفر و ضلالت کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو ایمان و اسلام کی منزلِ مقصود تک پہنچاتے رہے، جس کی بنا پر آپ کی شخصیت ظلمتکدۂ ہند میں منارۂ نور کی حیثیت اختیار کرگئی، چنانچہ آپ کی دلکش اور دل پذیر شخصیت سے رائے پتھورا کے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ سیر الاولیا میں ہے۔

"مسلمانے از پیوستگان شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز برپتھورامی برد، آں مسلمان را بے مضرت رسانیدن گرفت آں مسلمان التجا بخدمت شیخ معین الدین کرد" (ص ۴۶)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پتھورا کے ملازمین اور خدام بھی مشرف بہ اسلام ہونے لگے تھے۔ حضرت خواجہ کے اثرات بڑھے تو راجہ کی طرف سے ان کو اجمیر سے نکال دینے کی دھمکی ملی، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ "پتھورا را زندہ مسلمانان دادیم۔" (فوائد السالکین ص ۱۵) یعنی میں نے پتھورا کو زندہ مسلمانوں کے حوالے کیا۔ یہ پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی، شہاب الدین غوری نے پتھورا کے خلاف ۵۸۸ھ میں جنگ کی تو وہ مسلمانوں کے لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہوکر مارا گیا۔

واقعہ یوں ہے کہ شہاب الدین غوری خراسان میں تھا کہ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ خدائے تعالیٰ تم کو ہندوستان کی بادشاہت عنایت کرنے والا ہے، لہٰذا تم اس ملک کی طرف توجہ کرو، اس خواب کے بعد اس نے ہندوستان کی طرف فوج کشی کی۔ خیال ہے کہ شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر دو حملے کئے، پہلے حملہ میں اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، اور دوسرے حملے میں حضرت خواجہ کی بشارت اور آپ کی روحانی تائید و نصرت سے اس کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ اس فتح کے بعد مسلمانوں کے سیاسی اقتدار اور حضرت خواجہ کے فیوض و برکات سے ہندوستان اسلام کے نور سے منور ہوگیا۔ اسی لئے آپ کا لقب "وارث النبی فی الہند" ہے ـــــ صاحب سیر الاولیا رقم طراز ہیں۔

بوصول قدم مبارک آں آفتاب اہل یقین کہ بہ حقیقت معین الدین بود ظلمت ایں دیار بنور اسلام روشن و منور گشت" (ص ۴۷)

یعنی آفتابِ اہل یقین جو کہ حقیقت میں دین کا معین و مددگار تھا کے بابرکت قدم پہنچتے ہی اس ملک کی ظلمت و تاریکی، نورِ اسلام سے منور و مجلّٰی ہوگئی۔

آئینِ اکبری میں ہے۔

"۶۰ لت گزیں باجمیر شد، فراواں چراغ برافروخت، وازدم گیرائے او گروہا گروہ بہرہ برگرفتند۔ (ج ۳/ ص ۱۶۸)

آپ نے اجمیر میں گوشہ تنہائی اختیار کیا، شمع اسلام خوب خوب روشن فرمائی۔ اور آپ کے دم قدم سے جوق در جوق لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

ازدواجی زندگی

آپ نے قیام اجمیر ہی کے زمانے میں دو نکاح فرمائے جن میں ایک سید وجیہ الدین مشہدی حاکم اجمیر کی صاحبزادی عصمت اللہ

(باقی ص ۴۸ پر)

از: محمد ادریس عالم رضوی (ایم، اے)

ارشادات خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

فرض و سنّت

فرماتے ہیں کہ امام خواجہ ابو اللیث سمرقندی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہر روز دو فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں۔ ایک کعبہ کی چھت پر کھڑا ہو کر آواز دیتا ہے۔ کہ اے آدمیو! اور اے پریو! سُنو اور اس طرح سمجھ رکھو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا فرض بجا لاتا ہے۔ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

اور دوسرا فرشتہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حظیرہ پر کھڑا ہو کر آواز دیتا ہے کہ اے آدمیو! اور پریو! سنو! اور اچھی طرح جان لو کہ جو شخص سُنّت نبوی ادا نہیں کرتا اور تجاوز کرتا ہے وہ شفاعت سے بے بہرہ رہے گا۔ (دلیل العارفین ص۳ و ۲)

باطہارت سونا

پھر اسی محفل میں فرمایا کہ عارفوں کے شرح میں آیا ہے کہ جب آدمی باطہارت سوتا ہے اس کی روح عرش کے نیچے لے جاتے ہیں۔ اور حکم ہوتا ہے کہ اسے نوری خلعت پہنا دو، جب وہ سجدہ کر چکتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ اسے واپس لے جاؤ۔ کیونکہ یہ نیک بندہ ہے۔ جو باطہارت سویا ہے۔

اور جو بے طہارت سوتا ہے۔ اس کی رُوح کو پہلے ہی آسمان سے واپس کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ لائق نہیں کہ اسے اوپر لے جایا جائے۔ ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والا نہیں۔

(دلیل العارفین ص۳ و ۴)

چار گروہ بخشے جائیں گے

فرمایا کہ جو خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے اپنے "ندہ" میں لکھتے ہیں وہ اسرار الٰہی کا اشارہ ہے۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو غمگین دیکھ کر سبب دریافت فرمایا۔

عرض کی آپ کی اُمت کے چار گروہ ہوں گے۔ سب سے اوّل مؤذن جو اذان کہتے ہیں۔ اس واسطے کے جب وہ اذان کہتے ہیں تو جو سنتا ہے وہ اذان کے جواب میں مشغول ہو جاتا ہے۔ کہنے والا اور سننے والے سب بخشے جاتے ہیں۔

(۲) جو جہاد کے لیے باہر نکلتے ہیں۔ تو ان کے گھوڑوں کی سُموں کی آواز سے۔ جب وہ تکبیر کہتے ہیں اور خدا کے لیے لڑتے ہیں۔ تو حکم ہوتا ہے کہ ان کو مع ان کے متعلقین کے بخشا۔

(۳) وہ گروہ جو کسب حلال سے روزی کماتے ہیں۔ اور درویش جب وہ حلال کی کمائی کھاتے ہیں اور اوروں کو کھلاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخشتا ہے۔

(۴) وہ لوگ جو صبح کی نماز ادا کر کے سورج نکلنے تک وہیں بیٹھے رہتے ہیں۔ اور پھر نماز اشراق ادا کرتے ہیں۔

شیطان نے عرض کی یا رسول اللہ جس روز میں ملکوت میں تھا تو میں نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا تھا کہ جو شخص صبح کی نماز ادا کر کے سُورج نکلنے تک یاد الٰہی میں مشغول رہے اور پھر اشراق کی نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ مع اس کے ستر ہزار

امام و خطیب نودہ مسجد، ہزاری باغ

متعلقین کو بخشتا ہے اور دوزخ کے عذاب سے خلاصی عنایت کرتا ہے۔ صٓ۔

حلال غسل سے فرشتے پیدا ہوتے ہیں اور حرام سے شیطان

فرمایا کہ میں نے خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ آدم علیہ السلام بہشت سے باہر دنیا میں آئے اور حضرت حوّا کے ساتھ صحبت کا اتفاق ہوا۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اُٹھ کر غسل کر۔ تو بہت خوش ہوئے اور کہا۔

اے بھائی حضرت جبرئیل (علیہ السلام) اس غسل کا کچھ اجر؟ جواب ملا آپ کے بدن کے ہر بال کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب۔ اور پانی کا ہر ایک قطرہ جو آپ کے بدن سے چھولے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے۔ جو روز قیامت تک عبادت کرتا رہے گا۔ اور اس عبادت کا ثواب آپ کو ملے گا۔ پوچھا اے بھائی جبرئیل (علیہ السلام) یہ ثواب میرے ہی لئے ہے یا میرے فرزندوں کے لئے بھی ہے ـــــ جواب ملا جو تیرا فرزند مؤمن ہوگا۔ اور حلال غسل کرے گا۔ اس کے بالوں کی تعداد کے موافق اتنے ہی سالوں کی عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی۔ اور جو قطرے اس کے بدن سے گریں گے ہر قطرے کے عوض ایک فرشتہ رب العالمین پیدا کردے گا۔ جو قیامت تک تسبیح وتہلیل میں مشغول رہیں گے۔ اور اس کا ثواب اس مؤمن کو ملے گا۔

جب خواجہ صاحب نے یہ بات ختم کی تو روئے ـــــ اور فرمایا کہ یہ فائدہ اس شخص کے بارے میں ہے جو حلال غسل کرتا ہے۔ اور حرام غسل کرتا ہے تو اس کے ہر بال کے بدلے ایک سال کے گناہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک قطرے سے غسل کے وقت جو اس کے بدن سے گرتا ہے۔ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے۔ قیامت تک جو بدی اس شیطان سے ہوتی ہے۔ وہ اس شخص کے ذمہ لکھی جاتی ہے (مجلس ۲ صٓ۶)

قرآن مجید کی زیارت عبادت ہے

فرمایا کہ شرح اولیار میں، میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص کلام اللہ شریف کی طرف دیکھتا ہے یا پڑھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دو ثواب دو ایک قرآن شریف پڑھنے کا دوسرا قرآن شریف دیکھنے کا۔ اور ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں۔ اور دس بدیاں مٹائی جاتی ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے جامع الحکایات میں لکھا دیکھا کہ پہلے زمانہ میں ایک فاسق جوان تھا۔ جس کی بدکاری سے مسلمانوں کو نفرت آتی تھی۔ بہتیرے اسے منع کرتے لیکن ایک نہ سنتا۔ الغرض جب وہ مرگیا۔ تو اسے خواب میں دیکھا کہ سر پر تاج رکھے۔ فرشتے پہنے ہمراہ فرشتوں کے بہشت میں جارہا ہے۔ اس سے پوچھا کہ تو تو بدکار تھا، یہ دولت کہاں سے نصیب ہوئی؟

اس نے جواب دیا کہ دنیا میں مجھ سے ایک نیکی ہوئی وہ یہ کہ جہاں کہیں قرآن شریف دیکھ لیتا۔ کھڑے ہوکر عزت کی نگاہ سے دیکھتا اللہ تعالیٰ نے اس کی بدولت مجھے بخش دیا اور یہ درجہ عنایت فرمایا (مجلس ۵ صٓ۲۱)

علمار کی زیارت بھی عبادت ہے

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ تیرا مرتبہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص علمار کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس کے لئے بخشش کی دعا کرتا رہتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس دل میں علمار اور مشایخ کی محبت ہو۔ ہزار سال کی عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے۔ اگر وہ اسی اثنار میں مرجائے، تو اسے علمار کا درجہ ملتا ہے۔ اور اس مقام کا نام علیین ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ فتاوی ظہیریہ میں لکھا دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص علمار سے آمد و رفت رکھے اور رات

(باقی صٓ۶۳ پر)

از: علامہ مشتاق احمد نظامی

سلطان الہند غریب نواز کی بارگاہ میں

شہنشاہوں، نوابوں اور سیاست دانوں کی حاضری

خواجہ لامکاں وقدس مقام
آسماں آستاں معین الدین

ناظرین کی ضیافت طبع اور قلب وجگر میں سوز وگداز پیدا کرنے کی خاطر ایک عقیدت کیش کی نیازمندانہ حاضری جسے خود اس نے آپ بیتی کے تحت سپرد قلم کیا ہے۔ اس کی چند سطریں حاضر کرتا ہوں۔ وہ ہے شاہجہاں کی نور نگاہ چہیتی بیٹی شہزادی جہاں آرا بیگم۔ ۱۰۵۳ھ میں جہاں آرا اپنے والد بزرگوار شاہجہاں کے ہمراہ اجمیر مقدس حاضر ہوئی جس کا خلاصہ مونس الارواح سے بحوالہ معین الارواح درج کیا جاتا ہے اور بھی بہت سی کتابوں کو سامنے رکھ کر معین الارواح کو میں نے اپنا ماخذ قرار دیا ہے۔

میں بتاریخ ۱۸ شعبان والد بزرگوار کے ہمراہ آگرہ سے اجمیر روانہ ہوئی۔ اور ۷ رمضان المبارک ۱۰۵۳ھ کو وہاں پہنچی۔ اس تمام عرصہ میں میرا معمول یہ رہا کہ ہر منزل پر دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کے بعد سورہ یٰسین اور سورۂ فاتحہ نہایت اخلاص وعقیدتمندی سے پڑھ کر اس کا ثواب حضرت خواجہ بزرگ کی روح پرفتوح کی نذر کرتی رہی۔ کچھ دنوں تالاب اناساگر کی عمارت میں قیام رہا۔ اس عرصہ میں بپاس ادب وتعظیم کبھی پلنگ پر نہیں سوئی اور نہ روضہ منورہ کی جانب کبھی پشت و پاؤں کئے۔ دن بھر درختوں کے سایہ میں گزار دیتی تھی۔ آنحضرت کی برکت اور اس زمین کے اثر فیض سے جمعیت خاطر اور ذوق پیدا ہوگیا ایک شب میں نے مولود اور خوب چراغاں کیا زینت و خدمت روضہ کے لئے جو کچھ ملا اور ملے گا اس میں کمی نہیں کروں گی الحمدللہ والمنۃ وصد ہزار شکر کہ جمعرات کے دن بتاریخ ۱۴ رمضان المبارک حضرت پیر دستگیر کے مرقد منورہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک پہر دن رہ گیا تھا کہ حاضر بارگاہ سعادت پناہ ہوئی۔ گنبد شریف میں حاضر ہو کر سات مرتبہ مزار مبارک کا طواف کیا۔ بعد ازاں اپنی پلکوں سے جھاڑو دی۔ مزار مبارک کی خاک وخوشبو کو سرمہ چشم بنایا۔ اس سے دل پر جو ذوق وشوق کی حالت وکیفیت طاری تھی وہ تحریر ہی نہیں آسکتی ہے۔ نہایت شوق سے میں ہراسیمہ ہوگئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کہوں اور کیا کروں۔ القصہ میں نے قبر شریف پر عطر اپنے ہاتھوں سے ملا اور چادر گل جو میں اپنے سر پر رکھ کر لائی تھی' مزار شریف پر پیش کی بعد ازاں سنگ مرمر کی مسجد میں آکر نماز پڑھی۔ یہ مسجد دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ صرف کر کے والد بزرگوار نے تعمیر کرائی تھی۔ پھر گنبد مبارک میں بیٹھ کر سورہ یٰسین وسورہ فاتحہ حضرت خواجہ کی روح پرفتوح پر پڑھی اور مغرب تک وہاں حاضر رہی اور آنحضرت کے یہاں شمع روشن کر کے جھارہ کے پانی سے روزہ افطار کیا۔ عجیب شام تھی جو صبح سے بہتر تھی اگرچہ اس متبرک مقام اور مخزن فیوض سے گھر آنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر مجبور تھی ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
میبرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اگر خود مختار ہوتی تو ہمیشہ اسی گوشہ عافیت میں بسر کرتی۔ ناچار روتی ہوئی اس درگاہ سے رخصت ہو کر گھر آئی۔ تمام رات بیقراری میں کٹی۔ صبح کو جمعہ کے دن

والد بزرگوار کے ساتھ آگرہ روانہ ہوگئی۔"

جب بات آ ہی گئی ہے تو چند اور سلاطین، امراء اور حکام کی بارگاہ خواجہ میں حاضری کا تذکرہ کر دیا جائے جس سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکے کہ سلطان الہند کا آستانہ ہمیشہ مرجع خلائق رہا۔ علماء، مشائخ، بادشاہ، والیان ریاست، نواب، راجہ، امیر و غریب، درویش و فقیر ہر دور میں حاضر دربار ہو کر فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہے جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

سلطان شہاب الدین غوری

پرتھوی راج کو شکست دینے کے بعد سلطان شہاب الدین غوری اجمیر مقدس حاضر ہوا، اور خواجہ خواجگان سرکار معین الدین اجمیری نور اللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر بیعت بھی کی۔

سلطان شمس الدین التمش

سلطان التمش کو خواجہ بزرگ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرنے کے بعد آپ سے معرفت کی تعلیم بھی حاصل کی۔

سلطان محمود خلجی

نواح ہاڑوتی کی کسی جماعت کا ایک عریضہ محمود خلجی کی نظر سے گزرا جس میں یہ تحریر تھا کہ اسلام کی ابتدا ہندوستان میں اجمیر سے ہوئی جو خواجہ معین الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ کی خواب گاہ ہے چونکہ اب یہ مقام غیر مسلموں کے قبضہ میں آگیا ہے اس لئے اسلام اور شعائر اسلام کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ سلطان عریضہ کے مضمون سے مطلع ہو کر حضرت خواجہ کی روح پر فتوح سے امداد کا طالب ہوا۔ حتیٰ کہ اجمیر پہنچ کر معرکہ آرائی ہوئی۔ قلعہ کا سردار گجادھر مع راجپوتوں کے قلعہ سے باہر نکلا۔ طرفین میں چار دن تک جنگ رہی، پانچویں روز گجادھر مارا گیا۔ محمود خلجی کو فتح ہوئی۔ اپنی فتح و نصرت پر بادشاہ سجدۂ شکر بجالایا۔ اور روضہ مبارکہ کا طواف کر کے ایک مسجد "مسجد صندل خانہ" تعمیر کرائی۔ مزار مبارک کے خدام اور مجاوروں کو انعام و اکرام دے کر خود منڈل گڑھ کی طرف روانہ ہوا اور خواجہ نعمت اللہ کو سیف خاں کا خطاب دے کر وائی اجمیر بنا گیا۔

سلطان ظفر خاں

منڈل گڑھ (مانڈل) کے مسلمانوں پر راجپوتوں کے حملے کی خبر پا کر ادھر متوجہ ہوا اس نواح کا راجہ قلعہ میں بند ہو گیا تھا مگر طاعون پھیل جانے سے راجہ نے مجبور ہو کر ظفر خاں کی خدمت میں عجز و نیاز کے لئے بھیجا۔ بادشاہ نے اسے تائید غیبی سمجھ کر اس کی عرضداشت کو شرف قبول سے نوازا اور اس کی پیشکش قبول کر کے سرکار غریب نواز کے آستانہ گرامی کی زیارت کے لئے اجمیر روانہ ہوا اور سلطان الہند کی روح پر فتوح سے غیر مسلموں پر فتح و نصرت کی مدد چاہی اس کے بعد بھیلواڑہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہزادہ بہادر خاں

سلطان مظفر بن سلطان بیگرہ گجراتی بن سلطان محمد شاہ ۹۱۶ھ میں تخت نشین گجرات ہوا۔ اس کے دو لڑکے تھے۔ شہزادہ سکندر اور شہزادہ بہادر خاں۔ شہزادہ بہادر خاں باپ سے ناراض ہو کر چتور گڑھ ہوتا ہوا ۹۳۱ھ میں خواجہ خواجگان سلطان الہند کے مزار پر انوار کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ آستانہ غریب نواز سے فیضیاب ہو کر شہزادہ بہادر خاں سوات چلا گیا۔ آخر کار ۹۳۲ھ میں گجرات کا بادشاہ ہوا اور ۹۴۳ھ تک حکومت کی۔ ہمایوں نے ۹۴۳ھ میں اس پر غلبہ پا کر گجرات پر قبضہ کر لیا۔

شیر شاہ سوری

شیر شاہ راجہ بلدیو حاکم مارواڑ کو شکست دینے کے بعد ۱۵۴۴ء میں درگاہ سرکار خواجہ معین الدین میں زیارت کے لئے

حاضر ہوا اور غربا و فقرا پر کافی رقم تقسیم کرنے کے بعد آداب آستانہ کے تحت جملہ مراسم ادا کئے جس میں طواف بھی شامل تھا۔ حاضری کے بعد تارا گڑھ کی پہاڑی پر گیا۔ پانی کی کمی تھی اس لئے اس نے معمار مقرر کئے کہ چشمہ حافظ جمال سے قلعہ پر پانی پہنچائیں اور اس کا نام شیر چشمہ رکھا ___ سہسرام میں شیر شاہ کا تاریخی مقبرہ ہے۔

سلطان جلال الدین اکبر

اکبر نے متعدد بار سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری دی ہے۔ ان میں سے بعض کی تفصیل بحوالہ معین الارواح حسب ذیل ہے۔

اکبر دار الخلافہ آگرہ سے فتحپور سیکری کی طرف شکار کیلئے جا رہا تھا۔ جب موضع منڈیا کے قریب پہنچا تو خواجہ بزرگ کے مناقب اس کے سامنے گائے گئے۔ سلطان الہند کے زہد و ورع، کمالات و کرامات اور روحانی تصرفات کا تذکرہ پہلے بھی اس کی مجلس میں ہو چکا تھا اس لئے خواجہ غریب نواز کے روضہ کی زیارت کا شوق اس کے دل میں پیدا ہوا۔ اور عین شکار گاہ میں اس نے اجمیر معلی جانے کا قصد کر لیا۔ چنانچہ ۸ جمادی الاولیٰ ۹۶۹ھ بروز چہار شنبہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اجمیر روانہ ہوا۔ اجمیر پہنچ کر اس نے روضہ غریب نواز کی زیارت کی۔ اس کے بعد آگرہ روانہ ہوا۔

۹۷۵ھ میں اکبر نے "قلعہ چتوڑ" فتح کرنے کا ارادہ کیا اور یہ منت مانی۔ اگر قلعہ فتح ہو گیا تو میں پاپیادہ حضرت خواجہ معین الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لئے اجمیر جاؤں گا۔ چنانچہ فتحیابی کے بعد ۲۹ شعبان ۹۷۵ھ وہ پاپیادہ اجمیر روانہ ہوا۔ اور اجمیر مقدس پہنچ کر ۱۰ رمضان المبارک ۹۷۵ھ روضہ کی زیارت کی۔ پھر دس دن قیام کرنے کے بعد آگرہ روانہ ہو گیا۔

۹۷۶ھ میں قلعہ تھمبور فتح کرنے کے بعد اکبر نے پھر اجمیر شریف حاضری دی اور سرکار غریب نواز کے آستانہ کی زیارت کے بعد آگرہ پہنچ کر حضرت شاہ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں فتحپور سیکری حاضر ہوا۔ اس سے پہلے اکبر کے یہاں چند لڑکے پیدا ہو کر مر چکے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ سلیم چشتی علیہ الرحمۃ نے زندہ لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی۔ اور اسی زمانہ میں بیگم حاملہ ہوئی۔

اکبر نے یہ منت مانی تھی کہ اگر میرے لڑکا ہوگا تو حضرت خواجہ بزرگ کے آستانہ پر پاپیادہ حاضری دوں گا۔ چنانچہ ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ بروز چہار شنبہ عارف باللہ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکان پر فتحپور سیکری میں جہانگیر پیدا ہوا تو اکبر ۱۲ شعبان ۹۷۷ھ بروز جمعہ آگرہ سے پاپیادہ اجمیر مقدس کے لئے روانہ ہوا اور وہاں چند روز قیام کیا۔ آستانہ غریب نواز کے مجاوروں کو بہت سے تحائف پیش کئے۔

بتاریخ ۳ محرم الحرام ۹۷۸ھ اکبر کے یہاں دوسرا بیٹا پیدا ہوا بادشاہ نے اس کا نام محمد مراد رکھا۔ اس سال بھی بادشاہ نے اجمیر شریف کا سفر کیا اور خواجہ بزرگ کے روضے کا طواف کیا۔

یکم صفر ۹۷۹ھ میں اکبر حصار فیروزہ کا تماشا دیکھنے گیا۔ وہاں کی واپسی میں اجمیر شریف حاضر ہوا اور حضرت سلطان الہند کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہو کر آگرہ پہنچا۔

۲۰ صفر ۹۸۰ھ میں اکبر شکار کھیلتا ہوا اجمیر روانہ ہوا اور ۱۵ ربیع الاول شریف بروز سہ شنبہ مزار مقدس کی زیارت سے بہرہ ور ہوا

۳ جمادی الآخری ۹۸۱ھ بروز چہار شنبہ اکبر اجمیر پہنچا اور سلطان الہند کی درگاہ میں حاضر ہو کر شرائط طواف و لوازم استمداد بجا لایا۔ اور تقریباً دو لاکھ نقد و جنس مجاوروں و دیگر مستحقین پر تقسیم کیا۔

اوائل رمضان ۹۸۲ھ میں اکبر اجمیر شریف حاضر ہو کر لوازم زیارت و شرائط طواف بجا لایا۔

۹۸۳ھ میں اکبر پھر اجمیر مقدس حاضر ہوا اور سلطان الہند کی زیارت سے مستفیض ہوا۔

۱ ذو یقعدہ ۹۸۴ھ میں اکبر فتحپور سیکری سے روضہ غریب نواز کے طواف کی غرض سے اجمیر روانہ ہوا۔

۴؍ ذی الحجہ بروز سہ شنبہ اجمیر سے ۳ میل کے فاصلے پر مقام کیا پھر وہاں سے پاپیادہ روانہ ہوکر آستانہ عالیہ پہنچا اور دس ہزار روپے خدام و مجاوروں کو عنایت کئے۔ اسی سال اکبر پھر اجمیر شریف گیا اور شکار کھیلتا ہوا دکن کی سرحد تک پہنچا اور وہاں سے فتح پور سیکری کا رخ کیا۔

اس کے بعد اکبر نے ۹۰۵ھ اور ۹۸۷ھ میں غریب نواز کے آستانے پر حاضری دے کر حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی زیارت کے لئے پنجاب روانہ ہوا۔

شہباز خاں

آپ کا سلسلۂ نسب ۲۶ واسطوں سے حضرت عبداللہ ابن زبیر تک پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں حاجی جمال الدین علیہ الرحمہ عرب سے ہندوستان آکر شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید ہوئے۔ ۹۸۵ھ میں اکبر نے آپ کی اور مرزا خاں و قاسم کی سرکردگی میں اودے پور کی طرف فوج روانہ کی تھی اس نے کونبھل میر کو فتح کیا۔ ۹۸۶ھ میں اودے پور فتح کیا اور ۹۸۰ھ میں اکبر نے اجمیر کے سرکشوں کو زیر کرنے کے لئے آپ کو اجمیر بھیجا۔ ۱۰۰۸ھ آپ کا اجمیر میں وصال ہوا۔ چونکہ سرکار غریب نواز سے آپ کو عقیدت تھی۔ اس لئے آپ نے حضرت خواجہ کی درگاہ میں دفن کرنے کی وصیت کی تھی مگر خدام روضہ راضی نہ ہوئے اور روضہ کے باہر آپ کو دفن کردیا گیا۔ اسی شب حضرت سرکار غریب نواز نے منتظمین درگاہ کو عالم رویا میں تاکید فرمائی کہ شہباز خاں ہمارا دوست ہے اس کو شمال رویہ گنبد میں جگہ دو۔ چنانچہ صبح بہ منت و سماجت ان کی نعش قبر سے نکال کر اسی مقام پر دفن کی گئی جہاں کے لئے ارشاد فرمایا گیا تھا۔

جس وقت جہانگیر نے آستانۂ غریب نواز پر حاضری دی مرزا محمد علی بیگ بھی حاضر دربار خواجہ ہوئے۔ ان کو شہباز خاں سے بڑی محبت تھی شہباز خاں کی قبر کو دیکھ کر قبر سے لپٹ گئے اور کہنے لگے یہ ہمارا قدیمی دوست ہے اور اسی وقت وہ بھی جاں بحق تسلیم ہو گئے۔

سلطان نورالدین جہانگیر

یہ بادشاہ تخت نشین ہونے کے بعد آٹھویں سال ۱۰۲۲ھ میں اجمیر روانہ ہوا۔ جب قلعہ اور عمارت خواجہ بزرگوار نظر آنے لگیں اور اجمیر تقریباً ۳ میل کے فاصلے پر رہ گیا تو پیادہ پا روانہ ہوا اور فقراء و مساکین پر مال و زر تقسیم کرایا۔

سلطان شہاب الدین شاہجہاں

شاہجہاں نے اپنے اکیس سال کے عہد حکومت میں پانچ مرتبہ آستانۂ غریب نواز پر حاضری دی ہے۔

سلطان محی الدین اورنگ زیب

اورنگ زیب علیہ الرحمہ نے اس وقت اجمیر شریف حاضری دی جب داراشکوہ نے قلعہ تارا گڈھ پر مورچہ بندی کرکے عالمگیر کے لشکر سے مقابلہ کیا۔ ۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۰۶۸ھ حضرت عالمگیر نے سرکار غریب نواز کے آستانہ پر حاضر ہوکر مزار پر انوار کا طواف کیا اور پانچ ہزار روپیہ آستانۂ عالیہ کے مجاورین پر تقسیم کئے۔ پھر ۱۸ محرم الحرام ۱۰۹۰ھ میں حاضری دی اس کے بعد ۲۹ شعبان ۱۰۹۰ھ میں حاضری دے کر محلات جہانگیری کی جانب سے مبلغ پانچ ہزار روپے نذر کئے پھر آخری بار یکم ربیع الاول شریف ۱۰۹۱ھ وارد اجمیر ہوئے اور سب سے پہلے پاپیادہ آستانۂ اقدس پر حاضری دی۔

لارڈ کرزن وائسرائے ہندوستان

۱۹۰۲ء میں لارڈ کرزن نے آستانۂ غریب نواز پر حاضری دی۔ بلا تفریق مذہب و ملت غریب نواز کو مرجع خلائق دیکھ کر اس نے یہ لکھا: میں نے ہندوستان میں ایک قبر کو شہنشاہی کرتے دیکھا۔

شاہ افغانستان امیر حبیب اللہ خاں

۱۹۰۷ء میں آپ نے آستانۂ غریب نواز کی حاضری کا شرف حاصل کیا۔ آپ درگاہ شریف میں چیف کمشنر اور دیگر حکامان برطانیہ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ متولی، دیوان اور خدام صاحبان نے آپ کا استقبال کیا لیکن کسی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ پہلے سیدھے قبہ شریف میں حاضر ہوئے اور دروازے بند کرائے گئے اور سب کو اندر آنے سے روک دیا گیا۔ آپ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک گنبد شریف میں حاضر رہے۔ اس کے بعد متولی صاحب اور دیوان صاحب وغیرہم سے مصافحہ کیا اور ہم کلام ہوئے۔

نواب حامد علی خاں والئ رامپور

چادر جاتے ہوئے اپنی اسپیشل ٹرین اجمیر کے اسٹیشن پر ٹھہرائی اور دربار غریب نواز میں حاضری دی۔ بیگمی دالان میں دروازے کے سامنے بہت دیر تک سر جھکائے روتے رہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ اسی طرح آستانۂ غریب نواز پر رو رو کر منت وسماجت کرتے رہے۔ نواب خواجہ محمد خاں صاحب جاگیر دار دھولپور بھی نواب رامپور کے ساتھ تھے۔ اگرچہ نواب حامد علی خاں شیعہ سے تھے بایں ہمہ آستانۂ غریب نواز کے عقیدت کیش تھے۔

میر عثمان علی خاں نظام حیدر آباد دکن

۱۶؍ اکتوبر ۱۹۱۳ء میں آپ نے آستانۂ غریب نواز پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔ غرباء و مساکین کو کھانا کھلوایا۔ یہ لنگر عام تھا۔ ہزار ہا ہزار روپے وہاں تقسیم کئے اور ایک عظیم الشان صدر دروازہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

پھر آپ نے دوبارہ ۳؍ نومبر ۱۹۱۳ء میں حاضر دربار ہوئے۔ اس وقت دروازہ (عثمانی گیٹ) زیر تعمیر تھا۔ جامع مسجد اور گنبد شریف کے اندرونی حصے کی آپ نے مرمت کرائی، سنگ مرمر کی اگردانی اور مرمریں چراغ دان تعمیر کرایا۔ دونوں جھاڑوں کو ایک کردیا۔ مزار شریف کے بائیں جانب چاندی کی تختی پر سونے کے حروف میں لکھا ہوا ذیل کا شعر آپ ہی کا نذر کردہ ہے۔

گر بجز رم بخاطر پاک تو باک نیست
خاشاک بیں کہ بر سر دریا گذر کند

گنبد شریف کے اندر ہر ایک شمع دان میں ایک ایک موم بتی آپ ہی کی طرف سے روشن ہوتی تھی۔ روزانہ ایک وقت دلیہ کا لنگر اور ایام عرس میں دو دیگیں بھی آپ کی طرف سے پکائی جاتی تھیں۔ اب ۱۹۴۷ء سے یہ سلسلہ بند ہے۔

مہاراجہ گوبند سنگھ والی ریاست دتیا

آستانہ عالیہ پر حاضر ہوکر عطر میں بسی ہوئی پھولوں کی چادر اپنے سر پر رکھ کر مزار شریف پر پیش کی۔ اپنی بحالی کی دعا مانگی اور غریب نواز کے فیض بخشیوں سے کامیاب و بامراد ہوئے۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد صدر اعظم دولت آصفیہ حیدر آباد دکن

۲۳؍ دسمبر ۱۹۲۴ء مع اہل وعیال دربار خواجہ میں حاضر ہوئے اور مورچھل جھلنے کی خدمت بجالائے۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد شاعر بھی تھے اور شاد تخلص تھا۔ چنانچہ سرکار غریب نواز کے آستانہ پر حاضر ہوکر حسب ذیل قطعات بھی کہے۔

قطعات

جھکتے ہیں شاہوں کے سر خواجہ کی وہ سرکار ہے
ہیں ملک درباں وہ شاہ چشت کا دربار ہے
شاد کیا پرواہ ہو بال ہما کی تجھ کو اب
خواجۂ اجمیر کا تو مورچھل بردار ہے

مورچھل جھلنے کی خدمت مل گئی
شاد کو دُنیا کی عزت مل گئی
بارگاہِ خواجۂ اجمیر سے
لو کلیدِ گنجِ قسمت مل گئی

ہند کے سلطان تم کو مصطفٰے کا واسطہ
پنجتن کا واسطہ آلِ عبا کا واسطہ
شاد اس در کا ہے سائل دیجئے دل کی مراد
یا معین الدین اجمیری خدا کا واسطہ

آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو

۱۹۴۵ء میں آستانہ غریب نواز پر حاضری دی۔ غلام حسین عرف طوطی قوال سے درگاہ معلی میں قوالی سنی۔ دوسری مرتبہ فسادات اجمیر کے زمانہ ۱۹۴۷ء میں حاضر آستانہ ہوئے۔ اس موقع پر پنڈت جی نے تقریر کی اور عمارات درگاہ کی حفاظت کا انتظام کیا۔

سردار عبد الرب نشتر گورنر پنجاب

۱۹۴۷ء میں آستانہ غریب نواز پر حاضری دی۔

راجگوپال آچاریہ سابق گورنر جنرل بھارت

۹ فروری ۱۹۴۹ء میں خواجہ غریب نواز کے آستانۂ گرامی پر حاضر ہوئے۔

کرمی آپا کمانڈر انچیف

۲۰ نومبر ۱۹۵۰ء حاضر دربار ہوئے۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد سابق صدر جمہوریہ بھارت سرکار

۱۳ فروری ۱۹۵۱ء میں حاضر آستانہ سرکار غریب نواز ہوئے۔

سابق لفٹنٹ بلبیر سنگھ

۱۹۵۱ء میں حاضری دی

اگر اس فہرست کو طول دیا جائے تو بجائے خود ایک مستقل کتابچہ کی حیثیت ہو جائے گی۔ ویسے اپنے اپنے عصر میں شہزادہ داراشکوہ، سلطان غیاث الدین، سلطان مانڈو، شہزادہ شجاع، اور شہزادہ فرخ سیر یہ سبھی آستانہ خواجہ کے نیازمند و عقیدت کیش رہے۔

والئ ریاست ٹونک، والی ریاست جاورہ، والی ریاست کورائی وغیرہ بھی نیازمندوں میں رہے۔

ملک کے ممتاز لوگوں میں آزادی ہند کے ہیرو گاندھی جی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، جگر مرادآبادی، جوش ملیح آبادی، قاضی عبد الغفار وغیرہ بھی آستانہ غریب نواز پر حاضر ہو چکے ہیں۔

اہلسنت کے امراء، غرباء، علماء اور مشائخ کا کہنا ہی کیا، سال بہ سال لاکھوں کی تعداد میں حاضر دربار ہو کر اپنی مخلصانہ عقیدت کیشی کا برملا مظاہرہ کرتے ہیں۔

خدا سلامت رکھے میرے بھائی مولانا سید عبد الحق صاحب اور مخدومی شیخ طریقت مولانا غلام آسی صاحب ابو العلائی کو جن کے ساتھ غریب نواز کے شیدائیوں کا ایک قافلہ اُترتا ہے اب ایک خالص معاشی اور سیاسی حاضری کا ذکر کر کے اپنی گفتگو ختم کئے دیتا ہوں۔

۱۹۴۷ء کے بعد صدر دیوبند مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے بھی آستانہ غریب نواز پر حاضری دی تھی تاکہ اوقاف سے متعلق جمعیۃ العلماء ہند کو اپنی غاصبانہ پالیسی کی تائید و حمایت حاصل ہو سکے۔ ایسے ہی آستانہ بہرائچ پر شاہجہاپور کے گنگارام اور جناب پرشاد[1] کی حاضری محض معاشی حاضری ہے۔

---

[1] مولوی ابو الوفا صاحب[2] مولوی محمد قاسم صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند

(باقی صفحہ پر)

مناقب سلطان الہند حضرت غریب نواز علیہ الرحمہ

از
حضرت راز الہ آبادی

اگر نہ ہوتا ترا آستاں غریب نواز : غریب کا تھا ٹھکانا کہاں غریب نواز
غم جہاں کے ستائے ہیں، پر آئے ہیں : تمہارا در ہے کہ دارالاماں غریب نواز
مریض غم ہیں کوئی چارہ گر نہیں ملتا : ہم اپنا داغ دکھائیں کہاں غریب نواز
یہ در وہ در ہے جہاں زندگی سنورتی ہے : یہاں سے جائیں تو جائیں کہاں غریب نواز
ہر آدمی یہاں دل سے یقین رکھتا ہے : کہ سن رہے ہیں مری داستاں غریب نواز
رسول پاک کے صدقہ میں راہ دکھلادو : بھٹک رہا ہے مرا کارواں غریب نواز
جلائے جاتے ہیں پھر آشیاں غریبوں کے : پھر اٹھ رہا ہے چمن سے دھواں غریب نواز
یہ شان بندہ نوازی تو دیکھئے ان کی : وہیں غریب کھڑے ہیں جہاں غریب نواز
ہمارے سامنے اک روز یوں بھی آجاؤ : کوئی حجاب نہ ہو درمیاں غریب نواز
زباں ترستی ہے مدت سے گفتگو کے لئے : کہاں سے لاؤں میں حسن بیاں غریب نواز
کہاں میں اور کہاں راز دامن خواجہ : کہ میں زمیں ہوں اور آسماں غریب نواز

از
حضرت اجمل سلطانپوری

میرے سرکار خواجۂ اجمیر : میرے مختار خواجۂ اجمیر
ہر مصیبت ہر ایک مشکل میں : ہیں مددگار خواجۂ اجمیر
غم کا طوفان ہے اور میری ناؤ : کیجئے پار خواجۂ اجمیر
میرے دامن میں بھی کوئی موتی : اے گہر بار خواجۂ اجمیر
میرے مالک مرے معین الدین : میرے مختار خواجۂ اجمیر
میرے آقا مرے غریب نواز : میرے سرکار خواجۂ اجمیر
اپنے سائل کو پاس بلوائیں : کاش ہر بار خواجۂ اجمیر
اپنے خادم کو بھی دکھا دیتے : اپنا دیدار خواجۂ اجمیر
میرے مشکل کشا معین الدین : میرے غمخوار خواجۂ اجمیر
قلب میں ہے عقیدت چشتی : لب پہ ہر بار خواجۂ اجمیر
جان و سامان میرا سب تن من : تم پہ بلہار خواجۂ اجمیر
اب دکھا دو نقیب کو اپنے : اپنا دربار خواجۂ اجمیر
اپنے اجمل پہ بھی نگاہ کرم : اے کرم گار خواجۂ اجمیر

عالمی خبریں

مغربی ممالک میں دینی اور تبلیغی سرگرمیاں

جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا صاحب ازہری اور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی تشریف آوری اور برطانیہ کے عوام و خواص کی طرف سے پرزور خیر مقدم۔

بتاریخ گیارہ اگست علی الصبح سات بجے مانچسٹر ایرپورٹ پر دونوں حضرات سے لوگوں کا شرف ملاقات حاصل ہوا نعرہائے تکبیر کی گونج میں ایرپورٹ کی کرسیوں پر لاکر بٹھایا گیا عوام کے ساتھ مقتدر علمائے کرام بھی خیر مقدم کے لئے تشریف لائے تھے جن کے نام درج ذیل ہیں ــــ

حضرت مولانا زاہد حسین شاہ صاحب رضوی پاکستان، حضرت مولانا ظفر محمود فراشوی صاحب پاکستان، حضرت مولانا احمد حسین ترمذی صاحب پاکستان، حضرت مولانا محمد اقبال صاحب مصباحی انڈیا، حضرت مولانا محمد محسن صاحب انڈیا، حضرت مولانا محمد یونس صاحب مصباحی انڈیا، حضرت مولانا رفیق صاحب انڈیا، جناب حافظ روشن صاحب انڈیا وغیرہم اور بھی علمائے تھے جن کے نام سے میں خود واقف نہیں ــــ

پروگرام:- پریسٹن میں چار دن قیام رہا مسجد نور میں بعد نماز عصر علمی نشست ہوتی رہی لوگوں نے کافی تعداد میں شرکت فرما کر اکتساب فیض کیا۔

تاریخ ۹۸-۸-۱۳ بروز جمعرات بعد نماز عصر نور ہال پریسٹن میں گجراتی سنیوں کی طرف سے گیارہویں شریف کی نیاز کا پروگرام تھا دونوں حضرات نے شرکت فرمائی اور نعروں کی گونج میں سرکار غوثیت مآب کی سیرت پر ایمان افروز بیان فرمایا ــــ

تاریخ ۱۴ بروز جمعہ براڈ فورڈ صاحب زادہ حبیب الرحمٰن صاحب کے ادارے میں جمعہ کے لئے تشریف لے گئے وہاں جمعہ میں عرفانی بیان ہوا ــــ تاریخ ۱۵ پریسٹن مسجد رضا میں گیارہویں شریف کے موقع سے ایک طویل بیان ہوا۔ مسجد کے ہال میں قدم رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی ــــ تاریخ ۱۵ بعد نماز عصر علامہ قمر الزماں خاں مصباحی اعظمی کی مسجد میں خطاب ہوا ــــ تاریخ ۱۶ براڈ فورڈ صاحب زادہ صاحب کے ادارے میں گیارہویں شریف کے موقع سے ایمان افروز بیان ہوا۔

قیام گاہ بولٹن منتقل ہوئی وہاں کی مسجدوں میں علمی نشست ہوئی ــــ تاریخ ۱۸ مسجد نور الاسلام میں گیارہویں شریف کے موقع سے تحقیقی بیان ہوا ــــ تاریخ ۱۹ مسجد غوثیہ بلیک برن میں عرفانی بیان ہوا ــــ (قیام بھی رہا) ــــ تاریخ ۲۰ راچ ڈیل مفتی منیر الزماں صاحب کے ادارے میں حقانی بیان ہوا ــــ تاریخ ۲۱ علامہ شاہد رضا صاحب کی مسجد لیسٹر میں جمعہ کی نماز پڑھائی اور خطاب بھی ہوا پھر شام کو بعد نماز عصر بھی وہاں بیان ہوا ــــ (قیام بھی رہا) ــــ تاریخ ۲۲ مسجد غوثیہ بولٹن کے بڑے ہال میں گیارہویں شریف کے موقع سے ایمان افروز خطاب ہوا ــــ تاریخ ۲۳ لندن کی بڑی جامع مسجد لبرٹز روڈ پر تاجدار ختم نبوت کانفرنس میں تحقیقی بیان ہوا تاریخ ۲۴ بروز پیر شام ۴ بجے ہالینڈ کے لئے روانگی ہوئی۔

یو۔ کے میں لوگ پابند شرع پیر کے متمنی تھے ــــ حضرت علامہ اختر رضا صاحب کے رخ زیبا کا نظارہ کرکے لوگوں کے ایمان تازہ ہو گئے اور کئی حضرات نے شرف بیعت حاصل کیا مرید ہوئے

والوں کی تعداد پانچ سو کے قریب ہے ـــ ان دونوں حضرات کا بہت ہی قلیل دورہ رہا اس وجہ سے دور تک اطلاع نہ دی جاسکی اگر یہ حضرات اپنا زیادہ وقت ہمیں دیں تو امید ہے برطانیہ میں انقلاب آسکتا ہے۔

برطانیہ کے عوام وخواص کی طرف سے اور خاص طور پر پرسٹن بولٹن ـــ بلیک برن اور لیسٹر کے گجراتی سنیوں کی طرف سے ہم ان حضرات کے بیحد شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اپنا قیمتی وقت دے کر لوگوں کے ایمان کو جلا بخشی۔

تحریک سنی دعوت اسلامی کے مبلغ محمد یونس مصباحی اور جناب حاجی سلیم بھائی گھیسا رضوی کی طرف سے ان تمام پروگرام کا اہتمام کیا گیا تھا۔

فقط ناچیز محمد یونس مصباحی

سرزمین برطانیہ پر تیسری مرتبہ تحریک سنی دعوت اسلامی کا روح پرور سنی اجتماع یکم دوم اگست ۹۸ء

یہ جان کر آپ کو مسرت ہوگی کہ امیر سنی دعوت اسلامی مولانا شاکر علی رضوی کی تحریک سے برطانیہ کی سنیت کو وہ فائدہ حاصل ہوا جس سے برطانیہ کی تاریخ آج تک محروم تھی دین کے اس داعی کو جتنا بھی سراہا جائے کم ہے آل یو۔ کے سنی اجتماع میں لوگوں کی شرکت سے بڑا سے بڑا ہال بھی ناکافی ہو جاتا ہے مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کے نعروں کی گونج میں امیر سنی دعوت اسلامی کے اجتماع میں شرکت ہوتی ہے۔

۹۶ء اور ۹۷ء کا اجتماع بولٹن کے بڑے ہال میں ہوا تھا جبکہ اس سال ۱۹۹۸ء کا اجتماع پرسٹن نور ہال مرکز سنی دعوت اسلامی میں ہوا ہال اور ہال کا کار پارک حاضرین سے بھرا ہوا تھا اجلہ علماء کرام نے شرکت فرمائی اور تحریک کو سراہا اور لوگوں کو اس تحریک سے وابستہ ہونے کی دعوت دی۔

علماء کرام:۔ حضرت علامہ ارشد القادری مصباحی قبلہ رئیس القلم بانی نظام الدین اولیاء ـــ مناظر اعظم آپ نے اپنی نصیحتوں کے دوران ایک عظیم مرکز بنانے کا بھی مشورہ دیا اور تحریک کو کافی سراہا اور لوگوں کو وابستہ ہونے کی دعوت دی ـــ مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خاں مصباحی اعظمی دونوں دن شرکت فرمائی اور اپنے خطاب نایاب سے نوازا اور تحریک کے تعاون کا وعدہ فرمایا ـــ حضرت پیر صاحب زادہ حبیب الرحمٰن صاحب ڈالگری شریف پاکستان ـــ حضرت مولانا فیاض الحسن صاحب رکن اعظم باہو ٹرسٹ ـــ حضرت مولانا حنیف صاحب ـــ حضرت مولانا ممتاز مصباحی ـــ حضرت مولانا اقبال مصباحی ـــ حضرت مولانا محسن صاحب ـــ حضرت قاری اسماعیل صاحب مصباحی۔ جناب مولانا ارشد مصباحی قبلہ ـــ جناب مولانا یزدانی مصباحی ازہری اور دیگر علماء کرام نے شرکت فرما کر اجتماع میں چار چاند لگا دیئے ـــ

مہمان خصوصی:۔ حضرت پیر طریقت سید الشعراء آل رسول حسنین صاحب نظمی برکاتی ـــ حضرت پیر سید محمد نورانی میاں صاحب ـــ امیر سنی دعوت اسلامی مولانا محمد شاکر علی رضوی صاحب ـــ حضرت قاری محمد رضوان صاحب جنھوں نے بحسن وخوبی معلن کا کام انجام دیا۔ یو۔ کے میں تحریک سنی دعوت اسلامی کے نگراں کی حیثیت سے مولانا محمد یونس مصباحی کا انتخاب ہوا ہے اور دین وسنیت کا تحریکی کام وہ انجام دینے میں تحریک کامیابیوں سے گزر رہی ہے لوگ سنیت میں پختہ ہوتے جا رہے ہیں بلکہ باطل فرقوں سے ٹوٹ کر اہل سنت میں شامل ہو رہے ہیں۔ آپ بھی دعا فرمائیں

سنیت کا بول بالا ہو باطل کا منہ کالا ہو

فقط ناچیز محمد یونس مصباحی
خطیب مسجد نور پرسٹن۔ یو۔ کے

برطانیہ میں میلاد مصطفیٰ کانفرنس

گذشتہ ۱۹ اگست ۱۹۹۸ء کو ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ

کی جانب سے برطانیہ عظمیٰ کا مشہور ترین شہر گلاسگو "GLASGOW" میں میلاد مصطفیٰ کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس منعقد کیا گیا، جس میں یورپ بھر سے علمائے کرام اور ارباب علم و دانش نے شرکت فرمائی اور اپنے خطابات کے ذریعہ جدید یورپ کو اسلام کے ابدی قانون اور ضابطہ فکر و نظر سے آگاہ کیا۔ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں تقریریں ہوئیں۔ کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے جمعیۃ علمائے پاکستان کے قائد جگر گوشہ غزالی زماں حضرت علامہ سید حامد سعید کاظمی ملتان نے فرمایا کہ حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسلمانوں کے لئے ہی رحمت نہیں بلکہ وہ ساری کائنات زمین و آسمان کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ انھوں نے انسان کو شرف فضیلت عطا فرمایا آپ کی تشریف آوری سے ملک عرب کا ایک ایک گوشہ ضو فشاں کرنوں میں تبدیل ہوگیا۔ مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ اسلامیان برطانیہ نے شہر شہر عید میلاد النبی کے جلسے جلوس کا اہتمام کرکے پورے برطانیہ کو اسلامی زمین بنا دیا ہے، انھوں نے کہا اسلام ایک مکمل دین ہے لیکن مسلمانوں کے دینی فرائض کی انجام دہی تا ہنوز باقی ہے، اس وقت دنیا کی دو تہائی آبادی خدا کے پیغام سے ناآشنا ہے، انھوں نے کہا کہ برطانیہ کے مسلمان علم و عمل کے میدان میں اگر آگے بڑھیں تو پوری دنیائے اسلام کی مدد کر سکتے ہیں۔ فاضل نوجوان مبلغ اسلام علامہ محمد فروغ القادری سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن گلاسگو برطانیہ نے فرمایا رب کائنات نے عروج آدم کیلئے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں انھوں نے کہا، مومن وہ ہے جس کے سینے میں اسلام ایک نفسیاتی طوفان بن کر داخل ہو، جو خدا کو اتنا قریب پائے کہ اس سے سرگوشیاں جاری ہو جائیں۔ جس کی تنہائیاں فرشتوں سے آباد رہتی ہوں، جس کے اسلام نے اسے حشر کی آمد سے پہلے حشر کے میدان میں کھڑا کر دیا ہو۔ مومن پر پہلے قیامت گذر جاتی ہے جبکہ دوسروں پر قیامت اس وقت گذرے گی جب وہ عملاً آچکی ہو۔ علامہ فروغ القادری نے اس بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ قومیت عربیہ اس وقت اپنے مقصد حیات سے دور ہٹ چکی ہے جبکہ اسلام نسبتاً شرق کے غرب میں بڑی تیزی کیساتھ پھیل رہا ہے جیسے ہم یہاں برطانیہ اور امریکہ میں اچھی طرح محسوس کر رہے ہیں۔ یہاں کے ماحول میں "INTELLECTUAL GAP" اور "COMREHENSION" کا وہ فقدان بھی نہیں جو ہندو پاک میں عام ہے۔ ہم اس وقت اس پوزیشن میں ہیں کہ تھوڑی سی محنت کے بعد ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ کی وساطت سے پورے یورپ میں اسلامی و تمدنی انقلاب برپا کر سکتے ہیں اور اب وہ وقت آچکا ہے ـــ ماہر لسانیات حضرت علامہ پروفیسر شاہد رضا نعیمی سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن لندن نے فرمایا کہ یورپ کی موجودہ سائنسی ترقی عالم اسلام کی عطا ہے۔ اسپین نے برسوں تک سائنسی علوم و فنون میں یورپ کی رہنمائی کی ہے۔ یہ سارا جدید علمی سرمایہ ہماری غفلت اور بے توجہی کی وجہ سے یہاں پہنچا ہے۔ مسلمان خود اپنی لائی ہوئی انقلابی دنیا میں دوسری قوموں سے پیچھے ہوگئے، تاہم اب یہ موقع ہے کہ وہ یورپ کی تحقیقات سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ اجلاس میں دیگر علمائے کرام بھی موجود تھے جس میں سے علامہ محمد صدیق نقشبندی پاکستان، پروفیسر سلیم جاوید، مولانا عبد الغفور ایڈنبرا اسکاٹ لینڈ، مولانا عبد الرزاق دنفر ملینڈ، علامہ فضل احمد قادری برمنگھم، عبد القادر شاہ پاکستان، حافظ محمد یعقوب کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ شعرائے کرام میں پاکستان ریڈیو کے مشہور نعت خواں جناب الحاج خورشید صاحب کراچی شاعر اہلسنت بلبل باغ مدینہ حضرت مولانا قاری محمد اسمٰعیل مصباحی مانچسٹر اور حضرت قاری عبد القادر نوشاہی بریڈ فورڈ و دیگر مقامی و بیرونی حضرات نعت خواں موجود تھے ـــ واضح رہے کہ اس سال مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر امریکہ، افریقہ اور یورپ کے متعدد ممالک کا دورہ کیا ہے، محمد سرور قادری انگلینڈ

خیر و خبر

از: مبارک حسین مصباحی

عرس حافظ ملت علیہ الرحمہ

روایت کے مطابق امسال بھی حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ کا عرس انتہائی تزک و احتشام اور بکمال ادب و احترام کے ساتھ منعقد ہوا، ملک کے طول و عرض سے لاکھوں شیدائیان حافظ ملت نے شرکت کی ــــ علماء فضلاء اور مشائخ اہلسنت کا نورانی منظر بھی قابل دیدنی تھا ــــ ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو ۱۱ بجکر ۵۵ منٹ پر قل شریف کا اہتمام کیا گیا صاحب سجادہ پیر طریقت شہزادۂ حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ نے سلسلہ عزیزیہ کا شجرہ پڑھا اور امت مسلمہ کے لئے رقت انگیز ماحول میں دعائیں کی گئیں قل شریف کے بعد خطابات ہوئے اور رات کے آخری حصے میں قریب چار بجے حفظ، قرأت، فضیلت اور تحقیق کے شعبوں سے فارغ ہونے والے طلبہ کی رسم دستار بندی ادا کی گئی ــــ

اشرفیہ میں شہزادہ احسن العلماء کی آمد

۷؍ نومبر ۱۹۹۸ء کو خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے چشم و چراغ شہزادۂ احسن العلماء حضرت مولانا سید محمد اشرف میاں برکاتی اور محسن ملت الحاج سیٹھ رفیق صاحب پاکستانی کا ورود مسعود ہوا ان کی آمد سے طلبہ، اساتذہ اور اراکین جامعہ کے درمیان خوشیوں کی لہر دوڑ گئی ــــ حضرت مولانا محمد اشرف میاں صاحب دام ظلہ العالی نے عزیز المساجد کے اندر اساتذہ اور طلبہ کے درمیان خطاب فرمایا ــــ ادارہ ان دونوں کا شکر گزار ہے خدا کرے ان اشرفیہ نوازوں کا سلسلہ کرم ہمیشہ جاری رہے ــــ

حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری کی آمد

برصغیر کی مشہور شخصیت عظیم محقق و قلم کار حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ پاکستان سے بمبئی اور دہلی ہوتے ہوئے ۱۱؍ نومبر ۱۹۹۸ء کو الجامعۃ الاشرفیہ میں تشریف لائے اساتذہ اور طلبہ جامعہ نے نعرہائے تکبیر و رسالت کی گونج میں اپنے معزز مہمان کا استقبال کیا ــــ موصوف نے قریب ساٹھ کتابیں لکھی ہیں، جامعہ نظامیہ لاہور میں صف اوّل کے موقر استاذ ہیں، دینی علمی اور تحقیقی و قلمی کاموں میں شب و روز مصروف عمل نظر آتے ہیں وہ یقیناً اہلسنت و جماعت کا انتہائی قیمتی سرمایہ ہیں ــــ موصوف نے طلبہ سے خطاب بھی فرمایا اور اہل علم اور اساتذہ جامعہ اور اراکین نے ان سے ملاقاتیں کیں اور دین و دانش اور علم و قلم کے بہت سے گوشوں پر تبادلہ خیالات ہوا ــــ آپ کی چند کتابیں ہندوستان کے مکتبوں سے بھی شائع ہو چکی ہیں۔ آپ اردو کے ساتھ عربی کے بھی بلند پایہ قلم کار ہیں عربی زبان میں بھی آپ کی کئی کتابیں چھپ کر مقبول انام ہو چکی ہیں اب بھی ان کا اشہب قلم رواں دواں ہے ــــ

ماہنامہ اشرفیہ کے لئے چار وقیع مضامین عنایت فرمائے جو انشاء اللہ آئندہ ماہ سے مسلسل قارئین اشرفیہ کے دسترخوان مطالعہ پر پیش کئے جاتے رہیں گے ــــ پروردگار ان کا سایۂ کرم دراز فرمائے آمین ــــ

ماہنامہ اشرفیہ ملنے کا پتہ

مولانا محمد ہارون رشید مصباحی
مصباحی کتب خانہ مسجد چوک اعظم نگر
وایہ سالماری کٹیہار ۔ بہار

Regd. No. AZM/N.P. 28

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarak Pur, Azamgarh U.P. 276404

Phone : 50148, 50149 Code No. : 0546 2